انا مدینۃ العلم و علی بابہا

OSMANIA UNIVERSITY

جامعہ عثمانیہ

سیرت ابن ہشام

حصہ اول

OSMANIA UNIVERSITY

جامعۂ عثمانیہ

سلسلۂ نصابیات علمیۂ جامعۂ عثمانیہ

نشان (۳۷۳)

سیرت ابن ہشام

حصۂ اول

مصنفۂ

محمد عبد الملک ابن ہشام

مترجمہ

مولوی قطب الدین احمد صاحب محمودی
(کامل تفسیر)

سابق لکچرار چادر گھاٹ کالج بلدہ

۱۳۶۷ھ م ۱۳۵۷ف م ۱۹۴۸ء

مطبوعہ

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

سیرت ابن ہشام حصۂ اول

مضمون	صفحہ
قبائل قریش کی مکہ کی باولیوں کا بیان۔	۲۱۴
عبدالمطلب کا اپنے لڑکے کو ذبح کرنے کی نذر ماننا	۲۱۸
اس عورت کا بیان جو عبداللہ بن عبدالمطلب سے نکاح کرنے کے لیے آئی۔	۲۲۳
آمنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل میں آنے کے وقت جو باتیں کہی گئیں۔	۲۲۶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت (باسعادت) اور رضاعت	۲۲۷
حضرت آمنہ کی وفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دادا عبدالمطلب کے ساتھ رہنا	۲۳۷
عبدالمطلب کی وفات اور آپ کے مرثئے کے اشعار	۲۳۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو طالب کی سرپرستی میں رہنا	۲۶۰
قصہ بحیرا	۲۶۱
جنگ فجار	۲۶۷
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدیجہ رضی اللہ عنہ سے عقد	۲۷۰
کعبۃ اللہ کی تعمیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر اسود کے معاملے میں حکم بننا	۲۷۶
بیان حُمس	۲۸۴
رجم شیاطین کا حادثہ اور کاہنوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے خوف دلانا۔	۲۹۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہودیوں کا ڈرانا	۳۰۳
سلمان رضی اللہ عنہ کا اسلام	۳۰۸
ان چار شخصوں کا بیان جو بتوں کی پوجا چھوڑ کر تلاش ادیان میں ادھر اُدھر چلے گئے۔	۳۲۰
انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں	۳۳۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ، والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ، وعلیٰ آلہ وصحبہ

بیان سلسلۂ نسب پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے

آدم علیہ السلام تک

ابو محمد عبدالملک بن ہشام نحوی نے کہا کہ یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے، کہا کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب، اور عبدالمطلب کا نام شَیْبَہ تھا ابن ہاشم اور ہاشم کا نام عمرو تھا، ابن عبدِ مَناف، اور عبدِ مَناف کا نام المُغیرہ تھا، ابن قُصَیّ اور قُصَیّ کا نام زید تھا، ابن کِلاب ابن مُرّۃ بن کَعب بن لُؤَیّ بن غالب بن فِہر بن مالک بن نَضر بن کِنانۃ بن خُزَیمۃ بن مُدرِکۃ اور مُدرِکۃ کا نام عامر تھا ابن الیاس بن مُضَر بن نزار بن مَعَدّ بن عَدنان بن اُدّ اور بعضوں نے اُدَد کہا ہے۔ ابن مُقَوَّم بن ناحور بن تیرح ابن یَعرُب بن یَشجُب بن نابت بن اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل الرحمٰن بن تارح، تارح کا نام آزر تھا ابن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالخ بن عَیبَر بن شالخ بن اَرفَخشَد بن سام بن نوح بن لامک بن مُتَوَشّلخ بن اَخنوخ اور عرب کے ادعا کے مطابق یہی ادریس ہیں واللہ اعلم اور یہی ادریس آدم کی اولاد میں پہلے شخص ہیں جن کو نبوت عطا ہوئی اور جنہوں نے لکھنے کی ایجاد کی ابن یَرْد ابن مَہلیل بن قَینَن بن یانش بن شیث بن آدم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے کہا کہ محمد بن اسحٰق المطلبی کی روایت سے زیاد بن

عبد اللہ بکائی نے یہ باتیں ہم سے بیان کی ہیں۔ جن کو میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم سے آدم تک کے نسب کے متعلق اور ادریس وغیرہ کے متعلق بیان کیا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ خلاد بن قرۃ بن خالد السدوسی نے شیبان بن زہیر بن شقیق بن ثور سے اور انھوں نے قتادۃ بن دعامہ کی روایت سے بیان کیا انھوں نے کہا کہ سلسلۂ نسب اس طرح ہے اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل الرحمٰن بن تارح اور تارح کا نام آزر تھا ابن ناحور بن اسرغ بن ارعو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام ابن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن قاین بن انوش بن شیث ابن آدم۔

ابن ہشام نے کہا اگر خدا نے چاہا تو میں اس کتاب کو اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے ذکر سے شروع کروں گا اور آپ کی اولاد میں سے ان لوگوں کا ذکر بھی کروں گا جن کی اولاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اسمٰعیل علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنی پشتیں گزریں ان کی صلبی اولاد اور ان کو جو کچھ واقعات پیش آئے ان کا ترتیب وار ذکر کروں گا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے اختصاراً ان لوگوں کا ذکر ترک کر دوں گا جو اس اعتبار سے غیر ہیں یعنے اجداد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل نہیں اور بعض ان حالات کو بھی چھوڑ دوں گا جنھیں ابن اسحٰق نے تو اس کتاب میں لکھا ہے لیکن ان میں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے نہ اس بارے میں قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی نہ وہ اس کتاب کے کسی واقعہ کا سبب ہیں نہ اس کی تفسیر اور نہ وہ اس کا شاہد بن سکتے ہیں کیونکہ میں نے پہلے ہی ذکر کر دیا ہے کہ اختصار مدنظر ہے اور ان اشعار کا ذکر بھی میں چھوڑ دوں گا جن کے متعلق میرا خیال ہے کہ علمائے شعر میں سے کوئی شخص انھیں نہیں جانتا البتہ بعض ایسے امور بھی ترک کر دوں گا جن کا زبان پر لانا بھی برا معلوم ہوتا ہے اور بعض ایسی روایتیں بھی بیان نہ ہوں گی جن کا اقرار بکائی نے ہم سے اپنی روایت میں نہیں کیا ہے ان امور کے علاوہ تا بحد روایت وعلم اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پورے پورے واقعات بیان کروں گا۔

صفحہ ۳

نسب اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام

ابن ہشام نے کہا کہ ہم سے زیاد بن عبد اللہ بکّائی نے محمد بن اسحٰق المطّلبی کی روایت سے بیان کیا کہ اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے بارہ لڑکے تھے نابت جو ان سب میں بڑا تھا اور قیذر و اذبل و مبشیٰ و مسمع و ماشی و دمّا و اذر و طیما و یطور و نبش و قیذما ان کی ماں رعلہ مضاض[۱] بن عمرو جرہمی کی بیٹی تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض مُضاض[۲] کہتے ہیں اور جُرہم قحطان کا بیٹا تھا اور قحطان تمام یمن والوں کا جد اعلیٰ ہے یمن والوں کا نسب اسی کے پاس جا ملتا ہے اور وہ عامر ابن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جرہم یقطن بن عیبر بن شالخ کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر —— حسب روایت عام —— ایک سو تیس سال تھی اس کے بعد آپ نے انتقال فرمایا خدا آپ پر رحمت و برکات نازل فرمائے اور آپ مقام حجر میں اپنی والدہ ہاجر کے پاس دفن کیے گئے۔

ابن ہشام نے کہا کہ عرب ہاجر اور آجر دونوں طرح کہتے ہیں کیونکہ وہ (ھ) کو (الف) سے بدل دینے کے عادی ہیں جس طرح "ہراق الماء" "اراق الماء" وغیرہ کہتے ہیں اور ہاجر مصریوں کے خاندان میں سے تھیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے عبد اللہ بن لہیعہ سے اور انھوں نے غُفرہ کے مولیٰ عمر کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِی اَھْلِ الذِّمَّۃِ اَھْلِ الْمَدَرَۃِ

اَلسَّوْدَاءِ السُّحْمِ الْجِعَادِ فَاِنَّ لَھُمْ نَسَبًا وَّصِھْرًا

---

۱ بکسر المیم ۲ بضم المیم (احمد محمودی)

"مدرہ کے کالے کلوٹے گھونگریالے بال والے ذمیوں (یعنے حبشیوں)
کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ان سے (میرا) نسب کا رشتہ بھی ہے اور
سمدھیانا بھی"
غُفرہ کے مولیٰ عمر نے کہا کہ ان سے نسب اس طرح ہے کہ پیغمبر اسمٰعیل
علیہ السلام کی والدہ انھیں (حبشیوں) کے خاندان سے تھیں۔ اور سمدھیانا اس طرح
کہ ان ہی کی ایک عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے تصرف
میں لیا تھا۔ ابن لہیعہ نے کہا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجر اُمّ العرب نامی ایک
بستی کی رہنے والی تھیں جو مصر میں الفرماء کے سامنے واقع تھی اور ابراہیم کی والدہ
ماریہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی لونڈی تھیں جن کو مُقَوقِس نے آپ کے لیے ضلع
انصناء کے مقام حفن سے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری نے عبدالرحمن
ابن عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری سُلَمی کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا افْتَتَحْتُمْ مِصْرَ فَاسْتَوْصُوا بِاَهْلِهَا خَيْرًا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا

"جب تم مصر فتح کرو تو اس کے رہنے والوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے کی وصیت
یاد رکھنا کیونکہ ان کے متعلق ایک قسم کی ذمہ داری ہے اور ان سے قرابت ہے"
میں نے (ابن اسحٰق نے) محمد بن مسلم سے دریافت کیا کہ وہ کیا رشتہ داری ہے
جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو انھوں نے کہا کہ اسمٰعیل علیہ السلام
کی والدہ ہاجر انھیں کے خاندان سے تھیں۔
ابن ہشام نے کہا عرب تمام کے تمام اسمٰعیل علیہ السلام اور قحطان کی اولاد میں
سے ہیں۔ یمن کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ قحطان اسمٰعیل علیہ السلام ہی کی اولاد سے ہیں اور اسی
لیے اسمٰعیل علیہ السلام کو ابو العرب کہتے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ سلسلۂ نسب یوں ہے عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح
(علیہ السلام)، ثمود و جدیس دونوں عاثر[1] بن ارم بن سام بن نوح (علیہ السلام) کے بیٹے

[1] (ب) میں عابر ہے۔ (احمد محمودی)

صفحہ ۵

لَسَم و عِملاق و اُمَیم لاوذ بن سام بن نوح (علیہ السلام) کے بیٹے اور یہ سب کے سب عرب ہیں۔ پس نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کا بیٹا یَشجُب بن نابت ہے اور یَشجُب کا یَعرُب ابن یَشجُب یَعرُب کا یَترَح بن یَعرُب یَترَح کا ناحُور بن یَترَح ناحُور کا مُقَوَّم بن ناحُور۔ مُقَوَّم کا اُدَد بن مُقَوَّم اور اُدَد کا عدنان بن اُدَد۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے عَدنان بن اُدّ بھی کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں عدنان ہی سے قبیلے متفرق ہوئے ہیں۔ عدنان سے دو شخص مَعَدّ بن عدنان اور عَکّ بن عدنان پیدا ہوئے۔

ابن ہشام نے کہا کہ اس کے بعد قبیلۂ عَکّ یمن کے خاندان میں اس طرح مل گیا کہ عَکّ نے اشعریین میں شادی کرلی اور انھیں میں رہنے لگا۔ اس طرح دونوں کا خاندان اور زبان ایک ہوگئی اور سارے اشعری اشعر بن نبت بن اُدَد بن زید بن ہَمَیسَع ابن عمرو بن عریب بن یَشجُب بن زید بن کہلان بن سبا بن یَشجُب بن یَعرُب بن قحطان کی اولاد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نبت بن اُدد ہی کا نام اشعر ہے بعض اشعر کو مالک کا بیٹا کہتے ہیں اور مالک ہی کا دوسرا نام مَذحِج بن اُدَد بن زید بن ہَمَیسَع ہے اور بعض اشعر کو سبا بن یَشجُب کا بیٹا کہتے ہیں مجھ کو ابو مُحرِز خَلَف الاحمر اور ابو عبیدہ نے بنی سُلَیم بن منصور بن عِکرِمہ ابن خَصَفَہ بن قیس بن عَیلان بن مُضَر بن نزار بن مَعَدّ بن عدنان میں کے ایک شخص عباس بن مرداس کا ایک شعر سنایا جو عَکّ پر فخر کرتا ہے۔

صـ ٦

وَعَکُّ بْنُ عَدْنَانَ الَّذِیْنَ تَلَعَّبُوْا[۱]
بِغَسَّانَ حَتّٰی طُرِّدُوْا کُلَّ مَطْرَدِ

عک بن عدنان ایسے لوگ ہیں جنھوں نے (قبیلہ) غسان کو کھلونا

---

[۱] (ب) میں تَلَقَّبُوا ہے۔ اس صورت میں معنے یوں ہوں گے (۱) بنی عک بن عدنان ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے بنی غسان کا لقب حاصل کرلیا تھا، حتیٰ کہ وہ چوطرف پھیلا دیے گئے (۲) اور غسان نامی پنگھٹ پر ان کی سکونت نہ رہی) (احمد محمودی)

بنا لیا یہاں تک کہ ہر راستے سے ان کو مار بھگایا گیا۔
یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔ غسان ایک پنگھٹ کا نام ہے جو یمن میں مأرب کے بندپر واقع ہے۔ یہ مازن بن اسد بن الغوث کی اولاد کا پنگھٹ تھا اس لیے بنی مازن اسی نام سے موسوم ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ غسان مشلل میں ایک پنگھٹ ہے جو جحفۃ سے قریب ہے۔ جو لوگ اس پنگھٹ سے پانی پیتے رہے وہ مازن بن الاسد بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی اولاد کے چند قبیلے تھے جو اس نام سے موسوم ہو گئے۔ حسان بن ثابت انصاری نے یہ شعر کہا ہے (اوس و خزرج کی اس اولاد کو انصار کہا جاتا ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی) جو حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ بن امرء القیس بن ثعلبۃ بن مازن بن الازد[1] بن الغوث کی اولاد سے تھے۔

إمّا[2] سَأَلتِ فَإنّا مَعشَرٌ نُجُبٌ
الأَسدُ نِسبَتُنا وَالماءُ غَسّانُ

کیا تو نے کسی سے پوچھا نہیں۔ یعنی کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم
اشراف لوگ ہیں اور بنی اسد ہمارا قبیلہ اور غسان ہمارا پنگھٹ ہے۔
اور یہ شعر ان کے اشعار میں کا ہے۔

اہل یمن اور قبیلہ عک میں کے بعض ایسے لوگوں نے بھی جو خراسان کے رہنے والے تھے کہا ہے کہ عک بن عدنان بن عبداللہ بن الاسد بن الغوث انھیں کے خاندان میں سے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عدثان بن الذیب بن عبداللہ بن الاسد بن الغوث ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ معدؑ بن عدنان کے چار بیٹے تھے نزار بن معدؑ قضاعۃ[3] بن

---

[1] (الف) میں الازد ہے اور دوسرے نسخوں میں الاسد ہے۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ اس شعر سے پہلے کا شعر یہ ہے۔ یا اخت آل فراس اننی رجل من معشر لهم فی المجد بنیان ۔ اے قبیلہ فراس کی عورت میں ایسے خاندان کا شخص ہوں جس کا شرافت میں بڑا رتبہ ہے۔
(احمد محمودی از طحاوی و سہیلی)

مَعَدّ قُنُص[۳] بن مَعَدّ اور ایاد[۴] بن مَعَد اور (ان لوگوں کے خیال کے موافق قُضَاعَۃ مَعَدّ کا پہلوٹھا لڑکا تھا جس کے نام سے اس کی کنیت مشہور تھی قضاعہ حمیر بن سبا کے پاس یمن میں جا بسا اور سبا کا نام عبد شمس تھا اس کا نام سبا اس لیے پڑگیا کہ وہ عرب میں پہلا شخص تھا جس نے گرفتاریاں کیں (اور لوگوں کو قید کیا) یہ یعرب[۱] بن یشجب بن قحطان کا بیٹا تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ یمن والوں اور بنی قُضَاعَۃ نے کہا کہ قضاعۃ مالک بن حمیر کا بیٹا ہے چنانچہ عُمرو بن مُرّۃ جہنی نے یہ شعر کہے ہیں اور جُہَینَہ زید بن لیث بن سود بن أسْلُم بن الحاف بن قضاعۃ کا بیٹا ہے۔ صفحہ ۸

نَحْنُ بَنُو الشَّیْخِ الهِجَانِ الأزْهَرِ

قُضَاعَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ حِمْيَرَ

النَّسَبِ المَعْرُوفِ غَيْرِ المُنْكَرِ[۲]

ہم عالی خاندان روشن چہرے والے یا مشہور بزرگ قضاعۃ بن مالک بن حمیر کی اولاد میں یہ وہ نسب ہے جو مشہور رہے گمنام نہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی معد کے علماء نسب کے ادعا کے لحاظ سے قُنُص ابن مَعَد میں سے جو لوگ باقی تھے وہ سب کے سب برباد ہو گئے انھیں میں نعمان ابن منذر بھی تھا جو حیرہ کا حکمران تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری نے

---

[۱] شیخ ابوذر نے کہا صحیح یہ ہے کہ یشجب کو یعرب پر مقدم کیا جائے اور ابن ہشام نے بھی اس کے بعد اسی طرح ذکر کیا ہے۔ انتھی از خشنی۔ اور برلن کے نسخے میں لکھا ہے کہ یَعرب کو یشجب پر مقدم کرنے میں ابن اسحٰق منفرد ہیں۔ [۲] نسخہ ز (الف) کے سوا دوسرے نسخوں میں ایک اور مصرعہ ہے اور وہ یہ ہے فی الحجر المنقوش تحت المنبر۔ (احمد محمودی)

کہا کہ نعمان بن منذر قُنص بن معد کی اولاد میں سے تھا اور بعضوں نے قنص کہا ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یعقوب بن عُتبہ بن مغیرہ بن الاخنس نے انصار کے قبیلۂ بنی زُریق کے ایک بوڑھے سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب نعمان بن المُنذر کی تلوار لائی گئی تو آپ نے جبیر بن مطعم ابن عدی بن نوفل بن عبد مَناف بن قصیّ کو بلوایا اور جُبیر علمائے قریش میں سب سے زیادہ نسب جاننے والے تھے جو قبیلۂ قریش اور تمام عرب کا نسب جانتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سے علم نسب حاصل کیا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام عرب میں بہترین نسب جاننے والے تھے پھر آپ یعنے حضرت عمر نے انھیں وہ تلوار دے کر دریافت فرمایا کہ اے جُبیر نعمان بن منذر کس قبیلے میں سے تھا۔ انھوں نے کہا قنص بن مَعدؔ کے پسماندوں میں سے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ عام طور پر سارے عرب تو یہی خیال کرتے ہیں کہ وہ بنی لخم میں سے تھا جو ربیعۃ بن نصر کی اولاد میں ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کون سی بات صحیح ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ نعمان کا سلسلۂ نسب یوں ہے نخم بن عدیؔ ابن الحارث بن مُرۃ بن اُدد بن زید بن ہمیسع بن عمرو بن عریب بن یشجب بن زید بن کہلان بن سبا بعضوں نے لخم بن عدی بن عمرو بن سبا کہا ہے۔ اور بعض ربیعۃ بن نصر ابن ابی حارثۃ بن عمرو بن عامر کہتے ہیں وہ عمرو بن عامر کے یمن سے نکل جانے کے بعد یمن ہی میں رہ گیا تھا۔

صہ ۹

عمرو بن عامر کے یمن سے نکلنے کا واقعہ اور مأرِبؔ[1] کے بند کا قصہ

ابو زید انصاری نے مجھ سے جس طرح بیان کیا ہے اس کے لحاظ سے

[1] یمن میں ایک محل تھا جس کا نام مأرب تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شاہانِ سبا میں سے ہر ایک بادشاہ کو مأرب کہا جاتا تھا۔ (احمد محمودی از طہطاوی)

عمرو بن عامر کے یمن سے نکلنے کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک چوہے کو دیکھا کہ مأرب کے اس بند میں سوراخ کر رہا ہے جس میں ان کے لیے پانی جمع رہا کرتا تھا اور اسی سے وہ پانی لے کر اپنے صرفے میں لایا کرتے اور جس زمین کو چاہتے اس سے سیراب کرتے تو اس نے سمجھ لیا کہ اب اس حالت میں بند کی سلامتی نہیں۔ اس لیے عزم کر لیا کہ یمن کو چھوڑ کر کہیں دوسری طرف نکل جائے۔ اس کی قوم اس کے اس ارادے میں مانع[۱] ہوئی تو اس نے اپنے چھوٹے لڑکے کو حکم دیا کہ جب وہ اس پر سختی کرے اور اس کو طمانچہ مارے تو وہ بھی اس پر حملہ کرے اور اسے طمانچہ مارے اس کے بیٹے نے ویسا ہی کیا جیسا کہ اس نے اس کو حکم دیا تھا تو عمرو نے کہا کہ میں ایسے شہر میں ہرگز نہ رہوں گا جس میں میرے سب سے چھوٹے لڑکے نے میرے چہرے پر طمانچہ مارا ہے اور اپنا تمام سامان بیچنے[۲] کے لیے بازار میں لا ڈالا پھر (کیا تھا) یمن کے سرآوردہ لوگوں نے کہا کہ عمرو کے غصے کو غنیمت[۳] سمجھو۔ لوگوں نے اس سے اس کا سامان خرید لیا اور وہ اپنے بچوں اور بچوں کے بچوں کو لے کر وہاں سے چل نکلا اس وقت بنی اسد[۴] نے کہا کہ ہم عمرو بن عامر کے چلے جانے کے بعد یہاں نہ رہیں گے چنانچہ انھوں نے بھی اپنا سامان بیچ ڈالا اور اس کے ساتھ نکل گئے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ ادھر ادھر پھرتے پھراتے سکونتی مکانات ڈھونڈتے

---

[۱] اصل میں "فکادہ قومہ" ہے جس کے معنے اس کی قوم مانع ہوئی بھی ہو سکتے ہیں کادہ بہ معنے منع یا کاد کو افعال مقاربہ میں سے لے کر اس کی خبر کو محذوف بھی سمجھا جا سکتا ہے یعنے "کاد قومہ ان یردہ عن ارادتہ" اور کاد کیدہ سے فریب کرنے کے معنی میں بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں قوم مفعول ہو جائے گی یعنے وہ اپنی قوم سے چال چلا (احمد محمودی)

[۲] اصل میں "وعرض اموالہ" ہے اس کے بعد کے فاشتروا منہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنا سامان بیچنے کے لیے گاہکوں پر پیش کیا۔ (احمد محمودی)

[۳] یعنے اس کو چلے جانے دو اس کے بجائے ہم کو حکومت و ریاست حاصل ہو جائے گی (احمد محمودی)

[۴] (الف) میں اسد ہے اور دوسرے نسخوں میں اَزد۔ (احمد محمودی)

عک کی بستیوں میں جا اترے۔ عک نے ان لوگوں سے جنگ کی۔ جنگ میں کبھی ان کو فتح ہوتی تو کبھی اُن کو اسی بارے میں عباس بن مرداس نے وہ شعر کہا ہے جس کو ہم نے اس سے پہلے لکھ دیا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۵)

پھر یہ لوگ وہاں سے بھی نکل کر مختلف بستیوں میں منتشر ہو گئے آل جفنۃ ابن عمرو بن عامر شام میں جا بسے اور اَوس و خزرج یثرب میں خُزاعہ مُرّ میں اور اَزد السّراۃ سراۃ میں اور اَزد عُمّان عمان میں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بند پر سیلاب یعنے طغیانی بھیجی اور اس طغیانی سے یہ بند ٹوٹ گیا اسی واقعہ کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ

جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَّشِمَالٍ كُلُوا

مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ

طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُورٌ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

سَيْلَ الْعَرِمِ ط

بے شبہ قوم سبا کے لیے خود ان کی بستیوں میں[۱] ایک نشانی تھی کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب دو باغ ہیں[۲] اپنے پروردگار کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کھاؤ[۳] اور اس کا شکر بجا لاؤ کہ بہترین شہر

[۱] نعمات الٰہیہ کی۔ [۲] یعنے تمام راستوں کے دونوں جانب صف بستہ درخت اور باغ موجود ہیں جو اعلیٰ تمدن کا نشان ہیں اور ہم نے ان سے کہہ دیا تھا کہ تم۔ [۳] یعنی اللہ تعالیٰ اعلیٰ تمدن کے حاصل کرنے سے منع نہیں فرماتا بلکہ اجازت دیتا ہے کہ اس کی نعمتوں سے استفادہ کرو۔ (احمد محمودی)

ہے[1] اور وہ پروردگار خوب ڈھانک لینے والا ہے[2] انھوں نے اعراض[3] کیا تو ہم نے اُن پر زور کا سیلاب بھیجا[4]

صفہ۱ ابو عبیدہ نے مجھ سے جو باتیں بیان کیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ عَرِم کے معنے سد یعنی بند کے ہیں اور اس کا واحد عَرِمۃ ہے اَعشیٰ نے اشعارِ ذیل کہے ہیں اور یہ اعشیٰ قیس بن ثعلبۃ بن عکابۃ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط بن ہنب ابن اَفصیٰ بن جدیلۃ بن اسد بن ربیعۃ بن نزار بن معد کی اولاد میں سے تھا۔

ابن ہشام نے کہا بعض کہتے ہیں کہ افصیٰ دُعمی بن جدیلہ کا بیٹا تھا اور اعشیٰ کا نام میمون بن قیس بن جندل بن شراحیل بن عوف بن سعد بن ضُبَیعۃ بن قیس ابن ثعلبہ تھا۔

وَفِي ذَالِكَ لِلْمُؤْتَسِي أُسْوَةٌ

وَمَأْرِبُ عَفَّى عَلَيْهَا الْعَرِمْ

یہ واقعہ بربادیٔ بند مأرب نمونے کے طالب کے لیے ایک (عبرتناک) نمونہ ہے کہ سیلاب نے مأرب جیسے محل کی صورت بدل دی[5]

---

[1] جو اس نے تمھیں عنایت فرمایا ہے۔

[2] تمھاری تمام کمزوریوں کو۔

[3] اپنی کمزوریوں کے ڈھانک لینے کی اس سے استدعا کرو لیکن

[4] ایسا نہیں کیا بلکہ۔

[5] اور تالاب کا بند توڑکر اس کی طغیانی سے انھیں تباہ و برباد کر دیا۔

[6] ایسا برباد کر دیا کہ صورت تک نہ پہچانی جائے۔

(احمد محمودی)

رُخَامٌ بَنَتْهُ لَهُمْ حِمْيَرُ

إِذَا جَاءَ مَوَّارُهُ لَمْ يَرِمْ

وہ (سرتاپا سنگ) رخام (کا بند) جسے حمیر نے ان کے لیے بنایا تھا۔ جب کبھی اس میں موجیں آتیں یعنے طغیانی ہوتی تو اس کو ذرا بھی جنبش نہ ہوتی تھی۔

فَأَرْوَى الزُّرُوعَ وَأَعْنَابَهَا

عَلَى سَعَةٍ مَاؤُهُمْ إِذْ قُسِمْ

اس بند کے پانی نے کھیتوں کو سیراب کیا اور اس بستی کے انگور کی بیلوں کو سینچا اور جب وہ (پانی) تقسیم ہوتا تو ان میں اس کی ریل پیل ہوتی تھی۔

فَصَارُوا أَيَادِيَ مَا يَقْدِرُو

نَ مِنْهُ عَلَى شُرْبِ طِفْلٍ فُطِمْ

وہ[1] متفرق ہو گئے یا خالی ہاتھ ہو گئے کہ ایک دودھ چھڑائے ہوئے (معصوم) بچے تک کو اس سے ایک چلّو پلانے کی قدرت نہ رکھتے تھے[2]

یہ اشعار اس کے ایک قصیدے کے ہیں۔

---

[1] اس شان و شوکت کا انجام یہ ہوا کہ۔
[2] یعنے چلّو بھر پانی بھی اس میں باقی نہ رہا۔ (احمد محمودی)

اور اُمیّہ بن ابی الصّلت الثقفی نے ثقیف کا نام قسی بن منبہ بن بکر بن منصور بن عکرمہ ابن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان تھا۔ یہ شعر بھی کہا ہے جو اس کے ایک قصیدے کا ہے۔

مِنْ سَبَا الْحَاضِرِیْنَ مَأْرِبَ إِذْ

یَبْنُوْنَ مِنْ دُوْنِ سَیْلِهِ الْعَرِمَا

ہم قبیلہ سبا میں سے ہیں جو مأرب کے پاس اس وقت موجود تھے جب کہ اس کے پانی کے بہاؤ کے اُس پار لوگ بند باندھ رہے تھے

اور نابغہ جعدی سے بھی اس کے متعلق کچھ اشعار کی روایات کی جاتی ہیں۔ وہ نابغہ جس کا نام قیس بن عبداللہ تھا جو بنی جعدۃ بن کعب بن ربیعۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویۃ بن بکر بن ہوازن میں کا ایک شخص تھا اور یہ ایک طول طویل قصہ ہے اس کے پورے طور پر بیان کرنے سے مجھے اختصار مانع ہے جس کا ذکر میں نے پہلے ہی کر دیا ہے۔

ربیعۃ بن نصر حاکم یمن کا حال اور شق و سطیح کاہنوں کا بیان

ابن اسحٰق نے کہا کہ شاہان تبع میں سے یمن کا ایک حکمران ربیعۃ بن نصر بھی تھا وہ ایک ہولناک خواب دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور اپنی مملکت کے کسی کاہن (پیشین گو) جادوگر فال گو اور نجومی کو نہیں چھوڑا جس کو اپنے پاس نہ بلایا ہو اور ان سے نہ کہا ہو کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے اور میں اس سے بہت ڈر گیا ہوں تم لوگ مجھے وہ خواب اور اس کی تعبیر بتا دو انھوں نے کہا وہ خواب ہم سے بیان کیجیے تو ہم اس کی تعبیر بتائیں گے اس نے کہا اگر میں نے اس کا حال تمھیں بتا دیا تو اس کے متعلق تمھاری تعبیر پر مجھے اطمینان نہ ہو گا کیونکہ اس کی تعبیر اس شخص کے سوا کوئی نہیں جان سکتا جو اس کے بتانے سے

پہلے اسے جان نہ لے ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا اگر بادشاہ کی یہی خواہش ہے تو کسی کو سطیح اور شق[1] کے پاس روانہ کرے کیونکہ اس تعبیر خواب کے معاملے میں ان دونوں سے زیادہ جاننے والا کوئی شخص نہیں بادشاہ جس چیز کے متعلق ان سے سوال کرے گا وہ بتا دیں گے سطیح کا نام ربیع بن ربیعۃ بن مسعود بن مازن بن ذئب ابن عدی بن مازن تھا اور شق، صعب بن یشکر بن رہم بن افرک بن قسر بن عبقر بن انمار بن اراش کا بیٹا تھا۔ اور انمار ابو بجیلہ اور خثعم کے خاندان والے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یمن اور قبیلۂ بجیلہ والوں نے کہا ہے کہ انمار اراش بن لحیان ابن عمرو بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا کا بیٹا ہے۔ بعضوں نے اراش کو عمرو بن لحیان بن الغوث کا بیٹا کہا ہے اور بجیلہ اور خثعم کا خاندان یمنی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ربیعۃ بن نصر شاہ یمن نے انھیں بلا بھیجا تو شق سے پہلے سطیح اس کے پاس آیا بادشاہ نے اس سے وہی کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے اور میں اس سے ڈر گیا ہوں تو مجھے وہ خواب بتا دے۔ اگر تو نے اسے صحیح بتا یا تو میں سمجھوں گا کہ تو اس کی تعبیر بھی صحیح بتا دے گا اس نے کہا ہاں میں بتا دوں گا۔ تو نے ایک شرارہ دیکھا ہے جو اندھیرے سے نکلا پھر تہامہ یعنی نشیبی زمین میں گرا اور پھر اس میں کی ہر دماغ والی چیز (یعنی جان دار) کو کھا گیا۔ بادشاہ نے کہا اے سطیح تو نے اس میں ذرا بھی غلطی نہیں کی۔ اب بتا کہ تیرے پاس اس کی تعبیر کیا ہے اس نے کہا دونوں سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان جتنے حشرات الارض ہیں ان کی قسم کھاتا ہوں کہ تمھاری سرزمین پر حبشی آنازل ہوں گے اور مقامات ابین و جرش[2] کے درمیان کے سارے علاقے کے مالک ہو جائیں گے بادشاہ نے کہا اے سطیح تیرے باپ کی قسم یہ تو ہمارے لیے موجب غیظ و غضب و باعث درد و الم ہے آخر یہ کب ہونے والا ہے کیا میرے اسی زمانے میں یا اس کے بعد اس نے کہا نہیں (تیرے زمانے میں نہیں) بلکہ اس کے بعد ساٹھ یا ستر سال گزرنے پر، پوچھا تو کیا ان کی حکومت ہمیشہ رہے گی یا منقطع ہو جائے گی کہا نہیں ہمیشہ

---

[1] (ب د) میں قیس ہے۔ [2] (ب) میں نزار ہے (احمد محمودی)

نہیں رہے گی ساٹھ ستر سال کے بعد منقطع ہو جائے گی وہ مارے جائیں گے اور اس سرزمین سے نکل بھاگیں گے پوچھا آخران کے قتل و اخراج کس کے ہاتھوں سرانجام پائے گا کہا ارم ذی یزن عدن سے ان پر خروج کرے گا۔ اوران میں سے کسی کو یمن میں نہ چھوڑے گا۔ پوچھا کیا اس کی یہ سلطنت ہمیشہ رہے گی یا منقطع ہو جائے گی کہا (نہیں ہمیشہ نہیں رہے گی) بلکہ منقطع ہو جائے گی۔ پوچھا اس کو کون منقطع کرے گا کہا ایک پاک نبی جس کے پاس عالم بالا سے وحی آئے گی۔ پوچھا یہ نبی کس کی اولاد میں ہوگا کہا غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد میں ایک شخص ایسا ہوگا کہ اس کی قوم میں زمانے کے ختم تک حکومت رہے گی۔ پوچھا کیا زمانے کے لیے اختتام بھی ہے کہا ہاں جس روز پہلے اور پچھلے (سب) جمع ہوں گے نیک لوگ اس روز خوش قسمت ہوں گے اور برے اس روز بدنصیب پوچھا کیا یہ صحیح بات ہے جس کی تم مجھے خبر دے رہے ہو کہا ہاں قسم ہے شفق (کے آجالے) کی اور (رات کے) اندھیری کی اور صبح صادق کی جو اہم خبریں تجھے سنا رہا ہوں وہ بالکل سچ ہے[1]۔ اس کے بعد اس کے پاس شق آیا۔ اس سے بھی اس نے ویسا ہی کہا جیسا سطیح سے کہا تھا لیکن سطیح نے جو کچھ کہا تھا اس نے اس پر ظاہر نہیں کیا تا کہ یہ معلوم

صفحہ ۱۳

---

[1] اس روایت اور اس کے جیسی اور بہت سی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی آپ کے متعلق پیشین گوئیاں کی ہیں اور جب آپ کا زمانۂ ظہور قریب ہوا تو کاہن لوگ عربوں کو آپ کے متعلق بعض امور بتانے لگے لیکن باوجود اس کے عرب ان امور سے غفلت ہی برتتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مبعوث فرما دیا اور جو امور وہ بتایا کرتے تھے وہ واقع ہو کر رہے ربیعۃ بن نصر کا اپنے خواب کی تعبیر کے لیے کاہنوں کو بلانا جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اس امر پر پورے طور پر دلالت کرتا ہے اس کے علاوہ ان روایات میں سے جن کا طبری نے ذکر کیا ہے ایک یہ بھی ہے کہ پرویز بن ہرمز کے خواب میں ایک شخص آیا اور اس سے کہا کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے وہ موٹی لاٹھی والے کو دے دے وہ اس خواب سے بہت دنوں تک خوف زدہ رہا یہاں تک کہ نعمان نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تہامہ میں ظاہر ہونے کے متعلق خط لکھا تو اس نے جان لیا کہ عنقریب حکومت آپ کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ کتب سیر میں اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں (احمد محمودی)

ہو کہ دونوں اس معاملے میں متفق اللفظ رہتے ہیں یا مختلف۔ شق نے کہا ہاں آپ نے شرارہ دیکھا ہے جو اندھیرے میں سے نکلا پھر نشیبی زمین اور ٹیلے کے درمیان آگرا اور اس میں کے ہر ذی روح کو کھا گیا۔ راوی نے کہا کہ جب شق نے بادشاہ سے یہ کہا تو اس نے جان لیا کہ دونوں متفق ہیں اور دونوں کی بات گویا ایک ہی ہے مگر فرق صرف اس قدر ہے کہ سطیح نے کہا تھا کہ نشیبی حصے میں آگرا پھر اس میں کے ہر دماغ والے کو کھا گیا اور شق نے کہا کہ نشیبی زمین اور ٹیلے کے درمیان آگرا اور اس میں کے ہر ذی روح کو کھا گیا پھر بادشاہ نے اس سے کہا اے شق تو نے خواب کے بیان میں تو ذرا بھی غلطی نہیں کی اب بتا کہ تیرے پاس اس کی تعبیر کیا ہے اس نے کہا دونوں سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان کے لوگوں کی قسم کھاتا ہوں کہ تمھاری سرزمین میں سوڈان آنازل ہوں گے اور تمام نرم و نازک سبزہ زاروں پر غلبہ پالیں گے اور ابین سے نجران تک تمام مقامات پر حکمران ہو جائیں گے بادشاہ نے اس سے کہا اے شق تیرے باپ کی قسم۔ یہ تو ہمارے لیے موجب غیظ و غضب اور وجہ درد و الم ہے۔ آخر یہ کب ہونے والا ہے کیا میرے ہی زمانے میں یا اس کے بعد کہا تیرے زمانے میں نہیں بلکہ اس کے کچھ بعد پھر تمھیں ان سے ایک بڑی عظمت و شان والا نجات دلائے گا اور انھیں سخت ذلت کا مزہ چکھائے گا پوچھا آخر یہ عظمت و شان والا کون ہوگا کہا ایک نوجوان جو نہ کمزور ہوگا اور نہ کسی معاملے میں کوتاہی کرنے والا ذی یزن کے خاندان میں سے ایک شخص ان کے مقابلے کے لیے اٹھے گا اور وہ ان میں سے کسی کو یمن میں نہ چھوڑے گا پوچھا کیا اس کی سلطنت ہمیشہ رہے گی یا وہ بھی چند روز میں ختم ہو جائے گی کہا نہیں وہ بھی ہمیشہ نہ رہے گی بلکہ ایک خدا کے بھیجے ہوئے کی وجہ سے ختم ہو جائے گی جو صداقت و انصاف دین داروں اور فضیلت والوں میں پیش کرے گا اس کی قوم میں حکومت فیصلے کے دن تک رہے گی پوچھا فیصلے کا دن کیا ؟ کہا وہ دن جس میں حکام کو بدلہ دیا جائے گا اس روز آسمان سے پکار ہوگی جس کو زندہ اور مردہ سب سنیں گے اس روز لوگ ایک وقت معین پر جمع کیے جائیں گے پرہیزگاروں کو اس روز کامیابی اور (اقسام کی) بھلائیاں نصیب ہوں گی پوچھا گیا جو کچھ تو کہہ رہا ہے یہ صحیح ہے کہا ہاں آسمان و زمین اور جو

پھر ان دونوں کے درمیان رفعت دیتی ہے ان کی قسم جو اہم خبریں نے تجھے دی
ہے وہ بے شبہہ سچی ہے اس میں کسی قسم کے شک یا غلطی کا امکان نہیں۔
ابن ہشام نے کہا امض کے معنی شک کے ہیں اور یہ حمیری زبان کا لفظ
ہے اور ابو عمرو نے کہا امض کے معنے باطل اور غلط کے ہیں۔
(غرض) ان دونوں نے جو کچھ کہا وہ ربیعۃ بن نصر کے دل میں جم گیا اور
اس نے اپنے گھر والوں اور بچوں کے لیے سامان ضروری تیار کر کے انھیں عراق صلا
کی جانب روانہ کر دیا اور شاہان فارس میں سے ایک بادشاہ کے نام جس کا نام
شاپور بن خرزاذ تھا ان کے لیے ایک خط لکھ دیا اس نے انھیں حیرہ میں
بسا لیا اور اسی ربیعۃ بن نصر کی پسماندہ اولاد میں سے نعمان بن منذر ہے اور وہ
یمنی نسب اور یمن والوں کے علم کے لحاظ سے منذر بن نعمان بن منذر بن عمرو
ابن عدی بن ربیعۃ بن نصر کا بیٹا ہے جو یمن کا بادشاہ تھا۔
ابن ہشام نے کہا کہ خلف احمر نے جو خبریں مجھے دیں اس میں سلسلۂ نسب
نعمان بن منذر بن منذر ہے۔

ابوکرب تبان اسعد کا ملک یمن پر غلبہ اور یثرب[۱] اول کے ساتھ اس کی جنگ

ابن اسحٰق نے کہا پھر جب ربیعۃ بن نصر مر کھپ گیا تو تمام یمن کی حکومت
حسان بن تبان اسعد ابوکرب کو مل گئی اور یہ تبان اسعد تبع ثانی کہلاتا ہے
جو کلیکرب بن زید کا بیٹا ہے اور زید تبع اول کہلاتا ہے جو عمرو ذوالاذعار بن
ابرہہ ذی المنار بن الریش کا بیٹا ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے الرائش کہا ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ وہ بیٹا ہے عدی بن صیفی بن سبا الاصغر بن کعب
کہف الظلم بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویۃ بن جشم بن عبد شمس بن

ص۱۵ وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن الہمیسع بن العرنجج حمیر ابن سبا الاکبر بن یعرب بن یشجب بن قحطان کا۔
ابن ہشام نے کہا کہ سلسلۂ نسب یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا یہ تبان اسعد ابوکرب وہی ہے جو مدینۂ (منورہ) آیا اور مدینے کے یہود کے دو عالموں کو وہاں سے یمن لے گیا اور بیت الحرام کی تعمیر کی اور اس پر غلاف چڑھایا اور اس کی حکومت ربیعۃ بن نصر کی حکومت سے پہلے تھی۔
ابن ہشام نے کہا یہ وہی ابوکرب ہے جس کے متعلق یہ شعر زبان زد عام ہے۔

لَيتَ حَظّي مِنْ أَبي كَرِبِ

أَنْ يَسُدَّ خَيرُهُ خَبلَهْ

کاش مجھے ابوکرب کی جانب سے (صرف اسی قدر) نفع ہوتا کہ اس کی نیکی اس کے فساد کو روک دیتی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب وہ مشرق سے آیا تو مدینۂ (منورہ) کو اپنا راستہ بنایا تھا اور ابتداءً جب وہ وہاں سے گزرا تھا تو وہاں کے رہنے والوں کو اس نے برافروختہ نہیں کیا تھا اور وہ اپنے بیٹے کو ان میں چھوڑ گیا تھا جو ایک اچانک حملے میں قتل کر دیا گیا اس لیے وہ وہاں اس عزم سے آیا کہ مدینۂ منورہ کو برباد کردے اور وہاں کے رہنے والوں کو نیست و نابود کر ڈالے وہاں کی کھجور کے پیڑوں کو کاٹ ڈالے تو اس کے مقابلے کے لیے انصار کا یہ قبیلہ متحد ہو گیا جن کا سردار بنی نجار کا ایک فرد عمرو بن طلۃ تھا جو بنی عمرو بن مبذول میں کا ایک شخص ہے اور مبذول کا نام عامر بن مالک بن نجار ہے اور نجار کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر ہے۔

ابن ہشام نے کہا عمرو بن طَلَّة بن معاویۃ بن عمرو بن عامر بن مالک بن النجار ہے اور طَلَّة اس کی ماں کا نام ہے اور وہ عامر بن زُرَیق بن عبد حارثۃ بن مالک بن غَضْب بن جُشَم بن الخزرج کی بیٹی تھی۔ ص ۱۶

ابن اسحٰق نے کہا بنی عدی بن النجار میں کے ایک شخص نے جس کا نام احمر تھا تبع والوں میں کے ایک شخص پر اس وقت حملہ کر دیا جب وہ ان کے پاس آئے ہوئے تھے اور اس کو قتل کر ڈالا اس کی تفصیل یہ ہے کہ:۔

احمر نے اس شخص کو اپنے بار دار درختوں کے پاس کھجوروں کے خوشے کاٹتا ہوا پایا۔ تو اس نے درانتی سے اس کو مارا اور قتل کر ڈالا۔ اور کہا کہ کھجوریں تو اسی کی ہیں جس نے اس کی تابیر[1] کی ہو اس واقعے نے ان سے تبع کے کینے کو اور بڑھا دیا اور جنگ شروع ہو گئی انصار کا دعوٰی ہے کہ وہ ان سے دن میں جنگ کرتے تھے اور رات میں ان کی ضیافت کرتے تو تبع کو ان کا یہ برتاؤ بہت ہی عجیب معلوم ہوتا اور کہتا خدا کی قسم ہماری قوم بڑی شریف ہے تبع ان کے ساتھ جنگ ہی میں تھا کہ اس کے پاس بنی قریظۃ کے علماء یہود میں سے دو عالم آئے۔ اور قریظۃ۔ نَضیر نجّام[2] اور عمرو جس کا نام ہُدَل بھی تھا یہ سب کے سب بنو الخزرج بن الصریح بن التوءمان بن السبط بن الیسع بن سعد بن لاوی بن خیر ابن النجام[3] بن تخوم بن عازر بن عزرا ابن ہارون بن عمران بن یصھر بن قاہث[4] ابن لاوی بن یعقوب اسرائیل[5] اللہ بن اسحٰق بن ابراہیم خلیل الرحمٰن (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

---

[1] پھل آنے کے لیے نر درخت کا پھول مادہ درخت کے پھول میں ڈالنے کو تابیر کہتے ہیں (احمد محمودی)

[2] (الف ب ج) نجام باجیم (د) نحام باحائے حطی۔

[3] حسب نشان (۲)

[4] (الف) قاھت (ب ج د) قاھث

[5] اسرائیل کے معنے منتہی الارب میں عبداللہ کے لکھے ہیں اسر بہ معنی قیدی۔ بندہ اور ایل بہ معنی اللہ اس لحاظ سے اسرائیل اللہ میں اضافت الٰی نفسہ لازم آ کر تکرار بے معنی ہو جائے گی منجد میں ایل کے معنے قوی و قدیر کے لکھے ہیں اس طرح اسرائیل اللہ کے معنے عبداللہ القوی ہو سکتے ہیں۔ (احمد محمودی)

صلا کی اولاد ہیں۔

یہ دونوں عالم علم میں بڑا پایہ رکھتے تھے جب انھوں نے سنا کہ تبع مدینہ اور اہل مدینہ کے برباد کرنے کا قصد رکھتا ہے تو دونوں نے اس سے کہا اے بادشاہ تو ایسا نہ کر اور اگر تو اپنے ارادے سے باز نہ آیا تو تیرے اور اس کے درمیان کسی نہ کسی قسم کی روک پیدا ہو جائے گی[1]۔ اور ہم تجھے کسی نہ کسی فوری سزا پانے سے بھی محفوظ خیال نہیں کرتے اس نے ان دونوں سے کہا یہ کس لیے انھوں نے کہا اس لیے کہ وہ مقام ہجرت نبی ہے جو اسی حرم سے قریش کے قبیلے میں سے آخر زمانے میں نکلے گا اور مدینۂ منورہ اس نبی کا گھر اور مستقر ہوگا آخر وہ اس خیال سے باز آگیا اس نے سمجھ لیا کہ ان دونوں کو[2] علم ہے اور جو جو باتیں ان سے سنیں ان کو پسند کیا اور مدینے سے لوٹ گیا اور انھیں کے مذہب کی پیروی شروع کر دی۔

خالد بن عبد العزّیٰ بن غزیّۃ بن عمرو بن عبد عوف بن غنم بن مالک ابن النجّار، عمرو بن طلّۃ پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

أَصَحَا أَمْ قَدْ نَهَى ذُكَرَهُ

أَمْ قَضَى مِنْ لَذَّةٍ وَطَرَهُ

کیا تبع (مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور عمرو بن طلۃ کے جیسے بہادر کے مقابلے کی مشکلوں کو) بھولا ہوا تھا اور اب ہوش میں آیا ہے یا اس نے عمداً اس بات کو یاد آنے سے روک دیا تھا یا وہ زندگی کی لذت (اور آرزوؤں اور ارمانوں) سے (سیر اور) فارغ ہو چکا ہے[3]

---

[1] یعنے اللہ تعالیٰ اسباب باطنی کے ذریعے تجھے بربادی مدینۂ منورہ سے روک دے گا۔

[2] کتب سابقہ کے ذریعے آنے والے واقعات کا۔

[3] اور اسے اپنی زندگی دو بھر ہو چکی ہے کہ اسے اپنی بربادی کا کوئی خوف باقی نہیں رہا۔ (احمد محمودی)

أَمْ تَذَكَّرْتَ الشَّبَابَ، وَمَا

ذِكْرُكَ الشَّبَابَ أَوْ عُصُرَهْ

یا اے تبع تجھے اپنی جوانی یاد آگئی اور اپنی جوانی کے گھمنڈ میں نتائج سے بے پروائی کر رہا ہے لیکن تیری جوانی کے زمانے یا اس جوانی کی یاد سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

إِنَّهَا حَرْبٌ رَبَاعِيَةٌ

مِثْلُهَا أَتَى الْفَتَى عِبَرَهْ[1]

یہ کوئی معمولی جنگ نہیں یہ تو وہ چار کوچلیوں والی شیرانہ جنگ ہے کہ اس کے جیسی جنگیں ایک نوعمر نوجوان کے لیے موجب عبرت اور تجربہ آموز ہیں۔

فَاسْأَلَا عِمْرَانَ أَوْ أَسَدًا

إِذْ أَتَتْ عَدْوًا[2] مَعَ الزُّهَرَهْ

اے میرے ساتھیو ذرا تم دونوں بنی عمران یا بنی اسد سے

---

[1] نسخہ (الف) غیرہ (ب ج د) عبرۃ، غیرہ کی صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے جیسی جنگیں نوجوان پر حوادث زمانہ لاتی ہیں لیکن مجھے وہ نسخہ جس کو میں نے متن میں رکھا ہے مرجح معلوم ہوتا ہے۔

[2] نسخہ (الف) غدوا (ب ج د) عدوا نسخہ اول کے معنی صبح سویرے دوم کے معنی دوڑتے ہوئے تیزی سے۔ (احمد محمودی)

اس وقت کی حالت کو تو دریافت کرلو جب کہ زہرہ کے طلوع کے ساتھ ساتھ صبح سویرے ایک بڑا لشکر تیزی سے آدھمکا۔

فَيْلَقٌ فِيهَا أَبُو كَرِبٍ

سُبَّغٌ أَبْدَانُهَا ذَفِرَةْ

بڑا لشکر جس میں ابو کرِب قائد تھا ان لشکر والوں کی زرہیں بڑی بڑی اور فولاد کی بو سے بچی تھیں۔

ثُمَّ قَالُوا مَنْ يُؤَمُّ بِهَا ؟

ص ۱۸

أَبَنِي عَوْفٍ أَمِ النَّجَرَةْ[1]

پھر انھوں نے کہا اس لشکر کو لے کر کس کا قصد کیا جائے یا کس سے مقابلہ کریں کیا بنی عوف سے یا بنی نجار سے۔

بَلْ بَنِي النَّجَّارِ إِنَّ لَنَا

فِيهِمُ قَتْلَى وَ إِنَّ تِرَةْ

(نہیں کسی دوسرے سے ہم مقابلہ نہ کریں گے) بلکہ بنی النجار ہی سے مقابلہ کریں گے کیونکہ ہمارے آدمیوں کو انھوں نے ہی قتل کیا اور بے شک ہمیں انھیں سے بدلہ لینا ہے۔

[1] نسخہ (الف) يؤم - نسخہ (ب ج د) نؤم - پہلی صورت میں فعل مجہول ہوگا دوسری میں معروف - (احمد محمودی)

فَتَلَقَّتْهُمْ مُسَايَفَةٌ

مَدُّهَا كَالْغَبْيَةِ النَّثِرَهْ [1]

پس انھوں نے ان سے شمشیر زنی شروع کی ان کا سیلاب
بارش کے اس سیلاب کی طرح تھا جو نشیب کی جانب زور سے رواں ہو

فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ طَلَّةَ

مَلَّى الْإِلٰهُ قَوْمَهُ عُمُرَهُ

انھیں میں عمرو بن طلّۃ بھی تھا اللہ اس کی قوم کو اس کی
عمر سے متمتع کرے یعنے اللہ اس کو بہت دنوں زندہ رکھے۔

سَيِّدٌ سَامَ الْمُلُوكَ وَمَنْ

رَامَ عَمْرًا لَا يَكُنْ قَدَرَهْ

وہ ایسا سردار ہے جس نے بہت سے بادشاہوں پر
برتری حاصل کر لی ہے جو شخص بھی عمرو کے مقابلے یا اس کو ضرر
پہنچانے کا ارادہ کرے خدا کرے کہ وہ اس پر قدرت نہ پائے
اور یہ انصار کے قبیلے والے دعویٰ کرتے ہیں کہ تبع ان یہود قبائل سے جو

---

[1] نسخہ (الف) كالغيبة النثره (ب) كالغيبة النثره (ج) كالغيبة النثره (د)
كالغبة النثره - غیبہ کے معنے پانی کا بہت بڑی مقدار میں انڈیلا جانا نثر کے معنے بکھیرنے
اور کثرت کے ہیں یعنے ان کا سیلاب ایسا تھا گویا بہت سی مقدار میں پانی انڈیلا جا رہا ہے
اور غبہ کے معنے بہت دنوں کے بعد آنے والا۔ نثر کے معنے بہت زور سے نچوڑنا۔
(احمد محمودی)

ان سے پہلے تھے کینہ ہی رکھتا تھا وہ تو انھیں برباد ہی کر دینا چاہتا تھا لیکن انھوں نے اس کو ان سے روکا یہاں تک کہ وہ ان کے پاس سے لوٹ گیا اور اسی لیے کسی شاعر نے اپنے شعر میں کہا:۔

مَا بَالُ نَوْمِکَ مِثْلُ نَوْمِ الْاَرْمَلِ

اَرِقًا کَاَنَّکَ لَا تَزَالُ تَسَهَّدُ

تیری نیند کو کیا ہو گیا ہے کہ بیداری کے سبب سے آشوب چشم والے کی سی نیند ہو گئی ہے۔ گویا کہ تو ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔

حَنَقًا عَلَی سِبْطَیْنِ حَلَّا یَثْرِبًا

أَوْلَی لَهُمْ بِعِقَابِ یَوْمٍ مُفْسِدِ

کہ ان دو قبیلوں سے کینہ وری کے سبب جو یثرب میں وطن پذیر ہو گئے ہیں گویا رات بھر جاگتا ہی رہتا ہے اور یثرب پر حملہ کرنے کی فکر میں لگا ہے اور جنگ و جدل کی سزا کے لیے ایسے ہی لوگ زیادہ سزاوار ہیں۔

ابن ہشام نے کہا جس قصیدے میں یہ شعر ہے وہ مصنوعی ہے اور

لہ نسخہ (الف) کے سوا یہ شعر کسی نسخہ میں متن کتاب میں نہیں نسخہ (ب) کے حاشیے پر یہ شعر الفاظ کے تفاوت کے ساتھ موجود ہے اس میں ہے۔

مابال عینک لا تنام کانما	تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ سوتی ہی نہیں گویا کہ ان میں کالے سانپ کا زہر بطور
کحلت ماقیها بسم الاسود	سرمہ لگایا ہے۔ (احمد محمودی)

اسی وجہ سے ہم اس کے لکھنے سے باز رہے۔ ص۱۹
ابن اسحٰق نے کہا کہ تبعؔ اور اس کی قوم بت پرست تھی بتوں کو پوجا
کرتی تھی جب اس نے مکے کا رخ کیا جو یمن کو جاتے وقت اس کے راستے ہی
میں واقع تھا اور عسفان اور اُمج کے درمیان کسی مقام پر پہنچا تو اس کے
پاس ہذیل بن مُدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد میں کی ایک جماعت
آئی اور انھوں نے کہا اے بادشاہ کیا ہم آپ کو ایک چھپا ہوا خزانہ نہ بتادیں
جس میں موتی زمرد یاقوت اور سونا چاندی بہ کثرت موجود ہے جس سے آپ
سے پہلے کے بادشاہ غافل رہے۔ اس نے کہا کیوں نہیں ضرور بتادو۔
انھوں نے کہا مکے میں ایک گھر ہے اس بستی مکے کے رہنے والے اس گھر
کی پرستش کرتے ہیں اور اس کے پاس نمازیں پڑھتے ہیں یا دعائیں مانگتے
ہیں۔ قبیلۂ بنی ہذیل نے تو صرف یہ چاہا تھا کہ تبع کو اس ذریعے سے برباد کردیں
کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہوں میں سے جس نے اس کے ساتھ بدی کا ارادہ
کیا یا وہاں سرکشی کرنا چاہا وہ برباد ہوگیا۔ لیکن جب اس نے ان کے کہنے کے
موافق کرنے کا عزم کرلیا تو ان دونوں عالموں کو بلایا اور ان سے اس کے متعلق دریافت
کیا ان دونوں نے کہا اس قوم نے تجھے اور تیری قوم کو برباد کردینا چاہا ہے ہم
اس گھر کے سوا کوئی اور گھر ایسا نہیں جانتے جس کو اللہ نے زمین میں اپنے
لیے بنایا ہو اگر تو نے ویسا ہی کیا جس پر تجھے ان لوگوں نے ابھارا ہے تو تو اور
تیرے ساتھ جو جو ہوں گے سب تباہ ہو جائیں گے اس نے کہا تو پھر تم دونوں کا
کیا مشورہ ہے جب میں وہاں جاؤں تو کیا کروں انھوں نے کہا وہاں کے لوگ
اس گھر کے پاس جو کچھ کرتے ہیں تو بھی وہی کر اس کا طواف کر اس کی تعظیم و تکریم
کر اور اس کے پاس اپنا سر منڈوا اور خشوع و خضوع (اور عجز و انکسار اختیار)
کر۔ حتیٰ کہ تو وہاں سے نکل جائے۔ اس نے کہا تم اس طرح کیوں نہیں کرتے
انھوں نے کہا سن واللہ بے شبہ وہ ہمارے باپ ابراہیم کا گھر ہے اور اس میں ص۲۰
کسی قسم کا شک نہیں کہ واقعہ ٹھیک ٹھیک ویسا ہی ہے جیسا ہم نے تجھ سے
کہا ہے لیکن وہاں کے رہنے والوں نے اس گھر کے اطراف بت نصب کرکے

اور ان کے آگے قربانیاں کر کے ہمارے اور اس گھر کے درمیان دیوار حائل کر دی ہے اور وہ نجس اور مشرک بھی ہیں۔ یہی یا اسی طرح کے الفاظ انھوں نے کہے[۱] (غرض) وہ ان کی بات کی سچائی اور ان کے خلوص و خیر خواہی کا معترف ہو گیا اور ہذیل کے مذکورہ لوگوں کو بلوایا اور ان کے ہاتھ کاٹ دیے اور خود آگے چلا یہاں تک کہ مکے میں آیا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور اس کے پاس اونٹ ذبح کیے اور اپنا سر منڈوایا اور اس عام روایت کے مطابق جو لوگوں میں مشہور ہے وہ مکے میں چھ روز رہا ان دنوں میں لوگوں کے لیے جانور ذبح کیا کرتا اور وہاں کے رہنے والوں کو کھانا کھلاتا اور شہد پلاتا رہا اور اسے خواب میں بتایا گیا یعنے حکم دیا گیا کہ وہ بیت اللہ پر غلاف چڑھائے چنانچہ اس نے بیت اللہ پر ٹاٹ[۲] کا غلاف چڑھایا پھر اسے بتایا گیا کہ اس سے بہتر غلاف چڑھائے تو اس نے اس پر معافر[۳] کا غلاف چڑھایا پھر اسے بتایا گیا کہ اس پر اس سے بہتر غلاف چڑھائے تو اس نے اس پر ملاء[۴] اور وصائل[۵] کا غلاف چڑھایا اور عرب کے خیال کے موافق تبع پہلا شخص ہے جس نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا اور اس کے متنظمین کو جو بنی جرہم سے تھے (ہمیشہ غلاف چڑھاتے

ص۲۱

[۱] ان الفاظ سے راوی یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اسے ان دونوں کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ یقینی طور پر یاد نہیں ہیں اس لیے روایت بالمعنے کی گئی ہے اور یہ الفاظ روایت بالمعنیٰ کی جانب بطور اشارہ ذکر کیے گئے ہیں۔ (احمد محمودی)

[۲] اصل میں لفظ خصف ہے جو خصفہ کی جمع ہے جس کے معنے موٹے کپڑے یا کھجور کے پتوں اور ریشوں سے بنی ہوئی چیز کے ہیں جس کو ہم ٹاٹ کہہ سکتے ہیں۔ (احمد محمودی)

[۳] معافر ایک شہر کا نام ہے جو یمن میں تھا جس کی طرف ایک خاص قسم کا کپڑا منسوب تھا۔

[۴] ملاء اس چادر کو کہتے ہیں جس میں دو پاٹ ملا کر سیے گئے ہوں۔ (احمد محمودی)

[۵] وصائل بھی ایک قسم کا کپڑا تھا جو یمن سے آتا تھا (احمد محمودی)

رہنے کی، وصیت کی۔ اور اسے پاک[1] صاف رکھنے کا حکم دیا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ خون مردار اور نجس[2] چیتھڑے اس کے نزدیک نہ آنے دیں اور اس کے لیے دروازہ اور قفل کنجی بنوائی تو سُبَیعَہ بنت الاَحَبّ[3] بن جذیمۃ بن عوف بن نصر بن معاویۃ بن ہَوازن بن منصور بن عِکرِمۃ بن خَصَفَۃ بن قیس بن عیلان نے جو عبد مناف بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّۃ بن کعب بن لُؤیّ بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ کے پاس یعنے اس کی زوجیت میں تھی اشعار ذیل کہے ہیں جس میں اپنے بیٹے کو جس کا نام خالد تھا اور جو عبد مناف ہی کے نطفے سے تھا مخاطب کر کے حرمت مکہ کی عظمت جتائی ہے اور اس کو حرم میں بغاوت کرنے سے منع کیا ہے۔ تبع اور اس کا عجز و انکسار اور کعبۃ اللہ کے لیے جو جو کام اس نے کیے تھے ان سب کا ذکر کیا ہے۔

ص ۲۲

أَبُنَيَّ لَا تَظْلِمْ بِمَكَّةَ لَا الصَّغِيرَ وَلَا الْكَبِيرْ

اے میرے پیارے بیٹے مکے میں ظلم و ستم نہ کر نہ چھوٹوں پر اور نہ بڑوں پر۔

---

[1] دوسرے نسخوں میں "امرھم بتطہیرہ" ہے اور نسخہ الف میں "بتطہیرہ" ہے جو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)
[2] نسخہ (الف) میں "مبلاثا وھی الحائض" لکھا ہے اور نسخہ (ب) میں "مُئلاۃ وھی المحائض" ہے اور نسخہ (ج) میں مئلاتا وھی المحائض ہے سب میں زیادہ صحیح اس مقام پر نسخہ (ب) ہے اور نسخہ (الف) سب سے زیادہ غلط ہے مئلاۃ کے معنے خرقۃ المحیض ہے یعنے حیض کے چیتھڑے جس کی جمع آلی ہے۔ نسخۂ (الف) کا مبلاث ہمیں کسی لغت میں نہیں ملا اور پھر اس کی تفسیر الحائض سے کی گئی ہے جو کسی دوسرے نسخے سے مطابق نہیں [3] (الف، ب) الاحب باحاء حطی (ج۔ د) الاجب باجیم۔ سہیلی نے لکھا ہے کہ اہل نسب حاء مہملہ سے کہتے ہیں لیکن ابو عبیدہ نے جیم سے لکھا ہے۔ (احمد محمودی)

وَاحْفَظْ مَحَارِمَهَا، بُنَيَّ، وَلَا يَغُرَّنْكَ الْغَرُورُ[1]

بیٹے اس کی قابل عظمت چیزوں کی حفاظت کر دیکھ کہیں تجھے غلط باتیں دھوکے میں نہ ڈال دیں۔

أَبُنَيَّ، مَنْ يَظْلِمْ بِمَكَّةَ يَلْقَ أَطْرَافَ الشُّرُورِ

بیٹے جو شخص مکے میں ظلم کرتا ہے اسے انتہائی برے نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔

أَبُنَيَّ، يُضْرَبْ وَجْهُهُ
وَيَلُحْ[2] بِخَدَّيْهِ السَّعِيرُ

بیٹے ایسے شخص کے منہ پر مار پڑے گی اور بھڑکتی آگ اس کے نرم و نازک رخساروں کی شکل بگاڑ دے گی۔

أَبُنَيَّ قَدْ جَرَّبْتُهَا
فَوَجَدْتُ ظَالِمَهَا يَبُورُ

بیٹے میں نے اسے بہت آزمایا ہے اس میں ظلم کرنے والے کو ہلاک ہوتے ہی پایا ہے۔

---

[1] نسخہ (الف) کے سوا تمام نسخوں میں یغرنک یائے تحتانیہ سے ہے۔ جس کے معنی کہیں شیطان تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے ہیں۔ کلام مجید میں ولا یغرنکم باللہ الغرور ہے جس کی تفسیر شیطان ہی سے کی گئی ہے (الف) میں تائے فوقانیہ سے ہے اگر تائے فوقانیہ سے پڑھا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ دھوکے میں ڈالنے والی چیزیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال دیں (احمد محمودی)

[2] (الف) اور (ب) میں یلح باحائے حطی اور (ج د) میں باجیم ہے جس کے معنی اپنے نرم نازک رخسار لیے آگ میں داخل ہوگا۔ (احمد محمودی)

وَمَا آمَنَهَا اللهُ

بُنِيَتْ بِعَرْصَتِهَا قُصُورُ

اسے اور اس کے صحن میں جتنے محل بنائے گئے ہیں
اللہ نے ان (سب) کو امن چین عنایت فرمایا ہے۔

وَاللهُ آمَنَ طَيْرَهَا

وَالْعُصْمُ تَأْمَنُ فِي ثَبِيرٍ

اللہ نے اس کے پرندوں کو بھی امن چین عطا فرمایا ہے
اور کوہ ثبیر میں ہرنیاں (یا جنگلی بکریاں) بھی امن چین سے رہتی ہیں۔

وَلَقَدْ غَزَاهَا تُبَّعٌ

فَكَسَا بَنِيَّتَهَا الْحَبِيرُ

اور بے شک تبع نے اس عظمت والے گھر کا قصد کیا
ہے یعنی اس کی زیارت کے لیے آیا ہے اور اس کی عمارت
پر نیا نرم اور منقش غلاف چڑھایا ہے۔

وَأَذَلَّ رَبِّي مُلْكَهُ

فِيهَا فَأَوْفَى بِالنُّذُورِ

اور میرے پروردگار نے اس کے ملک کو اس کا مطیع و
فرمانبردار بنا دیا تو اس نے اس میں نذریں دگذرانیں اور جو نذریں

کی تھیں) پوری کیں۔

يَمْشِي إِلَيْهَا حَافِياً

بِفِنَائِهَا[1] أَلْفَا بَعِيرٍ

(دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ) وہ اس گھر کی جانب ننگے پاؤں جا رہا ہے اور اس گھر کے صحن میں دو ہزار اونٹ (قربانی اور مہمانوں کی ضیافت کے لیے) موجود ہیں۔

ص ۲۳

وَيَظَلُّ يُطْعِمُ أَهْلَهَا

لَحْمَ الْمَهَارِي وَالْجَزُورِ

اور وہ وہاں رہنے والوں کو اعلیٰ درجے کے اونٹوں اور دوسرے ذبح کرنے کے قابل جانوروں کا گوشت کھلائے جا رہا ہے۔

يَسْقِيهِمُ الْعَسَلَ الْمُصَفَّى

وَالرَّحِيضَ مِنَ الشَّعِيرِ

وہ انھیں چھنا ہوا شہد پلائے جا رہا ہے اور دھوئی ہوئی پاک صاف آش جو پلائے جا رہا ہے۔

وَالْفِيلُ أُهْلِكَ جَيْشُهُ يُرْمَوْنَ فِيهَا بِالصُّخُورِ

اور ہاتھی والا لشکر برباد کر دیا گیا اور دیکھنے والے

---

[1] نسخہ (الف) کے سوا تمام نسخوں میں "بفنائہا" فے سے ہے صرف نسخہ (الف) میں "بغنائہا" غین سے ہے جس کے کوئی مناسب معنے سمجھ میں نہیں آئے۔ (احمد محمودی)

دیکھ رہے تھے کہ ان پر اس بستی میں چٹانیں برس رہی ہیں۔

وَالْمَلِكُ فِی أَقْصَى الْبِلَا
دِ وَفِی الْأَعَاجِمِ وَالْجَزِیرْ

اور اس کے بادشاہ کو مکے سے دور دراز شہروں اور
بیرون عرب ملکوں اور جزیروں میں ہلاک کر دیا گیا۔

فَاسْمَعْ إِذَا حُدِّثْتَ وَافْهَمْ
كَیْفَ عَاقِبَةُ الْأُمُورْ

جو کچھ تجھ سے بیان کیا گیا اسے سن اور انجام کار کیا ہوگا
اسے سمجھ لے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ اشعار مقید ہیں اور مقید اشعار ان اشعار کو کہتے ہیں جن کو رفع نصب جر کوئی اعراب نہیں دیا جاتا یعنے ان پر وقف کیا جاتا ہے۔
پھر (تبع) نے اس کے ساتھ جو لشکر تھا اس کو اور ان دونوں عالموں کو لے کر یمن کا رخ کیا اور مکے سے نکل کر چلا گیا۔ اور جب یمن میں داخل ہوا تو اپنی قوم کو اس مذہب کی طرف دعوت دی جس میں وہ خود داخل ہو چکا تھا انھوں نے اس کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور اس سے فیصلۂ ثالثی کا مطالبہ کیا کہ اس آگ کی طرف دونوں رجوع کریں جو یمن میں تھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ابو مالک بن ثعلبۃ بن ابو مالک القرظی نے ابراہیم بن محمد بن طلحۃ بن عبید اللہ کی روایت سے بیان کیا کہ تبع جب یمن میں داخل ہونے کے قریب ہوا تو بنی حمیر نے اس کو یمن میں آنے سے روکا اور انھوں نے کہا کہ جب تک ہم ہیں تو اس بستی میں داخل نہ ہو سکے گا یعنے ہم تجھے اس بستی[1] میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ کیونکہ تو نے ہمارے دین سے

---

[1] تمام نسخوں میں لاندخل علینا ہے اور نسخہ (الف) میں علینا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں خیال کیا جا سکتا (احمد محمودی)

ملحدگی اختیار کرلی ہے اس نے انھیں اپنے دین کی دعوت دی اور کہا یہ دین تمھارے دین سے بہتر ہے انھوں نے کہا اچھا تو پھر آگ کے فیصلہ ثالثی کو تسلیم کر اس نے کہا بہت اچھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ یمن والوں کے خیال کے موافق یمن میں ایک آگ تھی جو ان کے مختلف امور میں ان کے مابین ثالثی فیصلہ صادر کیا کرتی تھی ظالم کو کھا جاتی اور مظلوم کو کچھ ضرر نہ پہنچاتی۔ آخر اس کی قوم اپنے بتوں اور ان چیزوں کے ساتھ نکلی جن کے ذریعے وہ لوگ اپنے دین میں تقرب خداوندی حاصل کرنے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ اور وہ دونوں عالم بھی اپنی گردنوں میں اپنی کتابیں حمائل کیے ہوئے نکلے۔ حتیٰ کہ سب کے سب اس مقام پر جا بیٹھے جہاں سے وہ آگ نکلا کرتی تھی پس وہ آگ نکلی اور انکی طرف بڑھی اور جب وہ ان کی سمت بڑھی تو وہ اس سے کترانے لگے اور اس سے خوف زدہ ہو گئے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے انھوں نے ان کو ابھارا اور صبر کی ترغیب دی۔ وہ جمے رہے یہاں تک کہ آگ اُن پر چھا گئی بتوں اور تمام اس سامان تقرب کو جو ان کے ساتھ تھا اور ان حمیری لوگوں کو جو اس سامان کے حامل تھے سب کو کھا گئی اور وہ دونوں عالم اپنی گردنوں میں اپنی کتابیں حمائل کیے پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہوا باہر نکل آئے اور آگ نے انھیں کچھ ضرر نہ پہنچایا پھر کیا تھا سب کے سب حمیری اس کے مذہب پر متفق ہو گئے۔ اسی وقت سے اور اسی واقعے کے سبب سے یمن میں یہودیت کی بنا پڑ گئی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ایک بیان کرنے والے نے بیان کیا کہ وہ دونوں عالم اور حمیریوں میں سے جو لوگ نکلے تھے انھوں نے اس آگ کا اس لیے پیچھا کیا تھا کہ اس کو لوٹا دیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ جس نے اس کو لوٹا دیا وہی حق سے زیادہ قریب ہے۔ پس چند حمیری اپنے بتوں کو ساتھ لے کر اس کو لوٹانے کے لیے اس کے پاس گئے وہ آگ بھی ان سے قریب ہوئی کہ انھیں کھا جائے لیکن وہ اس سے کترا کر نکل گئے اور اس کو لوٹا نہ سکے اور وہ دونوں عالم اس کے بعد اس کے پاس گئے اور توریت پڑھنے

لگے۔ اور وہ آگ ان کے پاس سے پیچھے ہٹنے لگی یہاں تک کہ ان دونوں نے اس کو اس مقام تک ہٹا دیا جہاں سے وہ نکلی تھی آخر حمیریوں نے بالاتفاق ان دونوں کے مذہب پر بیعت کرلی اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان دونوں میں کونسی بات واقعی تھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اہل یمن کا ایک گھر رئام نامی تھا جس کی وہ عظمت کیا کرتے اور اس کے پاس قربانی کیا کرتے تھے اور اس سے باتیں کیا کرتے۔ کیونکہ وہ مشرک تھے۔ ان دونوں عالموں نے تبع سے کہا کہ وہ تو شیطان ہے وہ انھیں اس ذریعے سے فتنے میں ڈال رہا ہے تو ہمارے اور اس کے درمیان نہ آ۔ اس نے کہا اس کے ساتھ تم جو چاہو کرو۔ یمن والوں کے دعوے کے مطابق ان دونوں نے اس میں سے ایک کالا کتا نکالا اور اس کو ذبح کر ڈالا اور اس گھر کو ڈھا دیا۔ جو خون اس پر بہایا جاتا تھا یعنے وہاں جو قربانیاں کی جاتی تھیں اس کے آثار و نشانات، جس طرح مجھ سے بیان کیا گیا ہے، آج تک بھی موجود ہیں۔

اس کے بیٹے حسّان بن تبان کی حکومت اور عمرو کا اپنے بھائی کو مار ڈالنا

پھر جب اس کا بیٹا حسّان بن تبان اسعد ابو کرب برسر حکومت ہوا تو سرزمین عرب و عجم کی پامالی کے ارادے سے یمن والوں کو لے کر نکلا یہاں تک کہ جب وہ عراق میں ایک مقام پر۔ ابن ہشام نے کہا کہ بعض اہل علم کی روایت کے مطابق بحرین میں۔ تھے تو حمیریوں اور یمن[1] کے چند قبیلوں نے

---

[1] ہم اس کو دفع کرنا چاہتے ہیں تو اس امر میں حائل نہ ہو ہمیں اس سے نہ روک۔ (احمد محمودی)
[2] تمام نسخوں میں قبائل الیمن ہے اور نسخہ (الف) میں قبائل العرب ہے لیکن زیادہ مناسب نسخہ اول الذکر ہی معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

اس کے ساتھ جانے کو ناپسند کیا اور اپنے شہروں اور گھر والوں کی طرف لوٹ جانا چاہا اور اس کے بھائی عمرو سے جو اس کے لشکر ہی میں تھا سازش کی گفتگو کی انھوں نے اس سے کہا تو اپنے بھائی حسّان کو مار ڈال تو ہم تجھے اپنا حاکم بنا لیں گے اور تو ہمارے ساتھ ہمارے شہروں کی جانب لوٹ چل اس نے ان کی اس بات کو قبول کر لیا اور ذو رُعین حمیری کے سوا سب کے سب اس پر متفق ہو گئے۔ ذو رُعین نے تبّع کے بھائی کو اس بات سے منع کیا مگر اس نے ذو رُعین کی ایک نہ مانی اسی موقع پر ذو رُعین نے کہا۔

أَلَا مَنْ يَشْتَرِي سَهَرًا بِنَوْمٍ
سَعِيدٌ مَنْ يَبِيتُ قَرِيرَ عَيْنِ

کیا تم نے غور نہیں کیا کہ کیا وہ شخص جو چین کی نیند کے بجائے بے چینی اور بیداری خرید رہا ہے وہ نیک بخت ہے یا جو سکھ چین کے ساتھ رات بسر کر رہا ہے لیکن دیکھو اپنے بھائی کو قتل کر کے تم چین سے نہ رہو گے۔

فَإِمَّا حِمْيَرٌ غَدَرَتْ وَخَانَتْ [1]
فَمَعْذِرَةُ الْإِلٰهِ لِذِي رُعَيْنِ

اگر حمیریوں نے خیانت اور بے وفائی کی تو ذو رُعین کے لیے تو اللہ تعالیٰ کے پاس عذر معقول ہے۔

---

[1] نسخۂ (الف) فلما اور نسخۂ (ب) میں فاما جو ان شرطیۃ اور ما زائدہ کا مرکب ہے جس کے معنے "اگر خیانت کی" ہوں گے نسخہ (ج) میں فاما ہمزہ مکسورہ ہے یا مفتوحہ سے اس کی کوئی علامت نہیں اور نسخہ (د) میں فاما ہے لیکن کے معنی ہیں، نسخۂ (د) صحت سے بہت دور اور نسخہ (ب) صحت سے بہت قریب معلوم ہوتا ہے (احمد محمودی)

پھر اس نے یہ دونوں بیتیں ایک چھٹی میں لکھیں اور اسے سربمہر کر کے عمرو کے پاس لایا اس سے کہا میری یہ تحریر آپ اپنے پاس رکھ لیجئے اس نے اسے رکھ لیا۔ اس کے بعد عمرو نے اپنے بھائی حسان کو قتل کر ڈالا اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے انھیں لے کر یمن کی طرف چلا گیا حمیریوں میں سے ایک شخص نے (اسی موقع پر) کہا ہے۔

لاہِ[1] عیناَ الّذِی رَأیٰ مِثْلَ حَسّا

نَ قتیلاً فی سالِفِ الأَحْقابِ

ایسے شخص کی آنکھیں کیا خوش نصیب ہیں جس نے گزشتہ ہزاروں صدیوں میں مقتول حسان کے جیسے کسی شخص کو دیکھا ہو۔

قَتَلَتْہُ مَقَاوِلُ خَشْیَۃَ الْحَبْسِ

غَدَاۃَ قَالُوا لَبَابِ لَبَابِ

رؤسائے سلطنت نے (اس کے پنجے میں پھنسے رہنے کے خوف سے) اس کو مار ڈالا جس روز وہ جوش میں آ کر کچھ خوف نہیں کچھ خوف نہیں!! کہ رہے تھے۔

مَیْتُکُمْ خَیْرُنَا وَحَیُّکُمْ رَبٌّ

عَلَیْنَا وَکُلُّکُمْ أَرْبَابِی

تم میں کا مرا ہوا (یعنے حسّان تو) ہم میں کا بہترین تھا اور

[1] اصل میں للہ عینا الذی ہے۔ (احمد محمودی)

تم میں کا زندہ یعنے عمرو بھی ہماری پرورش اور ہماری سرپرستی کرنے والا ہے
اور تم سب کے سب میرے اَن داتا ہو۔
ابن اسحٰق نے کہا[1] کہ لَباب لَباب کے معنے حمیری زبان میں "کچھ خوف نہیں کچھ خوف نہیں" کے ہیں
ابن ہشام نے کہا کہ لِباب لِباب بھی روایت آئی ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ جب عمرو بن تبان یمن میں آیا تو اس کی نیند اُڑ گئی اور وہ بے خوابی میں مبتلا ہو گیا اور جب وہ اس سے تنگ آگیا تو طبیبوں اور ماہر کاہنوں، اور نجومیوں سے دریافت کیا کہ اسے کیا ہو گیا ہے تو ان میں سے ایک شخص نے اس سے کہا خدا کی قسم! جس کسی نے کبھی اپنے بھائی یا اپنے کسی رشتے دار کو تیری طرح ناحق قتل کیا ہے اس کی نیند بھی اسی طرح اڑ گئی ہے اور بے خوابی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ جب اس سے یہ بات کہی گئی تو اس نے یمن کے رؤسا میں سے ہر اس شخص کو قتل کرنا شروع کیا جس نے اس کے بھائی حسان کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا یہاں تک کہ ذورُعین کے پاس (بھی) پہنچا۔ ذورعین نے اس سے کہا تیرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو میرے لیے سبب براءت ہے اس نے کہا وہ کیا ہے اس نے کہا وہ تحریر جو میں نے تجھے (مہر بھر) دی ہے۔ اس نے وہ تحریر نکالی تو کیا دیکھتا ہے کہ اس میں وہ دو بیتیں لکھی ہیں (صفحہ ۱۸ اصل) آخر اس نے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ اس کو معلوم ہو گیا کہ اس نے اسے پہلے ہی نصیحت کر دی تھی۔ (اس کے بعد جب) عمرو مر گیا اور حمیری حکومت زیر و زبر ہو گئی اور (آپس میں) پھوٹ پڑ گئی۔

حکومت یمن پر لخنیعۃ ذو شناتر کا تسلط

تو حمیریوں (ہی) میں کا ایک شخص جو خاندان شاہی سے نہ تھا جس کو

[1] قال ابن اسحٰق نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔
[2] لاباس لاباس کی تکرار بھی نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

"دو لخنیعة ینوف ذو شناتر" کہا جاتا تھا ان پر مسلط ہو گیا اور اس نے ان میں کے بہترین لوگوں کو قتل کیا اور شاہی خاندان کے گھروں کو کھلونا بنا ڈالا تو حمیریوں میں کے ایک کہنے والے نے لخنیعة[1] سے کہا۔

تُقَتِّلُ أَبْنَاهَا وَتَنْفِی سَرَاتَهَا

وَتَبْنِی بِأَیْدِیهَا لَهَا الذُّلَّ حِمْیَرُ

بنی حمیر کا یہ حال ہے کہ وہ خود اپنے قبیلے کے بچوں کو قتل اور اپنے اعلیٰ افراد کو جلا وطن کر رہے ہیں اور اپنے لیے (خود) اپنے ہاتھوں ذلت کی بنا ڈال رہے ہیں۔

تُدَمِّرُ دُنْیَاهَا بِطَیْشِ حُلُومِهَا

وَمَا ضَیَّعَتْ مِنْ دِینِهَا فَهُوَ أَکْثَرُ[2]

وہ اپنی کم عقلی سے اپنی دنیا بھی تباہ کر رہے ہیں اور دین بھی اور انھوں نے اپنے دین کی جو بربادی کی ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے۔

کَذَاكَ الْقُرُونُ قَبْلَ ذَاكَ بِظُلْمِهَا

وَإِسْرَافِهَا تَأْتِی الشُّرُورَ فَتَخْسَرُ

اس سے پہلے گزشتہ زمانے والوں کی بھی یہی حالت

---

[1] لخنیعة نسخہ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

[2] نسخہ (الف) میں اکبر ہے اور باقی نسخوں میں اکثر ہے۔ (احمد محمودی)

رہی ہے کہ وہ اپنے ظلم و زیادتی سے بدکاریاں کرتے اور نقصان اٹھاتے رہے۔

لَخنیعۃ ایک بدکار شخص تھا عمل قوم لوط میں مبتلا تھا۔ شاہی خاندان کے لڑکوں میں سے کسی نہ کسی کو بلوا تا اور اپنے ایک سرد خانے[1] یا بالا خانے میں جو اس نے اسی لیے بنوایا تھا اس سے لواطت کرتا تاکہ اس کے بعد پھر وہ حکومت نہ کر سکے پھر اس سرد خانے یا بالا خانے سے اپنے نگہبانوں اور اس لشکر کو جو وہاں موجود ہوتا مسواک اپنے منہ میں رکھ لے کر جھانکتا تاکہ انھیں اس امر سے مطلع کر دے کہ وہ اس سے فارغ ہو چکا ہے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ حسان کے بھائی تبان اسعد کے بیٹے زُرعہ ذُونُواس کو بلوایا جو حسان کے قتل کے وقت کم سن تھا پھر جب وہ جوان ہوا تو بہت ہی حسین و جمیل و شکیل و عقیل نکلا جب اس کا پیامبر اس کے پاس آیا وہ اس کے اس ارادے کو جان گیا جو اس کے متعلق لخنیعہ کے پیش نظر تھا۔ اس نے ایک نئی پتلی چھری لی اور اسے اپنے جوتے اور پاؤں کے درمیان چھپا لیا اور اس کے پاس آیا پھر جب اس نے اس کے ساتھ خلوت کی تو وہ اس کی جانب تیزی سے بڑھا ذو نواس نے اس پر سبقت کی اور چھری اس کے بھونک دی اور مار ڈالا۔ پھر اس کا سر کاٹا اور اسے اس روشن دان میں رکھ دیا جس میں سے وہ جھانکا کرتا تھا اور اس کی مسواک بھی اس کے منہ میں رکھ دی اور باہر سب کے سامنے نکل آیا۔ انھوں نے اس سے کہا اے ذو نواس[2] تر ہے یا خشک اس نے کہا سل نخماس[3] استرطبان ذو نواس استرطبان لا باس[4]

---

[1] اصل میں لفظ مشربہ ہے جو سرد خانے یا بالا خانے کو کہا جاتا ہے یا اس کو سمر ہوس سمجھ لیں۔ (احمد محمودی)

[2] نسخہ (الف) میں ذو نواس ہے اور دوسرے نسخوں میں ذانواس ہے۔ اول الذکر غلط ہے اس لیے کہ یہ مقام ندا ہے اور منادی مضاف منصوب ہوتا ہے (بقیہ سلسلہ صفحہ ۳۹ پر)

ابن ہشام نے کہا کہ یہ حمیری زبان کے الفاظ ہیں اور نخماس کے معنے سر کے ہیں ۵ پھر ان لوگوں نے روشن دان کی جانب دیکھا تو معلوم ہوا کہ لخنیعہ کا سر کٹا ہوا (رکھا) ہے پھر انھوں نے ذو نواس کا تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ اس سے جا ملے اور انھوں نے اس سے کہا چونکہ تو نے ہم کو اس پلید سے نجات دلائی ہے اس لیے ہم پر تیرے سوا کسی اور کی حکومت مناسب نہیں۔

(صفحہ ۳۸ کا بقیہ مضمون) ۴ مصنف نے نخماس کے معنے سر کے بتائے ہیں اور ابو بحر کے نسخہ میں جس میں ابو الولید الوقشی نے (حروف) کا تعین کیا ہے نخماس نون وخاء منقوطہ سے ہے اور سہیلی کی رائے ہے کہ غالباً یہی صحیح ہوگا کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ نخماس ہی ان کی زبان میں سر کے معنے میں ہو اور تحریر میں یہ لفظ بگڑ گیا ہو۔ سہیلی کے نسخے میں نخماس باخائے معجمہ کے بعد یہی صحیح ہوگا لکھ کر لکھا ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ نخماس الخ اور اس کو بلا نقطہ حائے مہملہ سے لکھا ہے غالباً یہ بھی کاتب کی غلطی ہے اور کراع روایت لکھی ہے کہ تائے منقوطہ فوقانیہ اور حائے مہملہ سے ہے خشنی نے اس لفظ کو نون اور خائے معجمہ سے لکھا ہے کہ تمام روایات میں اس کی تفسیر سر ہی سے کی گئی ہے اور خشنی نے خود ابن ہشام سے ایک روایت لکھی ہے کہ نخماس ایک شخص کا نام تھا جو لخنیعہ کی طرح لوطی تھا اور پھر اس نے توبہ کر لی۔

۵ ان الفاظ کے متعلق سہیلی نے لکھا ہے کہ ان کی توضیح مشکل ہے خشنی نے استرطبان کے متعلق لکھا ہے کہ لوگوں نے اس کے معنے بزبان فارسی "آگ نے اسے پکڑ لیا" کے بتائے ہیں لیکن سیاق کے لحاظ سے یہ معنے اس مقام پر بالکل مناسب نہیں معلوم ہوتے ہاں سہیلی نے جو اغانی سے ابو الفرج کی تحریر نقل کی ہے وہ البتہ اس مقام سے مناسب معلوم ہوتی ہے اس نے ذو نواس کے حسب ذیل الفاظ نقل کیے ہیں۔ ستعلم الاحراس است ذی نواس است رطبان ام یباس۔ جس کے معنے ہیں۔ قریب ہیں محافظ جان لیں گے کہ ذی نواس کی مقعد تر ہے یا خشک۔

۵ خط کشیدہ عبارت نسخہ (الف) میں نہیں ہے۔

(احمد محمودی)

حکومت ذی نواس

پھر انھوں نے اسے اپنا بادشاہ بنا لیا اور سارے حمیری اور یمن کے تمام قبائل اس کی حکومت پر متفق ہو گئے۔ یہی شاہان حمیر کا آخری بادشاہ اور یہی خندقوں والا ہے[1] یعنے جس کا ذکر قرآن مجید میں اصحاب الاخدود کے الفاظ سے فرمایا گیا ہے اور یوسف کے نام سے مشہور تھا

اسی یوسف کے زمانۂ حکومت میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دین کے بچے کھچے لوگوں کو ان کے دین کے بعض نیک اور پختہ عقیدہ لوگوں نے جن کا سردار عبد اللہ بن ثامر نامی ایک شخص تھا انجیل پر قائم رکھا اور نجران میں بھی یہی حال رہا اور سچ تو یہ ہے کہ اس دین کی اصل و بنیاد نجران ہی میں پڑی تھی جو اس زمانے میں سرزمین عرب کا بہترین خطہ تھا۔ یہاں کے تمام رہنے والے بلکہ سارے کا سارا عرب بت پرست ہی تھا اور بتوں کی پرستش ہی ان کا کام تھا اور یہ تغیر مذہب ان میں اس طرح ہوا کہ دین عیسوی کے پرانے دین دار لوگوں میں سے ایک شخص جس کا نام فیمیون تھا ان میں آیا اور انھیں دین عیسوی کی طرف رغبت دلائی تو انھوں نے اس دین کو اختیار کر لیا۔

نجران میں دین عیسوی کی ابتدا

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے الاخنس کے مولیٰ المغیرۃ بن ابی لبید نے بروایت وہب بن منبہ یمانی بیان کیا کہ نجران میں اس دین کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پرانے دین داروں میں سے ایک شخص تھا جس کو فیمیون کہا جاتا تھا یہ شخص نیک، محنتی دنیا سے کنارہ کش

[1] خط کشیدہ عبارت نسخہ (الف، ب) میں زیادہ ہے۔ (احمد محمودی)

مقبول الدعا اور سیاح تھا یہ مختلف دیہات میں رہا کرتا لیکن جب کسی بستی میں مشہور ہو جاتا تو وہاں سے کسی ایسی بستی کی جانب چلا جاتا جہاں وہ پہچانا نہ جائے۔ وہ اپنی قوت بازو کی کمائی کے سوا کچھ نہ کھاتا۔ وہ معمار تھا کچے اینٹوں کا کام کیا کرتا۔ اور یکشنبہ کی بہت عظمت کرتا۔ یکشنبہ کے روز وہ کسی کام میں مشغول نہ ہوتا بلکہ کسی بے آب وگیاہ جنگل کی طرف نکل جاتا اور شام تک نماز پڑھتا رہتا۔ راوی نے کہا کہ وہ ایک وقت شام کی بستیوں میں سے ایک بستی میں اپنا وہی کام چھپے ہوئے کر رہا تھا کہ اس کی یہ حالت وہاں کے رہنے والوں میں کے ایک شخص صالح نے دیکھ لی اس سے صالح نے ایسی محبت کی کہ اس سے پہلے کسی نے اس سے ایسی محبت نہ کی تھی۔ وہ جہاں جاتا یہ اس کے پیچھے پیچھے جاتا مگر فیمیون اس کی محبت کو سمجھتا نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار یکشنبہ کے دن ایک بے آب وگیاہ سرزمین کی طرف حسب عادت نکل چلا صالح بھی اس کے پیچھے ہو گیا۔ حالانکہ فیمیون اس امر سے واقف بھی نہ تھا۔ صالح اس سے چھپ کر ایسے مقام پر بیٹھ گیا کہ وہ اس کو نظر آ تا رہے کیونکہ یہ چاہتا تھا کہ وہ اس کی موجودگی سے واقف نہ ہو۔ جب فیمیون نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا تو یکایک اس نے دیکھا کہ ایک بڑا سات سر والا سانپ اس کی طرف بڑھا۔ جب فیمیون نے اسے دیکھا تو اس کے لیے بد دعا کی اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ صالح نے بھی اس سانپ کو دیکھا لیکن جو آفت اس سانپ پر آئی تھی اس کو نہ سمجھ سکا اور اس پر اس کے حملہ کرنے سے ڈر کر ایک چیخ ماری اور چلا کر کہا فیمیون سانپ!! سانپ!!! اس نے اس طرف کوئی التفات نہیں کی اور اپنی نماز ہی میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوا اور شام ہو گئی وہاں سے لوٹا تو سمجھ گیا کہ اب یہاں شہرت ہو گئی ہے اور صالح کو بھی معلوم ہو گیا کہ اس کی وہاں کی موجودگی سے وہ واقف ہو گیا ہے اس نے کہا اے فیمیون خدا کی قسم تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ سے جتنی محبت کرتا ہوں اس قدر کبھی کسی نے نہیں کی ہے۔ میری آرزو ہے کہ تو جہاں رہے میں بھی تیری صحبت میں تیرے ساتھ رہوں۔ اس نے کہا جیسی تمھاری مرضی مگر میری حالت

توتم واقف ہو۔ پھر اگر تمھارے خیال میں تم اس کی برداشت کر سکتے ہو تو (بسم اللہ) بہت اچھا ہے پس صالح اس کے ساتھ ہو لیا اور اب بستی والے بھی اس کی حالت کو جاننے لگے تھے۔

اس کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی خدا کا بندہ اچانک[1] اس کے پاس آجاتا اور اس پر کوئی آفت ہوتی تو وہ اس کے لیے دعا کرتا اور اس کو فوراً شفا ہو جاتی۔ اور جب کوئی آفت رسیدہ اس کو اپنے گھر بلواتا تو وہ اس کے پاس کبھی نہ جاتا۔ اس بستی والوں میں سے ایک شخص کے ایک معذور لڑکا تھا اس نے فیمیون کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ کبھی کسی بلانے والے کے پاس نہیں جاتا وہ اجرت پر لوگوں کے پاس معماری کیا کرتا ہے آخر وہ شخص اپنے اس اندھے لڑکے کے پاس گیا اور اس کو اپنے حجرے میں لٹا کر ایک کپڑا اڑھا دیا پھر فیمیون کے پاس آیا اور اس سے کہا اے فیمیون میں اپنے گھر میں کچھ بنوانا چاہتا ہوں میرے ساتھ وہاں چل تاکہ تو اس گھر کو دیکھ لے اس کے بعد اس کی تعمیر کے شرائط کا تصفیہ کروں گا۔ وہ اس کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ اس کے حجرے میں داخل ہوا اور پوچھا اس گھر کی کونسی چیز بنوانا چاہتے ہو کہا فلاں فلاں چیزیں۔ پھر اس شخص نے اثنائے گفتگو میں اس بچے پر سے کپڑا کھینچ لیا اور اس سے کہا فیمیون! یہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے اس پر جو آفت ہے وہ تو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس کے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ فیمیون نے اس کے لیے دعا کی تو وہ لڑکا تندرست ہو کر اس طرح اٹھ کھڑا ہوا گویا اس کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں اور فیمیون کو معلوم ہو گیا کہ اب وہ مشہور ہو چکا ہے آخر وہ اس بستی سے بھی چلا گیا۔ صالح بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ اپنے اس سفر میں شام کے ایک مقام پر ایک بڑے درخت کے پاس سے گزر رہا تھا کہ اس درخت میں سے ایک شخص نے آواز دی اور کہا فیمیون! اس نے کہا ہاں! اس نے کہا میں تیرا انتظار ہی کر رہا تھا اور ابھی دل میں کہہ رہا تھا کہ وہ کب آئے گا کہ میں نے تیری آواز سن لی اور میں نے

---

[1] دوسرے تمام نسخوں میں فاجاہ ہے اور نسخۂ الف میں فاوجاء ہے جو بالکل غلط ہے۔ (احمد محمودی)

جان لیا کہ تو وہی ہے۔ اب تو مجھ سے جدا نہ ہو جب تک کہ میرا انتظام نہ کر دے کیونکہ میں اب مرنے والا ہوں۔ راوی نے کہا کہ وہ آخر مر گیا اور اسی نے اس کا سب کچھ انتظام کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کو دفن بھی کر دیا۔ پھر وہاں سے چلا اور صالح نے بھی اس کی پیروی کی حتیٰ کہ دونوں سرزمین عرب میں پہنچے وہاں ان پر لوگوں نے ظلم و زیادتی کی اور عربوں کے ایک قافلے نے انھیں پکڑ لیا اور غلام بنا کر نجران میں بیچ ڈالا۔ نجران والے ان دنوں عرب کے ہم مذہب تھے اور ہر اس درخت کی پوجا کرنے لگتے جو ان کے پاس بہت لا نبا ہوتا۔ سالانہ میلا کیا کرتے اور اس جاترا میں اقسام کے خوشنما کپڑے جو ان کو میسر ہوتے اور عورتوں کا گہنا اس کھجور کے پیڑ کو پہناتے اور سب کے سب اس کے پاس جمع ہوتے اور سارا دن اسی میں لگے رہتے فیمیون کو ان کے ایک معزز شخص نے خریدا اور صالح کو ایک دوسرے نے، فیمیون جب اس گھر میں جس میں اس کے مالک نے اسے رکھا تھا رات میں تہجد پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا تو بغیر کسی چراغ کے اس کی خاطر وہ گھر روشن ہو جاتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی جب یہ حال اس کے مالک نے دیکھا تو اس کی یہ حالت اسے بھلی معلوم ہوئی اس نے اس کے مذہب کے متعلق دریافت کیا۔ اور اس نے اپنے مذہب کے حالات اسے بتائے اور فیمیون نے کہا تم لوگ سخت غلطی میں پڑے ہو۔ یہ کھجور کا پیڑ نہ کوئی ضرر دیتا ہے نہ نفع اور اگر میں اپنے اس معبود کی بارگاہ میں جس کی پرستش کرتا ہوں اس کھجور کے پیڑ کے لیے بد دعا کروں تو ابھی وہ اسے برباد کر ڈالے اور جس کی میں پرستش کرتا ہوں وہ اللہ ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ راوی نے کہا کہ اس کے مالک نے اس سے کہا اچھا تو بد دعا کر۔ اگر تو نے اس کو برباد کر دیا تو ہم تیرے مذہب میں داخل ہو جائیں گے اور جس مذہب پر ہم چل رہے ہیں اسے چھوڑ دیں گے راوی نے کہا پھر تو فیمیون اٹھا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ سے اس پر آفت آنے کی التجا کی اللہ عزوجل نے ایک آندھی بھیجی اور اس آندھی نے اس کو جڑ پیڑ سے اکھاڑ دیا اور زمین پر گرا ڈالا۔ پھر تو نجران والوں نے اسی کے مذہب کی اتباع شروع کر دی۔

اس کے بعد نجران والوں میں بھی وہی بدعتیں پیدا ہوگئیں جو ان کے ہم مذہبوں میں ہر سرزمین میں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ غرض یہ کہ سرزمین عرب کے ضلع نجران میں نصرانیت اسی زمانے سے شروع ہوئی
ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ روایت وہب بن مُنَبِّہ نے نجران والوں سے سن کر بیان کی۔

عبداللہ بن الثّامر کا حال

(اور)

اصحاب الاخدود کا قصہ

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یزید بن زیاد نے محمد بن کعب القُرظی کی روایت سے بیان کیا اور مجھ سے بعض نجران والوں نے بھی نجران ہی کے دوسرے رہنے والوں سے روایت کی ہے کہ نجران والے مشرک تھے اور بت پرستی کیا کرتے تھے اس کے اطراف کی بستیوں میں سے ایک بستی میں، جو نجران سے قریب ہی تھی، ایک جادوگر رہا کرتا تھا جو نجران والوں کے لڑکوں کو سحر کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ نجران اس بڑی بستی کو کہتے ہیں جس میں متعدد بستیوں کے رہنے والوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ جب فیمیون وہاں آنازل ہوا ــــ نجران والوں نے مجھ سے اس کا نام بیان نہیں کیا بلکہ انھوں نے صرف اسی قدر کہا کہ وہاں ایک شخص آنازل ہوا البتہ وہب بن منبہ نے اس کا نام بتایا ہے کہ وہ فیمیون تھا ــــ اس نے نجران اور ان بستیوں کے درمیان جن میں جادوگر (رہا کرتا) تھا ایک خیمہ ڈالا۔ نجران والے اپنے لڑکوں کو اس جادوگر کے پاس بھیجا کرتے اور وہ انھیں جادو سکھایا کرتا۔ ثامر نے بھی اپنے بیٹے عبداللہ بن ثامر کو نجران والوں کے لڑکوں کے ساتھ اس کے پاس بھیجا جب وہ خیمہ کے پاس سے گزرتا تو خیمے والے کی عبادت اور

نماز جسے وہ آتے جاتے دیکھا کرتا تھا بہت پسند کیا۔ بعض وقت اس کے پاس بیٹھ جاتا اور جو کچھ اس کے منہ سے نکلتا اسے سنتا رہتا یہاں تک کہ اس نے اسلام اختیار کر لیا اور اللہ کو ایک ماننے اور اس کی عبادت کرنے اور اس سے قوانین اسلام کی دریافت کرنے لگا۔ آخر جب اس میں خوب مہارت حاصل کر لی اسم اعظم کے متعلق اس سے دریافت کیا کیونکہ وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ لیکن اس نے اس کو پوشیدہ رکھا تھا اس نے کہا بابا! تو اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ تیری کمزوری کے سبب اس کی برداشت میں تیرے لئے خطرہ محسوس کرتا ہوں اور عبد اللہ کا باپ ثامر صرف اتنا جانتا تھا کہ اس کا بیٹا جادوگر کے پاس اسی طرح جاتا آتا ہے جس طرح دوسرے لڑکے جاتے آتے ہیں۔ جب عبد اللہ نے دیکھا کہ اس کے دوست نے اسم اعظم کے متعلق اس سے کنجوسی کی اس کی کمزوری کی وجہ سے اس نے اس کے بتانے سے اندیشہ کیا ہے تو اس نے چند تیر لیے اور انھیں جمع کر کے اللہ تعالیٰ کے جو جو نام وہ جانتا تھا ایک ایک تیر پر لکھا ان میں سے کوئی نام اس نے نہ چھوڑا۔ ہر ایک نام کے لیے ایک ایک تیر مخصوص کیا یہاں تک کہ جب اس نے تمام نام مکمل کر لیے آگ سلگائی اور انھیں ایک ایک کر کے اس آگ میں ڈالنے لگا۔ یہاں تک کہ جب اسم اعظم کی نوبت آئی اس کو بھی تیر کے ساتھ آگ میں ڈالا تو تیر اچھل گیا اور آگ سے نکل پڑا اور آگ اس تیر کو نقصان نہ پہنچا سکی تو اس نے وہ تیر لے لیا۔ پھر اپنے دوست کے پاس آ کر اس کو خبر دی کہ اس نے وہ اسم اعظم جان لیا ہے جسے اس نے اس سے چھپایا تھا اس نے اس سے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا فلاں اسم ہے اس نے پوچھا تو نے اسے کیسے معلوم کیا اس نے جو کچھ کیا تھا اس کی تمام تفصیل اسے سنائی۔ اس نے کہا بابا[1]! تو نے ٹھیک نشانے پر تیر لگایا یہ بات اپنے دل ہی میں رکھ لیکن مجھے

[1] اصل میں یا ابن اخی کے الفاظ ہیں جو ہر ایک کم عمر کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اس لیے میں نے اپنے محاورے میں جو لفظ کم عمروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لکھا ہے (احمد محمودی)

امید نہیں کہ تو اپنے دل میں رکھے گا۔ اب عبداللہ بن ثامر کی یہ حالت ہوگئی کہ جب نجران میں جاتا تو جس کسی ضرر رسیدہ شخص سے ملتا کہتا اے اللہ کے بندے! کیا تو اللہ کو ایک مانے گا اور میرے دین میں داخل ہو جائے گا میں اللہ سے دعا کروں اور وہ تجھے اس بلا سے جس میں تو مبتلا ہے چھوٹکارا دے وہ کہتا بہت اچھا پھر وہ اللہ کو ایک ماننے لگتا اور اسلام اختیار کر لیتا اور یہ اس کے لیے دعا کرتا اور اسے شفا ہو جاتی۔ یہاں تک حالت پہنچی کہ نجران میں کوئی ضرر رسیدہ نہ رہا جس کے پاس وہ نہ آیا ہو اور اسے اپنے مذہب کا تبیع نہ بنا لیا ہو۔ اس نے جس کسی کے لیے دعا کی اسے شفا حاصل ہو گئی حتیٰ کہ اس کی اس کیفیت کی اطلاع شاہِ نجران کو بھی ہو گئی اس نے اس کو بلایا اور کہا تو نے میری بستی والوں کو میرے خلاف کر دیا اور بگاڑ دیا۔ اور میرے مذہب اور میرے باپ دادوں کے مذہب کی مخالفت کی میں تجھے عبرتناک سزا دوں گا اس نے کہا تو جس بات کا دعوے کر رہا ہے وہ نہیں کر سکتا راوی نے کہا کہ اس نے اس کو مختلف سزائیں دینا شروع کیں کبھی تو اسے اونچے پہاڑ پر بھیج دیتا اور وہاں سے سر کے بل گرا دیا جاتا وہ زمین پر جا پڑتا اور اسے کچھ ضرر نہ ہوتا کبھی نجران کے سمندروں کی طرف روانہ کرتا جو ایسے سمندر ہیں کہ اس میں جو چیز جا پڑے وہ تباہ و برباد ہو جائے اسے اس میں ڈال دیا جاتا پھر بھی وہ اس سے نکل آتا اور اس کو کوئی نقصان نہ ہوتا۔ پھر جب وہ اسے بہت ستانے[1] لگا تو عبداللہ بن ثامر نے اس سے کہا اللہ کی قسم! تو میرے قتل پر ہرگز قابو نہ پا سکے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی یکتائی کو مان نہ لے اور میں جس پر ایمان لایا ہوں تو بھی اس پر ایمان نہ لائے۔ ہاں اگر تو نے توحید و ایمان اختیار کر لیا تو تجھے مجھ پر غلبہ حاصل ہوگا اور تو مجھے قتل بھی کر سکے گا۔ راوی نے کہا پھر تو اس بادشاہ نے اللہ تعالیٰ کی توحید اختیار کر لی اور عبداللہ بن ثامر کی طرح ایمان لے آیا اور ایک لاٹھی سے جو اس کے ہاتھ میں

---

[1] اصل میں فلما غلبہ قال له عبد اللہ ہے۔ (احمد محمودی)

تھی اسے مارا۔ اور اس کا سر زخمی کر دیا وہ زخم اگرچہ کچھ بڑا نہ تھا لیکن اس زخم نے اسے ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ بادشاہ بھی اسی وقت اسی جگہ مر گیا اور نجران والے عبداللہ بن ثامر کے مذہب پر متفق ہو گئے۔ اور عبداللہ اس مذہب پر تھا جس کو عیسیٰ (علیہ السلام) نے احکام انجیل کے ذریعے پیش فرمایا تھا پھر ان میں بھی وہی بدعتیں آگئیں جو ان کے ہم مذہبوں میں آئی تھیں۔ نصرانیت کی ابتدا نجران میں اسی وقت سے ہوئی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ محمد بن کعب القرظی اور بعض نجران والوں کی روایت ہے جو عبداللہ بن ثامر کے متعلق ہے واللہ اعلم کہ ان میں کا کون سا بیان واقعی ہے۔

خندقوں کا بیان

پھر ذو نواس اپنے لشکر کے ساتھ نجران والوں کی طرف گیا اور انہیں یہودیت کی دعوت دی اور ان سے کہا یا تو یہودیت اختیار کر و یا مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ انھوں نے موت کو پسند کیا۔ اس نے ان کے لیے خندقیں کھودیں اور بہتوں کو آگ میں جلا ڈالا اور بہتوں کو تلوار سے قتل کر ڈالا اور ان مقتولوں کی ناک کان کاٹے گئے۔ جہاں تک کہ ان میں سے تقریباً بیس ہزار شخص مار ڈالے گئے۔ اسی ذو نواس اور اس کے لشکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ہمارے[ل] سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی

قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ، النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ، إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ، وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ،

ل خط کشیدہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ

خندق والے ——— (بہت سے) ایندھن والی آگ والے ———
ہلاک ہو گئے۔ جب وہ ان (خندقوں) پر بیٹھے ہوئے (تھے) اور اس
(بد سلوکی) کو دیکھ رہے تھے جو ایمان والوں کے ساتھ وہ کر رہے تھے
انھوں نے ان سے (صرف اس بات کا) بدلہ لیا کہ وہ عزت و غلبہ
والے قابل مدح و ستائش اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ "اخدود" زمین میں کے لمبے لمبے گڑھوں کو کہتے ہیں جیسے خندق اور نہر وغیرہ اور اس کی جمع اخادید ہے۔ ذوالرُّمّہ نے جس کا نام غیلان بن عقبہ تھا اور جو بنی عدی بن عبد مناف بن اُدّ بن طابخۃ بن الیاس ابن مضر میں کا ایک (شخص) تھا کہا ہے۔

مِنَ الْعِرَاقِيَّةِ اللَّاتِي يُحِيلُ لَهَا

بَيْنَ الْفَلَاةِ وَبَيْنَ النَّخْلِ أُخْدُودُ

(ممدوحہ) ان عراق والی عورتوں میں سے ہے جن کی خاطر جنگل
اور نخلستان کے درمیان نہریں بہادی جاتی ہیں۔

اس شعر میں اخدود سے اس نے نہر مراد لی ہے اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔ تلوار چھری اور کوڑے وغیرہ کا جو اثر جلد میں رہ جاتا ہے اس کو بھی اخدود کہا جاتا ہے اور اس کی جمع بھی اخادید ہی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ذونواس نے جن لوگوں کو قتل کیا ان میں ان کا سردار ان کا امام عبد اللہ بن ثامر بھی تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بیان کیا کہ اہل نجران میں سے ایک شخص کو عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں ایک حادثہ پیش آیا کہ اس نے نجران کے کسی کھنڈر کو اپنی کسی ضرورت

کے لیے کھودا تو (تمام لوگوں نے) عبداللہ بن ثامر کو اس میں کے ایک پنہاں مقام کے نیچے بیٹھا ہوا اور اپنا ہاتھ اپنے سر کے ایک زخم پر رکھے اس کو اپنے ہاتھ سے اس طرح پکڑے پایا کہ اگر اس کا ہاتھ اس زخم پر سے ہٹایا جاتا تو خون پھوٹ نکلتا اور جب اس کے ہاتھ کو چھوڑ دیا جاتا تو وہ اپنا ہاتھ پھر اسی مار پر رکھ لیتا اور اس ہاتھ کی وجہ سے خون رک جاتا نیز اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی ہے جس میں لکھا ہے ربی اللہ میرا پروردگار اللہ ہے اس نے عمر بن الخطاب کو اس کی اطلاع تحریراً دی تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کو لکھا کہ وہ جس حال میں ہے اس کو اسی حال پر رہنے دو اور وہ جس طرح دفن تھا اس کو اسی طرح پھر دفن کر دو۔ انھوں نے ویسا ہی کیا۔

دَوس ذو ثُعلُبان کی حالت اور حبشہ والوں کی حکومت اور اَریاط کا ذکر جس نے یمن پر غلبہ حاصل کر لیا تھا

ابن اسحٰق نے کہا کہ ایک شخص جو خاندان سَبَأ سے تھا اور دَوس ذو ثُعلُبان کہلاتا تھا اپنی ایک گھوڑی پر ذونُواس کے لوگوں سے چھوٹ کر نکل بھاگا اور ریگستان کا راستہ لیا اور انھیں اپنی گرفتاری سے عاجز کر دیا اور سامنے جو راستہ ملا اسی پر چلتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ شاہِ روم قیصر کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے ذونُواس اور اس کے لشکر کے مقابلے کے لیے اس سے امداد طلب کی اور ان لوگوں سے جو جو آفتیں پہنچی تھیں ان سب کی اسے خبر دی تو اس نے کہا تیرے ملک ہم سے بہت دور ہیں[1] لیکن میں شاہِ حبشہ کو تیرے لیے

---

[1] یعنی میری جانب سے تجھے امداد پہنچنا مشکل ہے۔ (احمد محمودی)

خط لکھ دیتا ہوں کیونکہ وہ بھی اسی عیسائی مذہب کا ہے اور وہ تیرے ملک سے قریب بھی ہے آخر اس نے شاہ حبشہ کے نام ایک فرمان لکھا جس میں اسے حکم تھا کہ وہ دَوْس کی مدد کرے اور اس کا انتقام لے۔ پھر دَوْس قیصر کا خط لے کر نجاشی کے پاس آیا تو اس نے اس کے ساتھ ستر ہزار حبشی بھیجے۔ اور انھیں میں سے ایک شخص کو ان پر افسر بنا دیا جس کو اَرْیاط کہا جاتا تھا اور اَبْرہتہ الاُشْرَم بھی اسی لشکر میں اس کے ساتھ تھا۔ آخر اریاط سمندر کے ذریعے ساحل یمن پر آنازل ہوا۔ اور دَوْس اس کے ساتھ (ہی) تھا۔ ذونُواس بھی حمیریوں اور یمن کے ان قبائل کے ساتھ جنھوں نے اس کی اطاعت کر لی تھی اس سے مقابلے کے لیے اریاط کی طرف چلا۔ جب دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو ذونُواس اور اس کے ساتھیوں نے شکست کھائی۔ ذونُواس نے جب یہ آفت دیکھی' جو اس پر اور اس کی قوم پر آنازل ہوئی تو اس نے اپنے گھوڑے کا رخ سمندر کی طرف کر کے اُسے خوب پیٹتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ اس کو لے کر سمندر میں داخل ہو گیا اور اس کو لیے پایاب پانی میں چلتا رہا یہاں تک کہ اسی طرح اس کو لیے گہرے پانی میں پہنچ گیا۔ اور اسے اس کے اندر تہ تک پہنچا دیا۔ اور یہی اس کی آخری ملاقات تھی[1]۔ اور ادھر اَرْیاط یمن میں داخل ہوا اور اس کا مالک بن گیا۔ اسی موقع پر یمن والوں میں سے ایک شخص نے اس آفت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے جو دَوْس نے یمن والوں پر اہل حبشہ کی آفت لا ڈالی تھی اور یہ (مصرع) آج تک یمن والوں میں بطور ضرب المثل زبان زد ہے:۔

لَا کَدَوْسٍ وَلَا کَأَعْلَاقِ[2] رَحْلِہٖ

(یہ معاملہ) دوس اور اس کے سفر کی مشکلوں کی طرح کا نہیں ہے (کہ جس کا حل نہ ہو)۔

---

[1] یا آخری دیدار تھا یا اس کے متعلق آخری علم تھا اس کے بعد معلوم نہ ہوا کہ اس کو سمندر نے نگل لیا یا اگل دیا۔ (احمد محمودی)

[2] (الف ج د) میں "کاعلاق" با عین معجملہ ہے۔ (ب) میں یا عین مہملہ ہے جس کے کوئی مناسب معنے میری سمجھ میں نہ آئے۔ (احمد محمودی)

اور ذو جدن حمیری نے کہا ہے۔

هَوْنَكِ لَيْسَ يَرُدُّ الدَّمْعُ مَا فَاتَا

لَا تَهْلِكِي أَسَفاً فِي إِثْرِ مَنْ مَاتَا

(اے رونے والی) مطمئن اور چین سے رہ جو چلا گیا آنسو اس کو واپس نہیں لائیں گے۔ مرے ہوے پر افسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر۔

أَبَعْدَ بَيْنُونَ لَا عَيْنٌ وَلَا أَثَرٌ

وَبَعْدَ سِلْحِينَ يَبْنِي النَّاسُ أَبْيَاتَا

کیا قلعہ بینون و سلحین (کے جیسی خوبصورت اور مستحکم عمارتوں کی تباہی) اور ان کی بنیادوں اور نشانوں کی بربادی کے بعد بھی لوگ گھر بناتے رہیں گے؟

بینون، سلحین اور غمدان یمن کے ان قلعوں میں سے ہیں جن کو اریاط نے ڈھایا تھا جن کا مثل کہیں نہ تھا۔ اور ذو جدن نے یہ بھی کہا ہے۔

دَعِينِي لَا أَبَا لَكِ لَنْ تُطِيقِي

لَحَاكِ اللهُ قَدْ أَنْزَفْتِ رِيقِي

(اے ملامت کرنے والی عورت خدا کرے کہ) تیرا باپ

لہ هونکما لن۔ واحد مونث مخاطب کی ضمیر کے بجائے نسخۂ (الف) میں تثنیہ مخاطب کی ضمیر ہے۔ اور لیس کی بجائے لن۔ اگرچہ تثنیہ کی ضمیر سے دو آنکھیں وغیرہ مراد لی جا سکتی ہے۔ لیکن اس کے بعد لا تہلکی دوسرے مصرع میں فعل واحد مونث ہی آ رہا ہے جس سے اس ضمیر کی مطابقت نہیں ہوتی۔ غور کیا جائے۔ (احمد محمودی)

مرجائے ہرگز تجھ سے یہ نہ ہو سکے گا کہ اپنی ملامتوں اور نصیحتوں سے میری حالت کو بدل دے)۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے تو نے تو (ڈرا ڈرا کر) میرا لعاب دہن خشک کر دیا۔

لَدَی عَزْفِ الْقِیَانِ إِذِ انْتَشَیْنَا

وَإِذْ نُسْقَی مِنَ الْخَمْرِ الرَّحِیقِ

(خاص کر ایسی حالت میں تیری نصیحتیں اور ملامتیں مجھ پر کیا خاک اثر انداز ہوں گی) جب کہ ہم گانے بجانے والیوں سے گانے بجانے میں اور نشے میں (مست) ہوں اور بہترین یا خالص شراب پی رہے ہوں۔

فَإِنَّ الْمَوْتَ لَا یَنْهَاهُ نَاهٍ

وَلَوْ شَرِبَ الشِّفَاءَ مَعَ السَّوِیقِ[1]

کیونکہ موت کو تو کوئی روکنے والا روک نہیں سکتا اگرچہ شراب بھی پی لی جائے اور اس کے ساتھ شفا (بھی گھول کر) پی لی جائے

وَلَا مُتَرَهِّبٌ فِی أُسْطُوَانٍ

یُنَاطِحُ جُدْرَهُ بَیْضُ الْأَنُوقِ

نہ وہ راہب (موت کو روک سکتا ہے) جو (مہر حد ردم

---

[1] النشوق (الف ب) میں نشوق اور (ج د) میں السویق ہے۔ دوسرا نسخہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ شرب کے ساتھ نشوق کو کوئی مناسبت نہیں۔ نشوق سونگھنے اور ناک میں ڈالنے کی دوا کو کہتے ہیں۔ اگرچہ اس کے معنی بھی بنائے جا سکتے ہیں کہ اگرچہ ناک میں ڈالنے کی دوائیں بھی استعمال کی جائیں اور شفا بھی پی لی جائے وغیرہ (احمد محمودی)

کے پاس مقام) اسطوان میں (رہتا) ہے جس کی دیواریں عقاب
کے انڈوں سے ٹکراتی ہیں۔ (یعنے بہت بلند ہیں)

وَغُمْدَانَ الَّذِی حُدِّثْتَ عَنْهُ

بَنَوْهُ مُسَمَّكًا فِی رَأْسِ نِیقِ

اور (نہ قلعہ) غمدان (موت کو روک سکتا ہے) جس کا
تذکرہ تجھ سے کیا گیا ہے کہ لوگوں نے اس کو (نہایت ہی) بلند (ایک
سربفلک) پہاڑ کی چوٹی پر بنایا ہے۔

بِمَنْهَمَةٍ وَأَسْفَلُهُ جُرُونٌ[۱]

وَحُرُّ الْمَوْحَلِ اللَّثِقِ الزَّلِيقِ[۲]

(وہ قلعہ جو) مقام منہمہ میں ہے اور اس کے نیچے
پتھریلی زمین اور بالکل رقیق (پاؤں) پھسلا دینے والا دلدل ہے۔

[۳] بمرمرة واعلاه رخام

تحام لا یغیب فی الشقوق

وہ قلعہ سنگ مرمر پر بنا ہوا ہے اور اس کا اوپر کا حصہ

۱؎ نسخہ (الف) جروب ہے اور (ب ج د) جرون ہے جروب کے معنے سیاہ پتھر کے ہیں۔ (احمد محمودی)

۲؎ (الف ب) میں زلیق زائے معجمہ سے ہے اور (ج د) میں ذلیق ذال معجمہ سے ذلیق بدال معجمہ کے معنے تیز دھار والی چیز کے ہیں۔ پہلا نسخہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے (احمد محمودی)

۳؎ یہ شعر نسخہ (الف) کے سوا دوسرے نسخوں میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

سنگ رخام کا ہے (اس کی متعدد خندقوں کی وجہ سے وہ) دھاری دار (معلوم ہوتا ہے) (جس کا پانی) شگافوں میں (جذب ہو کر سوکھ نہیں جاتا) غائب نہیں ہوتا۔

مَصَابِيحُ السَّلِيطِ تَلُوحُ فِيهِ

إِذَا يُمْسِي كَتَوْمَاضِ الْبُرُوقِ

جب شام ہوتی ہے تو اس میں تیل کے چراغ جگمگانے لگتے ہیں (اور ایسا معلوم ہوتا ہے) گویا بجلیاں کوندرہی ہیں۔

وَنَخْلَتُهُ الَّتِي غُرِسَتْ إِلَيْهِ

يَكَادُ الْبُسْرُ يَهْصِرُ بِالْعُذُوقِ[1]

اور جو کھجور کے پیڑ وہاں بوئے گئے ہیں (ان کی حالت یہ ہے کہ) گدرائی ہوئی کھجوروں کے وزن سے خوشے جھکے جارہے ہیں

فَأَصْبَحَ بَعْدَ جِدَّتِهِ رَمَادًا

وَغَيَّرَ حُسْنَهُ لَهَبُ الْحَرِيقِ

پھر وہ (قلعہ) اس شان وشوکت واہتمام کے بعد راکھ (کا ڈھیر) ہوگیا اور اس کے حسن (وخوبی) کو آگ کے شعلوں نے (کھنڈر کی شکل میں) بدل ڈالا۔

---

[1] نسخہ (الف) میں یہصر بضاد المعجمہ ہے جو کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ (احمد محمودی)

وَأَسْلَمَ ذُوْ نُوَاسٍ مُسْتَكِيناً

وَحَذَّرَ قَوْمَهُ ضَنْكَ الْمَضِيقِ

اور ذو نُواس نے عجز و انکسار کے ساتھ اپنے آپ کو
(موت کے) حوالے کر دیا اور اپنی قوم کو تنگ مقام کی سختی سے
(بہت کچھ) ڈرایا۔

اور ابن الذِّئبۃ الثقفی نے اس بارے میں کہا ہے اور الذِّئبۃ اس کی ماں کا نام ہے اور اس کا نام ربیعۃ بن عبد یالیل بن سالم بن مالک بن حُطَیط بن جشم بن قسّی ہے۔

لَعَمْرُكَ مَا لِلْفَتَى مِنْ مَقَرٍّ

مَعَ الْمَوْتِ يَلْحَقُهُ وَالْكِبَرْ

تیری عمر کی قسم ایک جوان مرد کے لیے کہیں اطمینان و
قرار نہیں جس کے پیچھے بڑھاپا بھی لگا ہوا ہے اور موت بھی۔

لَعَمْرُكَ مَا لِلْفَتَى صُحْرَةٌ

لَعَمْرُكَ مَا إِنْ لَهُ مِنْ وَزَرْ

تیری عمر کی قسم ایک جوان مرد کو (ہاتھ پاؤں ہلانے کی)
گنجائش بھی نہیں۔ تیری عمر کی قسم اس کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں۔

أَبَعْدَ قَبَائِلَ مِنْ حِمْيَرٍ

أُبِيدُوا صَبَاحاً بِذَاتِ الْعِبَرْ

کیا عبرتوں والے مقام میں صبح کے وقت حمیر کے قبیلے

فَأَمْسَى أَهْلُهُ بَادُوا وَأَمْسَى

يُحَوَّلُ مِنْ أُنَاسٍ فِي أُنَاسِ

پھر وہ حکومت کرنے والے تباہ (وبرباد) ہو گئے ہوں اور وہ (حکومت) ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتی رہی (اور آخر میں وراثتاً تجھے ملی ہو)۔

ابن ہشام نے کہا کہ زُبَید، سلمۃ بن مازن بن منبہ بن صعب ابن سعد العشیرۃ بن مذحج کا بیٹا ہے۔ اور بعضوں نے زبید کو منبہ بن صعب ابن سعد العشیرہ کا بیٹا کہا ہے۔ اور بعضوں نے زبید کو صعب بن سعد و مُراد یحابر ابن مذحج کا بیٹا بتایا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے ابو عبیدہ نے کہا کہ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے سلمان بن ربیعۃ الباہلی کو جب وہ ارمینیہ میں تھے (خط) لکھا — اور باہلہ یَعْصُر بن سعد بن قیس بن عیلان کا بیٹا تھا — اور (خط میں) انھیں حکم دیا کہ خالص عربی گھوڑے والوں کو دوغلے گھوڑے والوں پر عطیوں میں ترجیح دی جائے۔ جب سلمان کے سامنے گھوڑے پیش ہوئے تو ان کے سامنے سے عمرو بن معدِ یکرِب کا گھوڑا بھی گزرا تو سلمان نے اس سے کہا تمھارا یہ گھوڑا تو دوغلا ہے عمرو کو غصہ آگیا۔ اس نے کہا دوغلے نے اپنے جیسے دوغلے کو پہچان لیا تو قیس اس کی طرف بڑھا اور اسے دھمکی دی۔ تو عمرو نے مذکورۂ بالا ابیات کہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہی وہ (واقعہ) ہے جس کو سطیح کاہن نے اپنے ان الفاظ میں ادا کیا تھا کہ تمھاری سرزمین میں حبشی آنا زل ہوں گے اور مقامات اَبْیَن سے جُرَش تک تمام شہروں کے مالک ہو جائیں گے۔ اور جس کو شق نے

لہ خط کشیدہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

اپنے ان الفاظ میں ادا کیا تھا کہ تمھاری سرزمین میں سوڈان اتر آئیں گے اور تمام تر وتازہ سبزہ زاروں پر غلبہ پالیں گے اور اَبْیَن سے نجران تک حکمراں ہو جائیں گے۔

حکومت یمن پر اَبْرہۃ الاَشْرم کا غلبہ

(اور)

ارياط کا قتل

ابن[1] اسحٰق نے کہا کہ ارياط اپنی اس حکومت پر یمن میں برسوں رہا۔ پھر ابرہہ حبشی نے یمن میں حبشیوں کے بعض معاملات کی نسبت اس سے جھگڑا نکالا تو وہ متفرق ہو گئے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک گروہ ہو گیا اور ان میں کا ایک گروہ دوسرے کی طرف حملے کے خیال سے چلا پھر جب یہ لوگ ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو ابرہہ نے ارياط کے پاس کہلا بھیجا کہ اہلِ حبشہ کو باہم لڑا کر ان کو فنا نہ کردے تو میرے مقابل میدان میں آ میں تیرے مقابل میدان میں آتا ہوں۔ پھر ہم میں سے جو شخص اپنے مقابل کو مارے گا لشکر خود بخود اس کی طرف ہو جائے گا تو ارياط نے جواباً کہلا بھیجا کہ تو نے انصاف کی بات کہی پھر ابرہہ اس کے مقابلے کے لیے نکلا۔ اور وہ ایک پست قامت موٹا اور دین دار نصرانی تھا۔ ارياط بھی اس کے مقابل نکلا۔ اور وہ خوبصورت زبردست[2] بلند قامت تھا اس کے ہاتھ میں اس کا ایک خاص حربہ تھا ابرہہ

---

[1] اس مقام پر (ب ج د) تمام نسخوں میں قال ابن اسحٰق ہے لیکن نسخہ (الف) میں قال ابن ھشام لکھا ہے (احمد محمودی)

[2] عظیم کا لفظ نسخہ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

کے پیچھے اس کا ایک غلام تھا جس کا نام عَتَوْدَہ تھا جو اس کے پشت کی جانب سے حفاظت کر رہا تھا۔ اریاط نے حربہ اٹھا کر ابرہہ پر وار کیا۔ چاہتا تھا کہ اس کی چندیا پر مارے حربہ ابرہہ کی پیشانی پر پڑا جس سے اس کی بھوں آنکھ ناک کی پھنگی اور ہونٹ پھٹ گئے اسی وجہ سے اس کا نام اَبْرَہَتہ الاشرم مشہور ہو گیا (شرم کے معنے شق کرنے یا پھاڑنے کے ہیں) عَتَوْدَہ نے ابرہہ کے پیچھے سے اریاط پر حملہ کیا اور اس کو مار ڈالا آخر اریاط کا لشکر ابرہہ کی طرف ہو گیا اور یمن کے تمام حبشی ابرہہ کی امارت پر متفق ہو گئے۔ اور ابرہہ نے اریاط کے اقربا کو اس کی دیت دی۔ جب یہ خبر نجاشی کو پہنچی تو سخت غضبناک ہوا۔ اور کہا میرے مقرر کیے ہوئے افسر پر اس نے دست درازی کی اور اس کو میرے حکم کے بغیر قتل کر ڈالا۔ پھر اس نے قسم کھائی کہ ابرہہ کو نہ چھوڑے گا جب تک کہ اس کے ممالک کو پامال نہ کر ڈالے اور اس کے سر کے بال پکڑ کر نہ گھسیٹے۔ ابرہہ نے اپنا سر مونڈ ڈالا اور یمن کی مٹی ایک برتن میں بھر کر نجاشی کے پاس روانہ کی اور لکھا بادشاہ جہاں پناہ! اریاط تو صرف آپ کا ایک غلام تھا اور میں بھی آپ کا ایک غلام ہوں۔ آپ ہی کے احکام کی تعمیل کے بارے میں ہم میں اختلاف ہوا۔ قابلِ اطاعت تو آپ ہی کا حکم ہے مگر بات صرف یہ تھی کہ میں حبشیوں کے معاملات میں اس کی بہ نسبت زیادہ قوی زیادہ منتظم اور معاملاتِ سیاست میں زیادہ ماہر تھا۔[1] مجھے بادشاہ (جہاں پناہ) کی قسم کی خبر پہنچی تو میں نے اپنا سارا سر مونڈ ڈالا اور میری سرزمین کی مٹی سے بھرا ہوا برتن حضور کے پاس میں نے روانہ کیا ہے کہ حضور اس کو اپنے قدم کے نیچے رکھیں اور پامال کریں اور میرے متعلق حضور نے جو قسم کھائی ہے پوری کر لیں۔ جب یہ خط نجاشی رضی اللہ عنہ کو پہنچا اس نے ابرہہ کو لکھا کہ تو سرزمین یمن ہی میں رہ جب تک کہ میرا دوسرا حکم تیرے پاس نہ آئے۔ ابرہہ یمن ہی میں رہا۔

---

[1] یعنی اس لئے یہاں کی حکومت کی قابلیت مجھی میں زیادہ تھی۔ (احمد محمودی)

اصحاب فیل اور حرمت والے مہینوں کو ملتوی کرنے والے

پھر ابرہہ نے (مقام) صنعاء میں قَلیس[۱] یعنے کلیسا بنایا اور ایسا کلیسا بنایا کہ اس زمانے میں اس کے جیسا کوئی کلیسا روئے زمین پر نہ نظر آتا تھا۔ پھر اس نے نجاشی کو لکھا کہ بادشاہ (جہاں پناہ!) میں نے آپ کے لیے ایک کلیسا بنایا ہے کہ اس کے جیسا کسی سابقہ بادشاہ کے لیے کبھی نہیں بنا۔ اور میں صرف اس کے بنانے ہی پر اکتفا نہ کروں گا بلکہ عربوں کے عزائم حج کو بھی اسی کی طرف پھیر دوں گا۔ جب ابرہہ کے اس خط کی شہرت جو نجاشی کو لکھا گیا تھا عربوں میں ہوئی تو بنی فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبۃ بن الحارث بن مالک بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ ابن الیاس بن مضر کے ایک شخص کو جو نَسأۃ میں سے تھا غصہ آگیا۔ اور نساۃ ان لوگوں کو کہا جاتا تھا جو زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لیے حرمت کے مہینوں میں تاخیر کا حکم نافذ کرتے تھے اور حرمت کے مہینوں[۲] کو حلال کر دیتے۔ اور اس کے بجائے حلال مہینوں میں سے کسی ماہ کو

---

[۱] مادہ قلس کے معنے میں بلندی ہے۔ قلنسوۃ جو ٹوپی کے معنی میں ہے اس کا مادہ بھی یہی ہے تقلنس الرجل و تقلس دونوں ایک معنی میں ہیں۔ یعنی ٹوپی پہنی اور قلس الطعام کے معنے معدے میں کھانا اوپر ہوگیا۔ اس طرح قلیس کے معنی تاج کے ہوئے۔

[۲] ذوالقعدۂ ذوالحجۂ محرم اور رجب ان چاروں مہینوں کی عظمت و حرمت عرب قدیم بھی کرتے تھے اور یہ عظمت و حرمت ان کے ہاں اباً عن جد ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے وقت سے چلی آرہی تھی اور ان مہینوں میں جنگ و قتل کرنے کو وہ بھی حرام خیال کرتے تھے یہاں تک کہ اگر ان مہینوں میں کسی کو اپنے باپ کے قاتل پر بھی دست رس ہوتی تو وہ اس ارادے سے باز آجاتا اور سمجھتا کہ حرمت والے مہینوں میں تو انتقام لینا جائز (بقیہ حاشیہ صفحہ (٦٢) پر)

حرام کر دیتے کہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد میں موافقت کرلیں اور اس طرح اس خاص حرمت والے مہینے کو موخر کر دیتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی ہے:

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ۔ نسی (یعنی قمری مہینوں کی تاخیر، تو دلیس) ناشکری میں

(صفحہ ۶۱ کا بقیہ حاشیہ) نہیں لیکن تمام لوگ ایمان و دیانت میں ایک درجے کے نہیں ہوتے۔ ان میں ایسے بھی تھے کہ انھوں نے اپنے مذہب کو اپنے اغراض کے پورا کرنے کا ذریعہ بنا رکھا تھا ایسے لوگ جب کسی دوسرے قبیلے سے جنگ کرتے رہتے اور انھیں اس میں فتوحات بھی حاصل ہوتی رہتیں اور اسی اثناء میں کوئی حرمت والا مہینہ آجاتا تو جنگ کا ختم کر دینا ان پر نہایت بار ہوتا۔ جنگ کو جاری رکھنے کے لیے حیلے بہانے کرتے اپنے ہی لوگوں میں سے کسی ایک کو حکم بناتے اور اس سے کہتے کہ ہمارے لیے اس مہینے کی بجائے کسی اور مہینے کو حرمت والا قرار دے اور ہمیں اس ماہ میں لڑنے کی اجازت دے دے۔ چنانچہ اگر اس وقت مثلاً رجب کا مہینہ ہوتا تو اس ماہ کو شعبان کہہ کر حلال قرار دے کر اس کے بعد کے مہینے یعنی شعبان کو ماہ رجب اور حرمت والا مہینہ قرار دیتا اور اس ماہ میں ان کو جنگ کی اجازت دے دیتا۔ اور اگر اس کے بعد کے مہینے میں بھی جنگ جاری رکھنے کی ضرورت ہوتی تو پھر اس ماہ رجب کو رمضان میں ڈال دیا جاتا۔ غرض سال بھر میں کوئی چار ماہ اپنی مرضی کے مطابق حرمت والے قرار دے دیے جاتے۔ بعض وقت جنگ میں اس قدر طوالت ہوتی کہ بارہ ماہ مسلسل جنگ میں گزارنے کی ضرورت ہوتی تو سال میں سولہ ماہ قرار دے کر آخر کے چار ماہ کو حرمت والے ماہ سمجھ لیتے۔ اور اس طرح مذہب عقلمندوں کے لیے کار براری کا آلہ بن گیا تھا۔ ایسی حالت میں دوسرا قبیلہ جس کے مقابل یہ لوگ صف آرا ہوتے۔ بعض وقت غلطی میں مبتلا ہو جاتا کہ اب تو حرمت والا مہینہ آرہا ہے اس میں جنگ نہ ہوگی۔ اور یہ اچانک ان پر حملہ کر دیتے۔ اور اگر دوسرا بھی انھیں کے جیسا عقلمند ہوتا تو پھر وہ بھی ان سے انھیں کی طرح چالیں چلتا۔ اور بے ایمانیوں کا ایک تانتا بندھ جاتا۔ (از روح المعانی و منتہی الارب ملخصاً)

(احمد محمودی)

زیادتی ہی ہے[1] ۔ کہ اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جنھوں نے (نعمات خداوندی کی) قدر نہیں کی کہ ایک سال اس (ماہ) کو حلال بنا لیتے ہیں اور ایک (دوسرے) سال اسی (ہی ماہ) کو حرام بنا دیتے ہیں کہ اللہ کے حرام کیے ہوئے (مہینوں) کی (صرف) تعداد میں موافقت کرلیں۔ (اور نتیجہ اور مقصد یہ ہوتا ہے) کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کرلیں

ابن ہشام نے کہا کہ لیواطئوا (کے معنے) لیوافقوا ہیں۔ مواطاۃ (کے معنی موافقۃ کے ہیں۔ عرب کہتے ہیں:۔

واطأتک علی ھذا الامر ای وافقتک علیہ

میں نے اس معاملے میں تیری موافقت کی۔

اور شعر میں جو ایطاء ہوتا ہے اس کے معنی بھی موافقت ہی کے ہیں اور وہ دو قافیوں کا ایک لفظ اور ایک جنس میں متفق ہوتا ہے جس طرح عجاج کا قول ہے ــــ اور عجّاج کا نام عبد اللہ بن رُؤبۃ ہے جو بنی سعد بن زید مناۃ بن تمیم بن مُرّۃ بن اُد بن طابخۃ بن الیاس بن مُضر بن نزار میں کا ایک شخص ہے۔ اس نے کہا ہے:۔

فِی أَثْعَبانِ الْمَنْجَنُونِ الْمُرْسَلِ

(پھر دوسرا مصرع کہا)

مَدَّ الْخَلِيجِ فِی الْخَلِيجِ الْمُرْسَلِ

رہٹ کے بہتے ہوئے پانی کے بہاؤ میں بھی وہی جوش و

---

[1] کہ حج کے لیے کعبۃ اللہ کے زائرین کے آنے جانے کے واسطے جو امن و امان عرب میں چند مہینوں کے لیے ہوتا تھا جس کے سبب وادیٔ غیر ذی زرع کے رہنے والوں کو اقسام کی تجارتی معاشی اور مذہبی سہولتیں اور برکات حاصل ہوتی تھیں اور زائرین کو روحانی ترقیات نصیب ہوتی تھیں ان سب کی شکر گزاری اور قدر دانی کو بالائے طاق رکھ کر صرف جذبۂ انتقام کے تحت ناجائز مواقع نکال کر ممنوعہ اوقات میں جنگ کی جاتی اور ملک کے عارضی امن اور چین کو بھی برباد کردیا جاتا۔ صرف اس لیے کہ دشمن پر غالب ہوجانے کا ایک موقع ہاتھ آگیا ہے۔ یہی وہ اسباب ہیں۔

وسعت ہے جو ایک نہر میں دوسری نہر کے چھوٹنے (اور دونوں کے ملنے سے) جوش و وسعت ہوتی ہے۔

(دونوں مصرعوں میں مرسل کا لفظ استعمال کیا ہے جو لفظاً و معناً ایک ہی ہے) اور یہ دونوں بیتیں یعنے مصرعے اس کے ایک قصیدۂ بحر رجز کے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ پہلا شخص جس نے عربوں میں مہینوں کی تاخیر کا رواج ڈالا وہ قلمّس تھا۔ اس نے ان مہینوں میں سے جنھیں حلال ٹھہرا دیا انھوں نے ان کو حلال ٹھہرا لیا اور اس نے ان میں سے جنھیں حرام ٹھہرادیا انھوں نے ان کو حرام ٹھہرالیا۔ قلمّس کا نام حُذَیفۃ بن عبد بن فقیم بن عدی ابن عامر بن ثعلبۃ بن حارث بن مالک بن کنانۃ بن خزیمۃ تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبّاد بن حُذیفہ اس کام پر اس کا قائم مقام ہوا۔ پھر اس کے بیٹے عباد کے بعد قلع بن عباد قائم ہوا۔ قلع کے بعد اُمیّۃ بن قلع امیۃ کے بعد عوف بن امیۃ عوف کے بعد ابو ثمامۃ جنادۃ بن عوف اور یہ ان سب میں کا آخر تھا اور اسلام نے اس کے اعمال کی مخالفت کی۔ عرب کی حالت یہ تھی کہ جب وہ حج سے فارغ ہوتے تو جنادۃ بن عوف کے پاس جمع ہوتے اور وہ چاروں حرمت والے مہینوں رجب ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم کو حرمت والے قرار دیتا اور جب چاہتا کہ ان میں سے کسی ماہ کو حلال قرار دے تو کسی ماہ مثلاً محرم کو حلال قرار دیتا اور اس کا اعلان کرتا تو وہ سب کے سب اسی کو حلال قرار دیتے اور اس کے بجائے کسی اور ماہ مثلاً صفر کو حرام قرار دیتا تو وہ سب اسی کو حرام ٹھہرا لیتے کہ حرمت والے مہینوں کے شمار میں مطابقت ہو جائے۔ پھر جب وہ (کسی مصلحت کے تحت) اس رائے سے پلٹ جانا چاہتے تو وہ ان میں خطبہ دینے کھڑا ہو جاتا اور کہتا یا اللہ میں نے دو صفروں میں سے ایک صفر کو یعنے پہلے صفر کو یعنے محرم کو ان کے لیے حلال کر دیا اور دوسرے مہینے کو آنے والے سال کے لیے پیچھے کر دیا۔

اسی بارے میں عُمَیر بن قیس جُذل الطّعان جو بنی فراس بن غنم بن ثعلبۃ بن مالک بن کنانہ میں کا ایک شخص ہے۔ مہینوں کو تمام عرب کے لئے پیچھے ہٹا دینے پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

لَقَدْ عَلِمَتْ مَعَدٌّ أَنَّ قَوْمِي

كِرَامُ النَّاسِ أَنَّ لَهُمْ كِرَامَا

اس بات کو قبیلۂ مَعَدّ یقینی طور پر جانتا ہے کہ میری قوم لوگوں میں بڑی عزّت والی ہے اور اس کے (اخلاف بھی) عزت والے ہی ہیں۔

فَأَيُّ النَّاسِ فَاتُونَا بِوِتْرٍ

وَأَيُّ النَّاسِ لَمْ نُعْلِكْ لِجَامَا

جس سے ہمیں انتقام لینا ہے وہ کون لوگ ہیں (ذرا) ہمارے سامنے تو آئیں۔ اور کون لوگ ہیں جن کو ہم نے لگام (دے کر روک) نہ دیا ہو

أَلَسْنَا النَّاسِئِينَ عَلَى مَعَدٍّ

شُهُورَ الْحِلِّ نَجْعَلُهَا حَرَامَا

کیا ہم وہی (لوگ) نہیں جو (قبیلۂ) مَعَدّ کے لیے (مہینوں کو مقدم) موخر کرتے رہتے ہیں (اور) حلال مہینوں کو حرام قرار دے دیتے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ حرمت والے مہینوں میں کا پہلا مہینہ محرم ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا جب ابرہہ کے خط کا ذکر عربوں میں مشہور ہوا تو بنی فقیم میں کا ایک (کنانی شخص اپنی جگہ سے نکل کر اس کلیسا میں پہنچا اور (قضائے حاجت کے لیے) اس میں بیٹھا۔

ابن ہشام نے کہا یعنی اس نے اس میں حدث کی۔

ابن اسحٰق نے کہا اور پھر چل نکلا اور اپنی سرزمین میں پہنچ گیا۔ ابرہہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے دریافت کیا، کہا یہ کام کس نے کیا ہے اس کو خبر دی گئی کہ یہ کام عربوں میں کے ایک ایسے شخص کا ہے جو اس گھر کے پاس رہنے والے ہیں جس کے حج کے لیے عرب مکے جاتے ہیں کیونکہ جب اس نے تیری یہ بات سنی کہ میں عربوں کے عزائم حج کو اس کی جانب پھیر دوں گا" تو وہ غصے میں آگیا اور اس غصے کی حالت میں آکر اس میں قضائے حاجت کے لیے بیٹھ گیا یعنی اس کا مطلب یہ بتانا تھا کہ وہ کلیسا اس حج کا سزاوار نہیں (بلکہ اس قابل ہے کہ اس میں قضائے حاجت کی جائے)۔ پھر تو ابرہہ کو غصہ آگیا اور اس نے قسم کھالی کہ وہ ضرور اس گھر یعنی بیت اللہ کی جانب جائے گا اور اس کو گرا دے گا۔

اس کے بعد اس نے حبشیوں کو تیاری کا حکم دیا۔ وہ بہت کچھ سازوسامان فراہم کر کے تیار ہو گئے اور اس نے اپنے ساتھ وہ مشہور ہاتھی بھی لے لیا جس کا ذکر آگے آئے گا اور مکے کی طرف چلا۔ جب عربوں نے یہ خبر سنی اس کو بہت اہم معاملہ خیال کیا اور یہ خبر سن کر بے چین ہو گئے۔ اور جب انھوں نے سنا کہ وہ خدا کے گھر کعبے کو گرا دینا چاہتا ہے تو اس سے جہاد کرنا اپنا فرض خیال کیا۔ آخر اس کے مقابلے کے لیے ذونفر نامی ایک شخص تیار ہوا جو یمن کے سربرآوردہ لوگوں اور بادشاہوں میں سے تھا۔ اس نے اپنی قوم کو اور عرب کے ان تمام لوگوں کو جنھوں نے اس کی بات مانی بلوایا تاکہ ابرہہ سے جنگ کریں اور بیت اللہ الحرام اور اس کے گرانے اور اس کے برباد کرنے کے اس ارادے کے خلاف جہاد کریں۔ اس دعوت کے قبول کرنے کو جو تیار تھے انھوں نے قبول کیا (اور اس کے ساتھ ہو گئے)۔ پھر یہ اس کے مقابل صف آرا ہوا۔

اور جنگ کی۔ ذونفر اور اس کے ساتھیوں نے شکست کھائی۔ ذونفر گرفتار کر لیا گیا۔ اور قیدی بنا کر ابرہہ کے پاس لایا گیا۔ جب اس نے اس کو قتل کرنا چاہا تو ذونفر نے اس سے کہا اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کیجئے۔ ممکن ہے کہ میرا آپ کے ساتھ رہنا میرے قتل کرنے سے بہتر ہو اس لیے اس نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اپنے پاس سخت قید میں رکھا کیونکہ ابرہہ ایک حلیم شخص تھا پھر ابرہہ جس ارادے سے نکلا تھا اس کی تکمیل کے لیے بڑھتا چلا۔ جب وہ سرزمین خثعم میں آیا نفیل بن حبیب خثعمی خثعم کے دونوں قبیلوں شہران اور ناہس اور عرب کے قبیلوں میں سے جو لوگ اس کے ساتھ ہوئے ان سب کو لے کر اس کی راہ روک لی اور اس سے جنگ کی۔ ابرہہ نے اسے بھی شکست دی اور نفیل کو بھی قید کر لیا گیا۔ جب وہ اس کے پاس لایا گیا اور اس نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو نفیل نے اس سے کہا اے بادشاہ! مجھے قتل نہ کیجئے کہ میں سرزمین عرب میں آپ کا رہنما بن سکتا ہوں۔ اور یہ میرے دونوں ہاتھ خثعم کے دونوں قبیلوں شہران اور ناہس کے مقابلے میں آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے کام آئیں گے آخر اس نے اسے چھوڑ دیا اور یہ اس کی رہنمائی کرتا ہوا چلا۔ یہاں تک کہ جب وہ طائف سے گزرا تو مسعود بن مُعَتِّب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف، بنی ثقیف کے چند لوگوں کے ساتھ اس کے پاس آیا۔ اور ثقیف کا نام قسیّ بن النبیت بن منبہ بن منصور بن یقدم بن افصی بن دُعمی بن ایاد ابن نزار بن معد بن عدنان ہے۔ امیۃ بن ابی الصّلت ثقفی نے کہا ہے:۔

قَوْمِي إِيَادُ لَوْ[1] أَنَّهُمْ أُمَمُ

أَوْ لَوْ أَقَامُوا فَتُهْزَلَ النَّعَمُ

قبیلہ بنی ایاد سب کا سب میری ہی قوم ہے کاش وہ ایک دوسرے

---

[1] (ب ج د) تینوں نسخوں میں "لو" ہے لیکن نسخہ (الف) میں "له" ہے۔ جس کا کوئی مناسب مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ (احمد محمودی)

کے پاس پاس سکونت پذیر رہتے (اور ترک وطن کرکے حجاز سے عراق کی جانب اس لیے نہ چلے گئے ہوتے کہ ان کے جانوروں کے لیے حجاز کے میدان تنگ ہوگئے تھے) یا کاش وہ اپنے وطن ہی میں رہتے خواہ ان کے جانور (مقام کی تنگی اور چارے کی قلت کے سبب) لاغر اور کمزور ہی ہو جاتے۔

قَوْمٌ لَهُمْ سَاحَةُ الْعِرَاقِ إِذَا
سَارُوا جَمِيعاً وَالْقِطُّ وَالْقَلَمُ

وہ ایسی قوم تھی کہ اگر وہ سب کے سب مل کر جاتے تو عراق کا میدان اور کاغذ و قلم (سب) انھیں کا ہو جاتا دیتے وہاں حاکمانہ حیثیت سے رہتے۔)

قط کے معنے چک، رقعہ، پرزہ چھٹی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے عجل لنا قطنا ہمیں ہمارا نوشتۂ تقدیر یا نامۂ اعمال جلد دے دے۔ ابن اسحٰق نے کہا۔ اور امیۃ بن ابی الصلت نے یہ بھی کہا ہے:۔

فَإِمَّا تَسْأَلِي عَنِّي لُبَيْنَى[1]
وَعَنْ نَسَبِي أُخَبِّرْكِ الْيَقِينَا

اے لُبینیٰ اگر تو مجھ سے میرے نسب کے متعلق دریافت کرے تو میں تجھے (ایک ایسی) یقینی خبر سناؤں گا (جس میں کچھ شک و شبہہ نہ ہو۔)

---

[1] نسخہ (الف) میں لبیناً الف سے لکھا ہے (ب ج د) میں لبینیٰ کا رسم الخط یا سے لکھا ہے۔ (احمد محمودی)

فَإِنَّا لِلنَّبِيتِ أَبِی قَسِیٍّ

لِمَنْصُورِ بْنِ یَقْدُمَ الْأَقْدَمِینَا

ہم ابوقسیّ نبیت (اور) منصور بن یقدم (جیسے) قدیم (مشہور) لوگوں کی اولاد ہیں۔

ابن ہشام نے کہا ثقیف کا نام قسیّ بن منبّہ ابن بکر بن ہوازن بن منصور ابن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے۔ اور پہلی دو بیتیں اور آخری دو بیتیں امیہ ہی کے دو قصیدوں میں کی ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا بنی ثقیف کے لوگوں نے ابرہہ سے کہا اے بادشاہ! ہم آپ کے غلام فرماں بردار اور مطیع ہیں۔ ہمیں آپ سے کوئی اختلاف نہیں اور یہ ہمارا گھر اللات وہ گھر نہیں ہے جس کا آپ ارادہ رکھتے ہیں آپ کا قصد تو اس گھر کا ہے جو مکے میں ہے ہم آپ کے ساتھ کسی ایسے شخص کو بھیجیں گے جو اس کی جانب آپ کی رہنمائی کرے گا۔ اللات طائف میں ان لوگوں کا ایک گھر تھا جس کی وہ لوگ ویسی ہی عظمت کیا کرتے تھے جس طرح کعبے کی تعظیم کی جاتی ہے۔

ابن ہشام نے کہا مجھے ابوعبیدہ نحوی نے ضرار بن الخطاب الفہریّ کا ایک شعر سنایا:۔

وَفَرَّتْ ثَقِیفٌ إِلَی لَاتِهَا

بِمُنْقَلَبِ الْخَائِبِ الْخَاسِرِ

اور بنی ثقیف اپنے لات (نامی بت خانے) کی

۱؎ خط کشیدہ الفاظ نسخہ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

جانب محروم نقصان رسیدہ حالت میں بھاگے۔
یہ شعر اس کے اشعار میں کا ہے۔ آخر وہ انھیں بھی چھوڑ کر آگے بڑھا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ انھوں نے اس کے ساتھ ابو رِغال کو بھیجا کہ مکے کی جانب اس کی رہنمائی کرے۔ ابرہہ ابو رِغال کو ساتھ لیے ہوئے نکلا یہاں تک کہ ابو رِغال نے اسے مُغَمَّس تک پہنچا دیا اور اسے وہاں پہنچا کر مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد عربوں نے اس کی قبر پر پتھر برسائے اور لوگ مقام مُغَمَّس میں جس قبر کو پتھر مارا کرتے ہیں وہ اسی کی قبر ہے۔
جب ابرہہ مُغَمَّس[1] میں اترا تو اس نے حبشیوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام اَسود بن مُقصود تھا اپنے سواروں کے ایک دستے پر سردار بنا کر روانہ کر دیا وہ مکہ تک جا پہنچا اور تہامہ والے قریش وغیرہ کے اونٹ ہانک لے گیا۔ انھیں میں عبدالمطلب بن ہاشم کے دو سو اونٹ بھی اس کے ہاتھ لگے۔ عبدالمطلب ابن ہاشم اس وقت قریش میں ان کے بڑے سردار مانے جاتے تھے۔ اس لیے قریش، کنانہ، ہُذیل اور جو جو اس حرم محترم میں رہتے تھے سبھوں نے اس سے جنگ کا ارادہ کیا لیکن بعد مشورہ انھیں یقین ہو گیا کہ ان میں اس سے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ آخر انھوں نے اس خیال کو چھوڑ دیا۔ ابرہہ نے حَناطہ الحِمیری کو مکہ کی جانب روانہ کیا اور اس سے کہا کہ اس شہر کے سردار اور بلند رتبہ شخص سے دریافت کر لینا اور اس سے کہنا کہ بادشاہ کہتا ہے کہ میں تم سے جنگ کرنے کیلیے نہیں آیا ہوں میں صرف اس گھر کو گرانے آیا ہوں اور اگر تم لوگوں نے اس کی مدافعت میں ہم سے کسی قسم کا تعارض نہیں کیا تو تمھارا خون بہانے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ اگر وہ مجھ سے جنگ کرنا چاہے تو اس کو میرے پاس لانا۔[2]
پھر جب حناطہ مکہ میں داخل ہوا تو دریافت کیا کہ قریش کا سردار اور

---

[1] مکۂ معظمہ سے تین فرسخ کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے۔ (از سہیلی احمد محمودی)
[2] (ب ج د) تینوں نسخوں میں فان لم تعرضوا ہے اور نسخۂ (الف) میں کاتب نے تحریف کر دی ہے۔ اور "لم تعرضوا" نون عین زائے ہوز اور ضاد معجمہ لکھ دیا ہے (احمد محمودی)

ان میں کا بلند رتبہ شخص کون ہے۔ اس سے کہا گیا وہ عبد المطلب بن ہاشم ہیں۔ وہ آپ پاس آیا اور ابرہہ نے جو کچھ اسے حکم دیا تھا آپ سے بیان کیا۔ عبد المطلب نے اس سے کہا خدا کی قسم ہم اس سے جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہم میں اس سے مقابلے اور جنگ کی طاقت ہے۔ یہ اللہ کا اور اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا عظمت والا گھر ہے۔ یا اسی طرح کے الفاظ[۱] فرمائے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس گھر کی ابرہہ سے حفاظت کرے تو وہ اس کا گھر ہے اور اس میں اسکی عظمت ہے۔ اور اگر اس نے اس گھر اور ابرہہ کے درمیان راستہ صاف کر دیا (بیچ میں کوئی مزاحمت نہ ڈالی) تو خدا کی قسم ہمارے پاس بیت اللہ کو اس سے بچانے کی کوئی تدبیر نہیں۔ پس حناطہ نے کہا تو آؤ میرے ساتھ اس کے پاس چلے چلو کہ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں اس کے پاس لے جاؤں۔ تو عبد المطلب اس کے ساتھ (ہو) گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے بعض لڑکے بھی تھے۔ حتیٰ کہ اس لشکر میں پہنچے۔ پھر وہاں (جانے کے بعد) ذونفر کو دریافت فرمایا جو آپ کا دوست تھا۔ اور اس کے پاس پہنچے جو وہاں قید تھا۔ آپ نے اس سے کہا اے ذونفر ہم پر جو آفت نازل ہوئی ہے اس سے چھوٹنے کی تیرے خیال میں کوئی تدبیر ہے۔ ذونفر نے آپ سے کہا ایک ایسے شخص کے پاس کیا تدبیر ہو سکتی ہے جو کسی بادشاہ کے ہاتھوں میں گرفتار (اور اس امر کا) منتظر ہو کہ اسے صبح قتل کیا جاتا ہے یا شام۔ میرے پاس اس آفت کے متعلق جو آپ پر آپڑی ہے کوئی تدبیر نہیں مگر ہاں اتنا ضرور ہے کہ انیس نامی فیل بان میرا دوست ہے۔ میں اس کے پاس کہلا بھیجوں گا اور آپ کے متعلق اس سے سفارش کروں گا۔ اور آپ کی عظمت اسے بتاؤں گا اور استدعا کروں گا کہ آپ کے لیے بادشاہ کے

---

[۱] راوی اپنے ان الفاظ سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ عبد المطلب نے جو الفاظ اس وقت کہے راوی کو وہ پورے پورے یاد نہیں اس لیے روایت بالمعنی کی جا رہی ہے۔ (احمد محمودی)

پاس باریابی کی اجازت حاصل کرے۔ پھر آپ خود جو مناسب ؁ سمجھیں اس سے گفتگو کریں اور اگر اس کو اس بات کا موقع مل گیا تو وہ اس کے پاس آپ کے لیے مناسب سفارش بھی کرے گا۔ آپ نے فرمایا بس میرے لیے اسی قدر کافی ہے۔ پھر ذونفر نے انیس ؁ کے پاس کہلا بھیجا کہ عبد المطلب قریش کے سردار ہیں اور مکہ والوں کی آنکھ کی پتلی ہیں۔ وہ شہر میں شہریوں کو کھانا کھلاتے ہیں تو بیرونِ شہر پہاڑوں کی چوٹیوں پر وحشیوں کی ضیافت کرتے ہیں۔ ان کے دو سو اونٹ گرفتار ہو کر بادشاہ کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ ان کے لیے بادشاہ کے پاس باریابی کی اجازت حاصل کرو۔ اور اس کے پاس آپ کو جو نفع پہنچایا جا سکتا ہو پہنچاؤ۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر انیس نے ابرہہ سے گفتگو کی تو اس نے اس سے کہا بادشاہ (جہاں پناہ!) یہ قریش کے سردار اور مکہ والوں کی آنکھ کی پتلی ہیں۔ شہر میں شہریوں کی ضیافت کرتے ہیں تو بیرونِ شہر پہاڑیوں کی چوٹیوں پر وحشیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ انھیں آپ اپنے پاس باریابی کی اجازت دیں کہ وہ اپنی کسی حاجت میں آپ سے گفتگو کریں۔ راوی نے کہا کہ ابرہہ نے آپ کو باریابی کی اجازت دی۔ اور عبد المطلب ان تمام لوگوں میں بہت وجیہ اور خوبرو اور

؁۔ (ب ج د) تینوں نسخوں میں فتکلمه مابدا الك ہے جس کے معنی میں نے ترجمے کے متن میں لکھے ہیں لیکن نسخہ (الف) میں فیکلمه ما بدا الك ہے اس کے لحاظ سے معنی یوں ہوں گے کہ آپ کی مرضی کے موافق وہ اس سے گفتگو کرے لیکن اول الذکر نسخہ مرجح ہے اس لیے کہ اس کے بعد "فیشفع لك عنده بخیر ان قدر علی ذلك" ہے اور نسخہ دوم کے لحاظ سے بعد کی عبارت تاکید ہو جائے گی اور نسخہ اول کے لحاظ سے تاسیس اور تاسیس تاکید پر مرجح ہوتی ہے۔ (احمد محمودی)

؁ (الف ج د) میں صاحب عین مکہ ہے اور (ب) میں صاحب عیر مکہ ہے یعنی مکے سے جو اونٹ گرفتار کر کے لائے گئے ہیں اس کے مالک ہیں۔ یہاں بھی نسخہ اول الذکر مرجح ہے کیونکہ اس کے بعد آرہا ہے وقد اصاب له الملك مائتی بعیر جو بصورتِ اول تاسیس اور بصورتِ ثانی تاکید ہو گی۔ (احمد محمودی)

عظمت والے تھے۔ جب آپ کو ابرہہ نے دیکھا، آپ کے جلال و عظمت[1] سے متاثر ہوا اور خود تخت پر بیٹھا رہ کر آپ کو اپنے سے نیچے بٹھانا آپ کی عظمت کے خلاف سمجھا اور یہ بات بھی پسند نہ کی کہ حبشی آپ کو اس کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا دیکھیں۔ اس لیے ابرہہ تخت سے اتر پڑا اور فرش پر آبیٹھا اور آپ کو اپنے ساتھ اسی فرش پر اپنے بازو بٹھالیا۔ پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا ان سے کہ کہ آپ اپنی حاجت بیان کریں۔ ترجمان نے آپ سے وہی کہا تو عبدالمطلب نے کہا میری حاجت صرف یہ ہے کہ بادشاہ میرے دو سو اونٹ مجھے واپس کر دے جو اس کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ جب آپ نے اس سے یہ کہا تو ابرہہ نے اپنے ترجمان سے کہا کہ وہ آپ سے کہے کہ جب میں نے تمھیں دیکھا تو تم سے مرعوب ہو گیا۔ لیکن جب تم نے مجھ سے گفتگو کی تو افسوس تم میری نظروں سے گر پڑے۔ کیا تم مجھ سے اپنے دو سو اونٹوں کے لیے کہتے ہو جو میرے پاس پکڑے آئے ہیں؟ اور تم نے اس گھر کا خیال بالکل چھوڑ دیا ہے جو تمھارا اور تمھارے باپ دادے کا دین (و قبلہ) ہے؟ جس کے گرانے کے لیے میں آیا ہوں تم اس کے لیے کچھ نہیں کہتے؟ عبدالمطلب نے کہا میں اونٹوں کا مالک ہوں (مجھے ان کی فکر ہے) اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے۔ وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ اس نے کہا کہ وہ مجھ سے کیا بچائے گا۔ انھوں نے کہا تم جانو اور وہ جانے لیکن بعض اہلِ علم کا یہ خیال بھی رہا ہے کہ جب ابرہہ نے حناطہ کو بھیجا تو یعمر بن نُفاثہ بن عدی بن الدیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ جو اس وقت بنی بکر کا سردار تھا اور خُوَیلد بن واثلۃ ہُذَلی جو بنی ہُذَیل کا سردار تھا دونوں کے ساتھ عبدالمطلب بھی گئے تھے اور ابرہہ سے کہا کہ اگر وہ بیت اللہ کو نہ گرائے تو تہامہ کی تہائی آمدنی دی جائے گی لیکن اس نے ان کی شرط کے ماننے سے انکار کر دیا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ ایسا ہوا تھا یا نہیں۔

ابرہہ نے عبدالمطلب کے وہ اونٹ واپس کر دیے۔ جب پر وہ قابض

---

[1] خط کشیدہ الفاظ نسخہ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

ہوگیا تھا۔ پھر جب وہ اونٹ اس کے پاس سے واپس وصول ہوگئے تو عبدالمطلب بھی قریش کی طرف لوٹ آئے۔ اور انھیں اس واقعے کی خبر دی۔ اور لشکر کی غارت گری کے خوف سے انھیں مکہ سے نکل جانے اور پہاڑوں کی بلندیوں اور گھاٹیوں میں پناہ گزین ہونے کا حکم دیا۔ پھر عبدالمطلب اٹھے اور درِ کعبہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ کر اللہ (تعالیٰ) سے دعا کی اور ابرہہ اور اس کے لشکر کے مقابل اس کی امداد کے طلبگار ہوئے اور اس وقت آپ کے ساتھ قریش کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ عبدالمطلب نے اس حال میں کہ وہ حلقۂ درِ کعبہ پکڑے ہوئے تھے کہا:۔

لَاهُمَّ إِنَّ الْعَبْدَ يَمْ

نَعُ رَحْلَهُ فَامْنَعْ حِلَالَكْ[1]

یا اللہ بندہ اپنی سواری کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے حرم کے رہنے والوں کی (یا اپنی سواری کی یا اپنی سواری کے سامان کی) حفاظت فرما۔

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيبُهُمْ

وَمِحَالُهُمْ غَدْوًا مِحَالَكْ[2]

ان کی صلیب اور ان کی قوتیں کل صبح تیری قوتوں پر غالب نہ ہو جائیں۔

---

[1] الحلال مراکب من مراکب النساء (یعنی) حلال بالکسر مرکبے است زنان را و متاع و پالان شتر (منتہی الارب) حلال بکسر الحاء القوم المجتمعون یریدبہم سکان الحرم (خشنی)

[2] نسخہ (الف) میں "عدوا" یا عین مہملہ لکھا ہے جس کے معنی صبح کے بجائے دشمن کے ہوں گے۔

(احمد محمودی)

إِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَقِبْ
لَتَنَا فَأَمْرٌ مَا بَدَا لَكْ

اگر تو ہمارے قبلے کو اس کی حالت پر اور ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دے (اور بیچ بچاؤ نہ کرے تو تجھے اختیار ہے) جو تجھے مناسب معلوم ہو (کر)۔

ابن ہشام نے کہا یہ وہ اشعار ہیں جو ابن اسحٰق کے پاس صحیح ثابت ہوئے ہیں۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصیٰ نے یہ شعر کہے:۔

لَاهُمَّ أَخْزِ الْأَسْوَدَ بْنَ مَقْصُودْ
الْآخِذَ الْهَجْمَةَ فِيهَا التَّقْلِيدْ

یا اللہ اسود بن مقصود کو ذلیل و خوار کر جس نے ایسے سو اونٹ پکڑ لیے ہیں جن میں تیری قربانی کے قلادہ بند اونٹ بھی تھے۔

بَيْنَ حِرَاءٍ وَثَبِيرٍ فَالْبِيدْ
يَحْبِسُهَا وَهِيَ أُولَاتُ التَّطْرِيدْ

جو کوہ حرا اور کوہ ثبیر کی درمیانی وادیوں اور جنگلوں میں آزادی کے ساتھ پھرنے والے اونٹوں کو باندھ رکھتا ہے۔

فَضَمَّهَا إِلَى طَمَاطِمٍ سُودْ
أَخْفِرْهُ يَا رَبِّ وَأَنْتَ مَحْمُودْ

پھر اس نے ان اونٹوں کو (اپنے) بے دین کالے چہرے والے

عجمی (لشکر) میں پکڑ رکھا۔ پروردگار! تو (ہر طرح) قابل حمد و ستائش ہے۔
تو اسے بے پناہ (تباہ و برباد) کردے۔

ابن ہشام نے کہا یہ وہ (اشعار) ہیں جو ابن اسحٰق کے پاس صحیح ثابت ہوئے ہیں۔ وطماطم[1] کے معنے اعلاج کے ہیں یعنی عجمی بے دین کافر یا اونچا پورا دیو صفت انسان۔

ابن اسحٰق نے کہا پھر عبدالمطلب نے حلقۂ در کعبہ چھوڑ دیا اور وہ اور ان کے ساتھی قریش پہاڑوں کی بلندی کی جانب چلے گئے۔ اور وہاں پناہ گزیں ہو کر انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں ابرہہ مکہ میں داخل ہو کر اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو ابرہہ مکہ میں داخل ہونے کے لیے خود بھی تیار ہوا اپنے ہاتھی اور اپنے لشکر کو بھی تیار کیا۔ اور اس کے ہاتھی کا نام محمود تھا۔

ابرہہ بیت (اللہ) کے گرانے اور پھر یمن واپس ہو جانے کا پکا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر جب ان لوگوں نے اس ہاتھی کا رخ مکہ کی جانب کیا تو نفیل بن حبیب (خثعمی)[2] آیا اور اس ہاتھی کے بازو کھڑا ہوگیا۔ اور اس کا کان پکڑ کر کہا محمود بیٹھ جا[3] یا جدھر سے تو آیا ہے ادھر سیدھے واپس ہو جا۔ کیونکہ تو اللہ تعالےٰ کے عظمت و حرمت والے شہر میں ہے۔ پھر اس نے اس کا کان چھوڑ دیا۔ ہاتھی بیٹھ گیا اور نفیل بن حبیب تیزی سے وہاں سے نکل کر پہاڑ پر چلا گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے ہاتھی کو بہت مارا کہ اٹھے مگر وہ نہ اٹھا۔ انھوں نے اس کے سر پر تبر مارے کہ اٹھے پر نہ اٹھا۔ انھوں نے اس کے پیٹ کے چرلے میں آنکس گھسا دیے اور اسے

---

[1] یہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

[2] نسخۂ (ب)

[3] نسخۂ (الف ج) میں دارجع ہے اور نسخہ (ب د) میں اوارجع ہے۔ نسخۂ دوم مرجح ہے جس کے معنی صاف ہیں کہ بیٹھ جا یا واپس ہو جا اور نسخۂ اول کے لحاظ سے معنی یہ ہوں گے کہ بیٹھ جا اور واپس ہو جا جس کو صحیح بنانے کے لیے تاویلات درکار ہیں کیونکہ واپسی کے لیے بیٹھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ (احمد محمودی)

خون آلود کر دیا کہ اُٹھنے پر نہ اٹھا۔ پھر اس کا رُخ یمن کی جانب پھیرا تو اُٹھ کر بھاگنے لگا۔ پھر اس کا رُخ شام کی سمت کر دیا۔ پھر بھی وہ دوڑتا رہا پھر اس کا مُنہ مشرق کی طرف کیا گیا اُس طرف بھی وہ تیز چلتا رہا لیکن جب اس کا رُخ مکہ کی جانب کیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔

آخر اللہ تعالےٰ نے ان پر ابابیل اور بلسان[1] کے متشابہ پرند بھیجے ان میں کے ہر پرند کے ساتھ تین تین کنکر تھے جن کو وہ اٹھائے ہوئے تھا ایک کنکر اس کی چونچ میں اور دو اس کے دونوں پیروں کے پنجوں میں۔ یہ کنکر چنے اور مسور کے جیسے تھے یہ ان میں سے جس کسی پر گرتا وہ ہلاک ہو جاتا۔ لیکن ان میں سبھوں پر یہ آفت نہیں آئی۔ بلکہ ان میں سے بعض جو بھاگ[2] نکلے وہ اس راستے پر تیزی سے چلے جا رہے تھے جدھر سے وہ آئے تھے اور نفیل بن حبیب کو دریافت کرتے جا رہے تھے تاکہ وہ انھیں یمن کی جانب رہنمائی کرے۔ جب نفیل نے خدائے تعالیٰ کے اتارے ہوئے اس عذاب کو دیکھا تو کہا:۔

---

[1] بلسان کے معنی لغات میں تو ایک درخت کے لکھے ہیں جس کا تیل بہت منافع رکھتا ہے کسی جانور کے معنی تو لکھے نہیں البتہ بلشون ایک لفظ ہمیں لغت میں ملا ہے جس کے معنی منتہی الارب میں بوتیمار لکھے ہیں اور قطر المحیط میں لکھا ہے کہ وہ لمبی گردن، لمبے بازووں، لمبی ٹانگوں والا ایک آبی جانور ہے جو مچھلیوں کو بہت صفائی سے نگل جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہی بلشون کتابت کی غلطی میں بلسان ہو گیا ہو۔ ورنہ بلسان ہمارے علم میں تو کسی جانور کا نام نہیں۔ حالانکہ (الف ب ج۔د) چاروں نسخوں میں بلسان لکھا ہے اور نسخہ (ب) کے حاشیے پر ابن عباس کی ایک روایت بھی لکھی ہے جس میں بعث اللہِ الطیر علی اصحاب الفیل کالبلسان ہی ہے۔ صرف ایک ابو ذر کی روایت نقل کی ہے جس میں بلشون کا لفظ آیا ہے۔
واللہ اعلم و علمہ اتم۔ (احمد محمودی)

[2] نسخۂ (الف) میں وجھوا ھاربین ہے اور (ب ج د) میں خرجوا ھاربین جس کے معنے بھاگ نکلے ہیں۔ دوسرا نسخہ مرجح ہے۔
(احمد محمودی)

أَيْنَ الْمَفَرُّ وَالْإِلٰهُ الطَّالِبُ

وَالْأَشْرَمُ الْمَغْلُوبُ لَيْسَ الْغَالِبُ

(مجرموا ب) بھاگ نکلنے کی جگہ کہاں کہ (قہر) خدا تمھاری تلاش میں (تمھارے پیچھے لگا) ہے اور وہ اَشرم یعنے ابرہہ جو مغلوب ہوچکا (اب پھر کبھی) غلبہ نہ پاسکے گا۔

ابن ہشام نے کہا کہ "لیس الغالب" یعنے جو شعر اوپر ذکر کیا گیا جس کے آخر میں لیس الغالب کے الفاظ ہیں ابن اسحٰق کے سوا دوسروں سے مروی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ نفیل نے یہ شعر بھی کہے ہیں۔

أَلَا حُيِّيْتِ عَنَّا يَا رُدَيْنَا

نَعِمْنَاكُمْ مَعَ الْإِصْبَاحِ عَيْنَا

ہاں اے رُدَینا ہماری جانب سے تجھے سلام (یا دعائے زندگی) پہنچے اور تم لوگوں کی سلامتی سے ہماری آنکھیں صبح سویرے ٹھنڈی ہوں یعنی خوشی نصیب ہو۔

رُدَيْنَا[1] لَوْ رَأَيْتِ فَلَا تَرَيْهِ

لَدَى جَنْبِ الْمُحَصَّبِ مَا رَأَيْنَا

رُدَینا کاش تو وہ منظر دیکھتی خدا کرے کہ تو وہ منظر کبھی نہ دیکھے جو ہم نے

[1] نسخۂ (ب۔ج۔د) میں رُدَینا الف سے لکھا ہے۔ لیکن نسخۂ (الف) میں ردینہ ہائے ہوز سے لکھا ہے اور اس پر پیش بھی دیا ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

وادی محصّب کے بازو اس کے پاس ہی دیکھا۔

إِذاً لَعَذَرْتِنِي وَحَمِدْتِ أَمْرِي

وَلَمْ تَأْسَيْ عَلَى مَا فَاتَ بَيْنَا

اگر وہ منظر دیکھتی تو تو مجھے (اپنے سے جدا ہونے پر) معذور سمجھتی اور میرے کام کی تعریف کرتی اور ہماری آپس کی جدائی پر غم نہ کھاتی۔

حَمِدْتُ اللهَ إِذْ أَبْصَرْتُ طَيْرًا

وَخِفْتُ حِجَارَةً تُلْقَى عَلَيْنَا

جب میں نے پرندوں کو دیکھا تو اللہ تعالے کا شکر ادا کیا (کہ امداد الٰہی پہنچ گئی اگرچہ) جو پتھر ہم پر (یعنے ہمارے ساتھیوں پر) پڑ رہے تھے ان سے میں ڈر رہا بھی تھا۔ (یا جب تو ان پرندوں کو دیکھتی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی اگرچہ جو پتھر ہم پر پڑ رہے تھے اس سے ڈر بھی جاتی)

وَكُلُّ الْقَوْمِ يَسْأَلُ عَنْ نُفَيْلٍ

كَأَنَّ عَلَيَّ لِلْحُبْشَانِ دَيْنَا

قوم کا ہر فرد نفیل ہی کو دریافت کر رہا تھا (کہ اس سے واپسی کا راستہ پوچھے) گویا حبشیوں کا مجھ پر کوئی قرض تھا۔

پھر ان کی حالت یہ ہوئی کہ وہ وہاں سے نکلے تو سہی مگر راستے میں ہر ایک مقام پر گرتے پڑتے اور پھر ہنگھٹ (ندی نالے) پر ہلاکت کے مقامات میں مرتے کھپتے۔ ابرہہ کے جسم پر بھی آفت آئی سب کے سب اس کو اپنے ساتھ لے کر

اس حالت سے نکلے کہ اس کی ایک ایک انگلی سڑ سڑ کر گرتی جاتی تھی اور جب اس کی کوئی انگلی گرتی اس کے بعد اس میں مواد آجاتا اور پیپ اور خون جاری رہتا۔
حتیٰ کہ جب اس کو صنعاء میں لائے تو اس کی حالت پرندے کے چوزے[۱] کی سی تھی اور بعض روایات کے موافق مرنے سے پہلے اس کا سینہ پھٹ کر اس کا دل باہر نکل آیا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یعقوب بن عُتْبَہ نے بیان کیا کہ ان سے کسی نے کہا کہ سرزمین عرب میں چیچک اور کنکر پتھرا اسی سال پہلی بار نظر آئے اور اسی سال پہلے پہل عرب میں بدمزہ و ناگوار پودے اسپند[۲] اندرائن اور آکھ[۳] کی قسم کے دیکھے گئے۔ ابن اسحٰق نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو یہ واقعہ اصحاب فیل بھی ان متعدد واقعات میں سے ایک تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے قریش پر اپنی ان نعمتوں میں سے شمار فرمایا ہے جن سے اس نے انھیں برتری دی کہ اس نے حبشیوں کی حکومت کو ان پر سے دفع فرما دیا تاکہ قریش کے زمانۂ اقبال اور ان کی حکومت کو بقائے دراز حاصل ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ

(اے میرے محبوب بندے) کیا تو نے (کبھی اس نعمت کا) خیال نہیں کیا کہ تیری پرورش کرنے والے نے (تیری ترقیوں کی خاطر) ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا (سخت) برتاؤ کیا؟

---

[۱] اعضاء کے یکے بعد دیگرے جھڑتے جانے کی وجہ سے گوشت کا ایک لوتھڑا سا رہ گیا تھا۔ (احمد محمودی)
[۲] یہ ایک بدمزہ دودھیلا پودا ہے جس کو ہندی میں چرٹاہل اور عربی میں حرمل کہتے ہیں۔
[۳] یہ بھی ایک دودھیلا پودا ہے جس کا ہندی نام مدار ہے اور اس کو اکو بھی کہتے ہیں اور فارسی میں خرک اور عربی میں عُشَر کہتے ہیں۔ (احمد محمودی از محیط اعظم)

أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ

کیا ان کی مخالفانہ کارروائیوں کو رائیگاں (یا مغلوب یا بے اثر[1]) نہیں کر دیا اور (کیا) ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرند نہیں بھیجے؟

تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ؛

(کیا تو نے نہیں دیکھا) وہ انھیں پتھر اور گارے کے (بنے ہوئے یا سخت) روڑں سے (اس قدر) مارے جا رہے تھے کہ انھیں بے ڈنٹھل پتوں (کے چورے) کی طرح کر دیا کہ (ان میں کے بھٹے دانے اور ڈنٹھل) کھا لیے گئے (ہوں اور انھیں پامالی کے لیے چھوڑ دیا گیا ہو کہ چورا ہو کر برباد ہو جائیں)۔ اور فرمایا[2]۔

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ؛

۵۶

قریش کی الفت[3] ۔ ان کی اس الفت ۔ کے سبب سے جو سرما اور گرما کے سفروں سے ہے[4] انھیں چاہیے کہ (تین سو ساٹھ بتوں کو چھوڑ کر)

ا ۔ یقال ضل الماء فی اللبن ای غلب بحیث لا یظہر اثرہ فی الماء (از منتہی الارب)

(احمد محمودی)

۲ ۔ نسخہ (ب ج د) تینوں میں وقال ہے صرف نسخہ (الف) میں نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

۳ ۔ یا قریش کے اس اتحاد (و معاہدے) کے سبب جو سرما و گرما کے سفروں کے متعلق (انھیں دوسرے قبائل سے حاصل) ہے ۔

۴ ۔ کہ سرما میں یمن کی جانب سفر کرتے ہیں اور وہاں کی گرمی کے سبب سرما کی تکلیفوں سے

اس گھر کو (باقی رکھنے والے اور اسے عظمت و برتری عطا کرنے والے اور) پروان چڑھانے والے کی پرستش کریں جس نے انھیں بھوک (اور فاقوں) سے (بچاکر) کھانا دیا اور خوف (قتل و غارت) سے (بچاکر) انھیں امن عنایت فرمایا ۔ یعنی تاکہ (اللہ تعالیٰ) ان کی اس حالت کو جس پر وہ (اب) ہیں اور اگر وہ اس (خدائے قدوس اور اس کے پیام) کو قبول کرلیں تو جس بھلائی کا اللہ (تعالیٰ) ان کے ساتھ ارادہ رکھتا ہے اس کو (کہیں) بدل نہ دے ۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابابیل ۔ کے معنی جماعتوں کے ہیں اور عرب نے اس کا واحد جس کو ہم جانتے ہوں کبھی استعمال نہیں کیا ۔ اور سجیل کے متعلق یونس نحوی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ : ـــــــ بچ جاتے ہیں اور یمن کی تجارت سے مالا مال ہوکر آتے ہیں اور گرما میں شام کی جانب سفر کرتے ہیں اور وہاں کی تجارت سے خاطر خواہ نفع حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ موسم گرما ایسے مقام پر گزار آتے ہیں جہاں خبر بھی نہیں ہوتی کہ گرما آیا بھی یا نہیں پھر تمام عرب میں لوٹ مار قتل اور غارت گری کے باوجود قریش کی جانب کوئی شخص ارادۂ بد سے آنکھ اٹھاکر بھی نہیں دیکھ سکتا بلکہ ہر شخص ان کی تعظیم و تکریم کرتا ہے کہ وہ بیت اللہ کے مجاورین ہیں اور ان کی خدمت کو ہر شخص اپنے لیے فخر سمجھتا ہے اور اس سبب سے تجارت میں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور جزیرۃ العرب کی تجارت اور جن تجارتوں کے لیے جزیرۃ العرب راستہ بنتا ہے ان تمام تجارتوں کا ٹھیکہ بلا شرکت غیرے قریش ۔ اور صرف قریش ۔ کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر ان حقیقی فائدوں کا انھیں صحیح احساس ہو اور اگر وہ یہ سمجھیں کہ یہ تمام منافع جو انھیں حاصل ہو رہے ہیں بیت اللہ کا صدقہ ہے تو (آگے ترجمہ پڑھئے)

۱ ۔ وہ فاقے جن میں وادی غیر ذی زرع بتلا تھی کہ نہ ان کے لیے کہیں کوئی مستقل کھیتی تھی نہ پانی جنگلوں میں خانہ بدوش مارے مارے پڑے پھرتے تھے اور جہاں کہیں پانی نظر آتا وہیں ڈیرے ڈال دیتے ان تمام آفات سے خاص طور پر دعائے ابراہیمی کے طفیل انھیں محفوظ رکھ کر انھیں کھانے کے لیے (آگے ترجمہ پڑھئے)

۲ ۔ کہ حرم محترم میں جو شخص آجاتا وہ محفوظ مامون ہوجاتا اور اہل حرم اپنے تجارتی کاروبار کے لیے ہر طرف بے خوف و خطر جہاں چاہتے سفر کرتے ۔ (احمد محمودی)

اور ابو عُبَیدہ نے مجھے خبر دی کہ اس کے معنی سخت کے ہیں۔ رُؤْبَہ بن العجاج نے کہا ۔

وَمَسَّهُمْ مَا مَسَّ أَصْحَابَ الْفِيلْ ؛ تَرْمِيهِمْ حِجَارَةٌ مِنْ سِجِّيلْ
وَلَعِبَتْ طَيْرٌ بِهِمْ أَبَابِيلْ

ان لوگوں پر وہ آفتیں آئیں جو ہاتھی والوں پر آئی تھیں
(کہ پرند) انہیں پتھر اور گارے کے (بنے ہوئے یا سخت) روڑوں
سے مارے جارہے تھے اور پرندوں کی ٹکڑیوں نے انھیں کھیل بنالیا تھا۔

یہ اشعار اس کے بحر رجز کے ایک قصیدے کے ہیں۔ اور بعض مفسروں نے ذکر کیا ہے کہ وہ فارسی کے دو کلمے ہیں عربوں نے ان دونوں کو ایک کلمہ بنالیا ہے۔ وہ دونوں لفظ سنج (سنگ) اور جل (گل) ہیں۔ سنج (سنگ) کے معنی پتھر ہیں اور جل (گل) کے معنی کیچڑ گارے کے یعنی وہ روڑے انھیں دو جنسوں پتھر اور گارے سے بنے ہوئے تھے۔ اور عَصْف کے معنی زراعت کے ان پتوں کے ہیں جس میں ڈنٹھل نہیں اور اس کا واحد عَصْفَة ہے۔

(ابن ہشام نے ہم سے بیان کیا)[1] کہا کہ مجھ کو ابو عبیدہ نحوی[(1)] نے خبر دی کہ اس کو عُصافَة اور عَصِیفَة بھی کہتے ہیں۔ اور عَلْقَمَة بن عبدہ کا ایک شعر سنایا وہ عَلْقَمَة جو بنی ربیعة بن مالک بن زید مَنَاة بن تمیم میں کا ایک شخص ہے۔

تَسْقِي مَذَانِبَ قَدْ مَالَتْ عَصِيفَتُهَا ؛ حُدُورُهَا[2] مِنْ أَتِيِّ الْمَاءِ مَطْمُومُ

نہریں (ایسے کھیت کو) سینچتی ہیں جس کے ڈنٹھل یا پتے
جھک گئے ہیں اور اس کی منڈیریں پانی کی تیز رفتار کے سبب کٹ گئی ہیں

---

[1] خط کشیدہ الفاظ نسخۂ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

[2] (الف) حدور (ب) جذور (ج د) جدور تینوں نسخوں کے الفاظ سے مناسب معانی حاصل ہوتے ہیں لیکن مجھے آخری نسخہ مرجح معلوم ہوا۔ جدور کے معنی نشیبی زمین کے ہیں

۵۷ یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے۔ اور راجز نے کہا۔

فَصُيِّرُوا مِثْلَ كَعَصْفٍ مَّأْكُولْ

انھیں ان بے ثانٹھل پتوں کی طرح کر دیا گیا کہ (ان میں کے بھٹے اور دانے) کھا لیے گئے ہوں۔

ابن ہشام نے کہا کہ اس بیت کی نحو (کے بارے) میں ایک (خاص) تفسیر[۲] ہے۔ اور ایلاف قریش کے معنی ان کی اس الفت کے ہیں، جو انھیں شام کی جانب تجارت کے لیے نکلنے سے تھی ان کے دو سفر ہوا کرتے تھے۔ ایک سفر سرما میں اور ایک گرما میں[۳]۔

۵۸ ابن ہشام نے ہمیں خبر دی کہ ابو زید انصاری نے کہا کہ عرب الفت الشئی الفا اور آلفتہ ایلافا ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں ہیں ذو الرمہ کا شعر کسی نے مجھے سنایا ہے

مِنَ الْمُؤْلِفَاتِ الرَّمْلَ أَدْمَاءُ حُرَّةٌ ؛ شُعَاعُ الضُّحَى فِي لَوْنِهَا يَتَوَضَّحُ

(وہ عورت ان) شریف گندمی رنگ بے شوہر عورتوں میں سے ہے جن سے عشق (و محبت) کی جاتی ہے (کیونکہ وہ ایسی خوبصورت ہے کہ) اس کے رنگ میں چاشت کے وقت کی روشنی چمکتی ہے۔

اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے میں کی ہے۔ اور مطرود بن کعب الخزاعی نے کہا ہے۔

الْمُنْعِمِينَ إِذَا النُّجُومُ تَغَيَّرَتْ ؛ وَالظَّاعِنِينَ لِرِحْلَةِ الْإِيلَافِ

وہ ناز و نعمت میں بسر کرنے والے جو ستاروں کے متغیر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ جذور کے معنی جڑوں کے ہیں۔ اور جدور کے معنی منڈیروں کے ہیں۔ (احمد محمودی)

[۱] خط کشیدہ الفاظ نسخہ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

[۲] اس تفسیر سے مصنف کی مراد کاف تشبیہ سے متعلقہ بحث معلوم ہوتی ہے جو علم نحو میں ہے کہ کاف تشبیہ ایک مستقل اسم ہے یا حرف ہے جو تشبیہ کی تاکید کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ (احمد محمودی)

[۳] خط کشیدہ الفاظ نسخہ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

ہونے تک خواب راحت میں رہتے ہیں اور وہ سفر کرنے والے (جو صرف) شوقیہ سفر کیا کرتے ہیں۔

یہ بیت اس کے ان ابیات میں سے ہے جن کو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے موقع پر ذکر کریں گے۔ اور "ایلاف" اس الفت کو بھی کہتے ہیں جو انسان کو (پالتو جانوروں) اونٹ بلی اور بکری وغیرہ سے ہوتی ہے۔ (ایسے موقع پر بھی) "آلف ایلاف" کہا جاتا ہے۔ کُمَیت بن زید نے جو بنی اسد بن خزیمۃ بن مُدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد میں کا ایک شخص ہے کہا ہے۔

بِعَامٍ یَقُولُ لَهُ المُؤلِفُو ... نَ هٰذَا المُعِیمُ لَنَا المُرْجِلُ

ایسی قحط سالی میں جس کے متعلق اونٹوں سے محبت رکھنے والے بھی کہتے تھے کہ یہ نادیدہ بنا دینے والا سال ہمیں پیادہ پا[1] بھی کر چھوڑے گا۔

۵۹

یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے اور ایلاف کے معنی افراد قوم کے آپس میں متحد ہو جانے کے بھی ہیں "الف القوم ایلافا" بھی کہا جاتا ہے کمیت بن زید نے یہ بھی کہا ہے۔

وَآلُ مُزَیْقِیَاءَ غَدَاةَ لَاقَوْا ... بَنِي سَعْدِ بْنِ ضَبَّةَ مُؤلِفِینَا

اور (کیا تم نے) مُزَیقیا والوں کو (نہیں دیکھا کہ ان کی کیا حالت ہو گئی تھی) جس روز وہ متحد ہو کر بنی سعد بن ضَبَّۃ کے مقابلے میں آئے تھے۔

یہ بیت بھی اس کے ایک قصیدے کی ہے۔ اور ایلاف کے معنی ایک چیز کا دوسری چیز سے ایسا ملا دیا[2] جانا بھی ہیں کہ وہ اس سے چسپاں ہو جائے

---

[1] یعنی بڑے شوق و اہتمام سے اونٹوں کے پالنے والوں کو بھی قحط سالی اور اونٹنیوں کو چارہ نہ ہونے کے سبب دودھ میسر نہ آتا تھا۔ اور خطرہ تھا کہ جو دبلے پتلے اونٹ اس وقت سواری کا کام دے رہے ہیں مر جائیں گے اور ان سے یہ کام بھی نہ لیا جا سکے گا اور پیادہ پا پھرنے کی نوبت آئے گی۔ (احمد محمودی)

[2] نسخہ ہائے (ب ج د) میں ان یؤالف الشی الی الشی ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے لیکن

اور چھوٹ نہ سکے ایسے موقع پر "آلفتہ ایاہ ایلافا" کہا جاتا ہے نیز ایلاف کے معنی ایسی محبت کے بھی ہیں جو (اصلی وحقیقی) محبت کے درجے سے گھٹی ہوئی ہو ایسے موقع پر بھی "آلفتہ ایلافا" کہا جاتا ہے یعنی مجھے اس سے یوں ہی سی دل بستگی ہوگئی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر نے عبدالرحمٰن بن سعد[1] بن زرارہ کی بیٹی عمرہ[2] سے اور انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا میں نے اس ہاتھی کے متعلقہ افسر اور اس کے مہاوت دونوں کو اندھا اپاہج (معذور حالت میں) مکے میں لوگوں[3] سے کھانا مانگتے دیکھا ہے۔

ہاتھی کے متعلق جو اشعار کہے گئے

ابن اسحاق نے کہا پھر جب اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کو (بے نیل مرام) مکے سے لوٹا دیا اور ان کو اس کے سبب بطور سزا بڑی بڑی مصیبتیں پہنچیں تو عرب قریش کی عظمت کرنے لگے اور انھوں نے کہا کہ یہ لوگ اللہ والے ہیں اللہ نے ان کی جانب سے جنگ کی اور ان کے دشمن کے سروسامان کے مقابلے میں انھیں کافی ہوگیا تو انھوں نے اس کے متعلق بہت سے اشعار کہے جن میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ نسخہ (الف) میں ان تولف الشی فی الشی لکھا ہے تولف کا فعل جو مونث لایا گیا ہے یہ بھی غلط معلوم ہوتا ہے اور اس فعل کا صلہ فی سے استعمال کرنا بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ (احمد محمودی)

[1] ۔ نسخہ ہائے (ب ج د) میں سعد بن زرارہ ہے اور نسخہ (الف) میں اسعد بن زرارہ ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے۔

[2] ۔ نسخہ (الف) میں نہیں ہے۔

[3] ۔ الناس کا لفظ نسخہ (الف) میں نہیں ہے۔

وہ اس برتاؤ کا ذکر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کے ساتھ کیا اور قریش سے ان کی مخالفانہ کارروائیاں دور کیں ۔ عبد اللہ بن الزبعری بن عدیؓ بن قیس بن عدی[1] بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر نے کہا ہے ۔

تَنَكَّلُوا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ إِنَّهَا ۝ كَانَتْ قَدِيمًا لَا يُرَامُ حَرِيمُهَا

(دشمنان بیت اللہ) وادی مکہ سے عبرتناک سزا کے ساتھ بھگا دیے گئے بے شبہہ قدیم (ہی) سے اس کا یہ حال رہا ہے کہ (بری نیت سے) اس کے حرم کا کوئی ارادہ نہیں کر سکتا۔

لَمْ تُخْلَقِ الشِّعْرَى لَيَالِيَ حُرِّمَتْ ۝ إِذْ لَا عَزِيزَ مِنَ الْأَنَامِ يَرُومُهَا

جن دنوں اس کو حرم محترم بنایا گیا اس وقت شعریٰ[2] (بھی معبودانہ حیثیت میں) پیدا نہ ہوا تھا جب کہ مخلوق میں سے کوئی قوی سے قوی بھی اس کی طرف مخالفت سے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔

سَائِلْ أَمِيرَ الْجَيْشِ عَنْهَا مَا رَأَى ۝ وَلَسَوْفَ يُنْبِي الْجَاهِلِينَ عَلِيمُهَا

فوج کے سردار (ابرہہ) سے اس کے متعلق دریافت کر کہ اس نے کیا دیکھا ناواقفوں کو واقف کار بتلا دے گا۔

سِتُّونَ أَلْفًا لَمْ يَؤُوبُوا أَرْضَهُمْ ۝ بَلْ لَمْ[3] يَعِشْ بَعْدَ الْإِيَابِ سَقِيمُهَا

کہ ساٹھ ہزار (افراد جو بیت اللہ کے گرانے کے ارادے سے نکلے تھے) اپنے وطن کی سرزمین یعنی یمن کو واپس نہ ہو سکے بلکہ ان میں کا بیمار (ابرہہ لوٹا بھی) تو لوٹنے کے بعد زندہ نہ رہا (بلکہ سخت تکلیفیں

۶۰

[1] ۔ نسخۂ (الف) میں عدی بن سعد بن سُعَید بن سہم لکھا ہے اور (ب) میں عدی بن سعد بن سہم ہے اور (ج د) میں عدی بن سعید بن سہم ہے ۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ شعریٰ ایک تارے کا نام ہے جو برج جوزا کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور تمام تاروں میں سب سے بڑا نظر آتا ہے عرب میں ایک گروہ اس کی پرستش کرتا تھا ۔ (احمد محمودی)

[3] ۔ نسخہ ہائے (ب ج د) میں بل لم ہے اور نسخۂ (الف) میں ولم ہے ۔ پہلا وزن و معنی دونوں کے لحاظ سے بہتر ہے ۔ (احمد محمودی)

اٹھا کر مر گیا۔

دَانَتْ بِهَا عَادٌ وَجُرْهُمُ قَبْلَهُمْ ٭ وَاللّٰهُ مِنْ فَوْقِ الْعِبَادِ يُقِيمُهَا

وہاں ان سے پہلے عاد و جرہم بھی تو رہا کرتے تھے (یعنی انھیں بھی تو جرأت نہ ہوئی کہ کعبۃ اللہ کو نظر بد سے دیکھتے۔ کیوں اس لیے کہ) اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے اوپر (عرش عظیم پر) سے اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔

ابن الطعن[1] نے کہا کہ ابن الزِّبَعری نے جس بیمار کا ذکر کیا ہے کہ لوٹنے کے بعد زندہ نہ رہا اس سے اس کی مراد ابرہہ ہے کہ (لوگ) جب اسے اس آفت کے بعد جو اس پر آئی تھی اٹھا لے گئے تو وہ صَنعاء میں مر گیا۔ اور ابوقیس بن الاَسلَت الانصاری الخَطمی نے جس کا نام صَیفی تھا یہ اشعار کہے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابوقیس صیفی بن الاَسلَت بن جُشَم بن وائل بن زید بن قیس بن عامر بن مُرّۃ بن مالک بن الاَوس۔

وَمِنْ صُنْعِهِ يَوْمَ فِيلِ الْحُبُو ٭ شِ إِذْ كُلَّمَا بَعَثُوهُ رَزَمْ

اس (خدائے قادر) کی کارسازیوں میں سے ایک کارسازی کا نمونہ حبشیوں کے ہاتھی سے حملہ آوری کے روز نمایاں ہوا کہ جتنا ہاتھی کو تمام کی تدابیر سے اٹھاتے وہ جم جم کر بیٹھتا جاتا تھا۔

مَحَاجِنُهُمْ تَحْتَ أَقْرَابِهِ ٭ وَقَدْ شَرَمُوا أَنْفَهُ فَانْخَرَمْ

ان حبشیوں کی ٹیڑھی لکڑیاں (یا چوگان) اس ہاتھی کے پیٹ کے نیچے لگادی گئی تھیں (کہ وہ اٹھے) اور انھوں نے اس کی ناک یعنی سونڈ کو چیر چیر ڈالا حتی کہ وہ کٹا ہو گیا۔

وَقَدْ جَعَلُوا سَوْطَهُ مِغْوَلًا ٭ إِذَا يَمَّمُوهُ قَفَاهُ كُلِمْ

۶۱

اور اس کے آنکس کو نوک دار بنایا گیا اور جب انھوں نے اس کی گدی کا قصد کیا (اور گدی میں آنکس مارا) تو زخمی کر ڈالا۔

---

[1] نسخہ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

فَوَلَّی وَأَدْبَرَ أَدْرَاجَهُ ؎ وَقَدْ بَاءَ بِالظُّلْمِ[1] مَنْ كَانَ ثَمَّ

آخر اس ہاتھی نے پیٹھ پھیر دی اور جس راستے آیا تھا پلٹ کر اسی طرف چلا اور جو شخص وہاں رہ گیا وہ قبل از وقت تباہی کا سزاوار ہو گیا۔

فَأَرْسَلَ مِنْ فَوْقِهِمْ حَاصِبًا ؎ فَلَفَّهُمُ مِثْلَ لَفِّ الْقُزُمْ

پھر اس خدائے قادر نے اس پر پتھر کی بارش برسائی تو اس بارش نے ان کو اس طرح لپیٹ لیا جس طرح ذلیل حقیر بے قدر چیزوں کو سمیٹ کر لپیٹ لیا جاتا ہے۔

تَحُضُّ عَلَى الصَّبْرِ أَحْبَارُهُمْ ؎ وَقَدْ ثَأَجُوا كَثُؤَاجِ الْغَنَمْ

علماء نصاریٰ (یا پادری) انھیں صبر کے لیے ابھار رہے ہیں اور وہ ہیں کہ بکریوں کی طرح ممیا رہے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ ابیات اس کے ایک قصیدے کے ہیں لیکن اسی قصیدے کی نسبت (بعض روایات میں) اُمیّہ بن ابی الصّلت کی طرف بھی کی گئی ہے ابو قیس ابن الاسلت نے یہ بھی کہا ہے۔

فَقُومُوا فَصَلُّوا رَبَّكُمْ وَتَمَسَّحُوا ؎ بِأَرْكَانِ هٰذَا الْبَيْتِ بَيْنَ الْأَخَاشِبِ

پس اٹھو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور اس سخت پہاڑوں کے درمیان والے گھر کے کونوں پر (برکات حاصل کرنے کے لیے) ہاتھ پھیرو۔

فَعِنْدَكُمُ مِنْهُ بَلَاءٌ مُصَدَّقٌ[2] ؎ غَدَاةَ أَبِي يَكْسُومَ هَادِي الْكَتَائِبِ

کیونکہ (حبشی فوج کے) بڑے بڑے دستوں کے سردار ابی یکسوم یعنی ابرہہ کے (حملے کے) روز اس (بیت اللہ) کی وجہ سے (تم کو) وہ بڑی نعمت (دشمن پر فتحمندی) نصیب ہوئی جو تمھارے پاس مسلم ہے۔

---

[1] ظلم البعير نحره من غير داء ولا علة وكل ما اعجلته عن اوانه فقد ظلمته (قطر المحيط)

[2] نسخہ (الف) میں یہاں ایک واو زیادہ ہے جو مخل وزن و معنی ہے بلاء و مصدق ہے۔ (احمد محمودی)

كَتِيبَتُهُ بِالسَّهْلِ تَمْشِي وَرِجْلُهُ ٭ عَلَى الْقَاذِفَاتِ فِي رُءُوسِ الْمَنَاقِبِ

اس کا سوار دستہ میدانی نرم زمین میں چلا جارہا ہے اور اس کی پیادہ فوج پہاڑی راستوں کے سروں پر پتھر پھینکنے والے آلات لیے (کام کررہی) ہے۔

فَلَمَّا أَتَاكُمْ نَصْرُ ذِي الْعَرْشِ رَدَّهُمْ ٭ جُنُودُ الْمَلِيكِ بَيْنَ سَافٍ وَحَاصِبِ

پھر جب تمھارے پاس عرش والے کی امداد پہنچ گئی تو (اس) حکومت والے کے لشکر (خاص قسم کے پرندوں) نے انھیں مٹی اور پتھروں سے مار مار کر پسپا کر دیا۔

فَوَلَّوْا سِرَاعًا هَارِبِينَ وَلَمْ يَؤُبْ ٭ إِلَى أَهْلِهِ مِلْحُبْشِ[1] غَيْرُ عَصَائِبِ

اور وہ تیزی سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور حبشیوں کے لشکر کا کوئی دستہ اپنے اہل وعیال کی جانب تتر بتر ہوئے بغیر واپس نہیں ہوا۔

ابن ہشام نے کہا "علی القاذفات فی رؤس المناقب" ابو زید انصاری نے مجھے سنایا ہے اور یہ ابیات ابو قیس کے ایک قصیدے کی ہیں ان شاء اللہ قریب میں ہم اس کے مقام پر اس قصیدے کا ذکر کریں گے۔ اور اس کے الفاظ "غداة ابی یکسوم" سے مراد ابرہہ ہے جس کی کنیت ابی یکسوم تھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ طالب بن ابی طالب بن عبدالمطلب نے کہا ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا كَانَ فِي حَرْبِ دَاحِسٍ ٭ وَجَيْشِ أَبِي يَكْسُومَ إِذْ مَلَأُوا الشِّعْبَا

کیا تمھیں خبر نہیں کہ جنگ داحس اور لشکر ابی یکسوم یعنی ابرہہ کا کیا نتیجہ ہوا جب کہ انھوں نے (تمام) گھاٹیاں (بے شمار سپاہ سے)

---

[1] نسخۂ (الف) میں ملجیش ہے اور (ب ج د) میں ملحبش ہے یہ اصل میں من الجیش اور من الحبش ہے۔ دونوں صورتوں سے معنی نکل سکتے ہیں لیکن صورت دوم بہتر ہے۔ (احمد محمودی)

بھر دی تھیں ۔

فَلَوْلَا دِفَاعُ اللّٰهِ لَا شَيْءَ غَيْرُهُ　　لَأَصْبَحْتُمْ لَا تَمْنَعُونَ لَكُمْ سِرْبًا

پس اگر اللہ (تعالیٰ) کی حمایت نہ ہوتی ۔ (اور حقیقت تو یہ ہے کہ
اس کے سوا کوئی چیز ہے ہی نہیں ۔ تو تم لوگ اپنے مویشی کے گلوں یا اپنی عورتوں
کی کچھ حفاظت نہ کر سکتے ۔

۶۳ ابن ہشام نے کہا کہ یہ دونوں بیتیں اس کے ایک قصیدے کی ہیں جو جنگ بدر
کے متعلق ہے ان شاء اللہ اس کا تذکرہ اس کے موقع پر ہوگا ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ابو الصلت بن ابی ربیعۃ الثقفی نے ہاشمی اور دین حنیفیہ
ابراہیمیہ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے ۔[1]

ابن ہشام نے کہا کہ بعض روایات میں اس کی نسبت اُمیّہ بن ابی الصلت بن
ربیعۃ الثقفی کی طرف کی گئی ہے

إِنَّ آيَاتِ[1] رَبِّنَا ثَاقِبَاتٌ[2]　　لَا يُمَارِي فِيهِنَّ إِلَّا الْكَفُورُ

بے شبہ ہمارے پروردگار کی نشانیاں (روز روشن کی طرح)
چمک رہی ہیں جن کے بارے میں کسی سخت منکر کے سوا کسی کو اعتراض
اور اختلاف کی مجال نہیں ۔

خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَكُلٌّ　　مُسْتَبِينٌ حِسَابُهُ مَقْدُورُ

اس نے رات اور دن پیدا کیے پس ان میں کے ہر ایک
دن اور ہر ایک رات کا حساب مقرر و معین ہے اور یہ بات بالکل
ظاہر ہے ۔

---

[1] نسخہ (الف) میں نہیں ہے ۔

[2] نسخہ (الف) میں ثاقبات کے بجائے باقیات اور (ب ج د) میں ثاقبات ہے جو زیادہ
مناسب ہے ۔ (احمد محمودی)

ثم يجلو النهار رب رحيم[1] ۝ بمهاة شعاعها منشور

پھر وہ مہربان پروردگار روزانہ شفاف و منور آفتاب کے ذریعہ جس کی کرنیں پھیلی ہوئی ہیں دن کو جلوہ گاہ ظہور پر لاتا ہے۔

حبس الفيل بالمغمس حتى ۝ ظل يحبو كأنه معقور

اسی نے مقام مُغمّس میں ہاتھی کو روک دیا حتی کہ وہ رینگنے لگا اس کی حالت یہ ہو گئی گویا اس کے پاؤں کٹے ہوئے ہیں۔

لازما حلقة الجران كما قط من صخر كبكب محدور

گردن کے حلقے کو (زمین سے اس طرح) لگا دیا ہے گویا اس کو کوہ عرفات کی ڈھلواں چٹان کبکب پر سے گرا دیا گیا ہے

٦٣

حوله من ملوك كندة أبطا ۝ ل ملاويث في الحروب صقور

اس کے اطراف شاہان کندہ میں کے بڑے بڑے بہادر (جن کو) جنگ کے شہباز (کہنا سزاوار ہے موجود تھے لیکن)

خلفوه ثم ابذعروا جميعا ۝ كلهم عظم ساقه مكسور

انھوں نے اس کو (اس کے حال پر) چھوڑ دیا اور سب کے سب ڈر کر (گرتے پڑتے ایسے) بھاگے کہ ان میں کے ہر ایک کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ (یعنی تمام وہ اشخاص جو بچ نکلے لنگڑے ہو گئے تھے)

كل دين يوم القيامة عند الله إلا دين الحنيفة بور[2]

ل۱ ـ نسخۂ (الف) میں کریم ہے اور (ب ج د) میں رحیم۔

ل۲ ـ نسخۂ (الف) میں زور ہے یعنی جھوٹا اور (ب ج د) میں بور ہے جس کے معنی کاسد و ناکارہ

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پاس دین حنیفہ (ابراہیمیہ
توحید خالص) کے سوائے ہر ایک دین ناکارہ ہوگا۔

ابن ہشام نے کہا کہ فرزدق نے جس کا نام ہمّام بن غالب تھا اور جو بنی مُجاشع بن دارم بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم میں کا ایک شخص تھا سلیمان ابن عبدالملک بن مروان کی ستایش اور حجّاج بن یوسف کی ہجو اور حبشیوں اور ہاتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

فَلَمَّا طَغَی الْحَجَّاجُ حِینَ طَغٰی بِهٖ　　غِنًی[1] قَالَ إِنِّی مُرْتَقٍ فِی السَّلَالِمِ

پھر جب حجاج نے سرکشی کی (ہاں) جب اس نے اس
حرم محترم میں مال و دولت کی وجہ سے سرکشی کی اور کہا کہ میں (اسی طرح
ترقیات کے) زینوں پر بلند ہوتا چلا جاؤں گا۔

فَکَانَ کَمَا قَالَ ابْنُ نُوحٍ سَأَرْتَقِی　　إِلٰی جَبَلٍ مِنْ خَشْیَةِ الْمَاءِ عَاصِمِ

تو اس کی حالت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی سی ہوگئی جس نے
کہا تھا میں کسی ایسے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو پانی کے خطرے (اور طوفان)
سے بچائے گا۔

رَمَی اللّٰهُ فِی جُثْمَانِهٖ مِثْلَ مَا رَمٰی　　عَنِ الْقِبْلَةِ الْبَیْضَاءِ ذَاتِ الْمَحَارِمِ

اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم پر اسی طرح آفت ڈالی جس طرح
بزرگیوں والے روشن قبلے سے (دشمنوں کو ہٹانے کے لیے اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ــ میں نسخہ بعد الذکر قابل ترجیح معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

[1] ــ نسخہ ہائے (الف ب) میں غنا وغنی ہے اور (ج د) میں عنا عین مہملہ سے ہے دوسرے نسخہ کے لحاظ سے معنی میں دور از کار تاویلوں کی ضرورت ہے۔
(احمد محمودی)

دشمنوں پر) آفت ڈالی تھی۔

جُنُودُ الَسُوقُ الفِيلِ حَتَّى أَعَادَهُمُ ۔ هَبَاءً وَكَانُوا مُطرخِيَّ الطَّرَاخِمِ

اللہ تعالیٰ نے اس لشکر کو تباہ و برباد کر ڈالا جو (بڑی شان و شوکت سے) ہاتھی لئے آرہا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گرد کے ذروں کی طرح پریشان کر ڈالا اور وہ غرور و غصے میں بھرے ہوئے تھے۔

نُصِرتَ كَنَصرِ البَيتِ إِذ سَاقَ فِيلَهُ ۔ إِلَيهِ عَظِيمُ المُشرِكِينَ الأَعَاجِمِ

(اے سلیمان بن عبد الملک) تجھ کو (اللہ کی جناب سے ایسی) امداد دی گئی جس طرح بیت اللہ کو امداد دی گئی تھی جب کہ عجمی مشرکوں کا بڑا افسر اپنا ہاتھی لیے ہوئے اس کی جانب بڑھا۔

یہ ابیات اس کے ایک قصیدے کی ہیں۔

ابن ہشام نے کہا عبد اللہ بن قیس الرُّقَیَّات نے جو بنی عامر بن لُؤَیّ بن غالب میں کا ایک شخص تھا ابرہۃ الاشرم اور ہاتھی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔ ۶۵

كَادَهُ الأَشرَمُ الَّذِي جَاءَ بِالفِيلِ فَوَلَّى وَجَيشُهُ مَهزُومُ

اشرم نے جو ہاتھی کے ساتھ آیا تھا اس بیت اللہ کے خلاف چالبازی کی تو وہ اس طرح لوٹا کہ اس کا لشکر شکست خوردہ تھا۔

وَاستَهَلَّت عَلَيهِمُ الطَّيرُ بِالجَندَلِ حتى كانه مرجوم

اور پرندے اُن (لشکریوں) پر مقام جندل میں بڑی سختی اور شور و غوغا کے ساتھ برس پڑے۔ یہاں تک کہ وہ لشکر ایسا ہو گیا گویا کسی نے[1]

---

[1] ۔ گویا کا لفظ یہاں اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ حقیقت میں رجم کا لفظ عقلمندوں کے "سنگسار

اس کو سنگسار کر ڈالا ہے

ذَاكَ مَنْ يَغْزُهُ مِنَ النَّاسِ يَرْجِعْ ؎ وَهُوَ فَلٌّ مِنَ الْجُيُوشِ ذَمِيمُ

وہ (کعبۃ اللہ ایسا مقام ہے کہ) لوگوں میں سے جو اس کی جانب مخالفانہ ارادے سے جاتا ہے۔ وہ شکست کھا کر اور بدنام و ذلیل و خوار ہو کر لوٹتا ہے۔ یہ ابیات اس کے ایک قصیدے کی ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب ابرہہ ہلاک ہو گیا تو اس کا بیٹا یکسوم بن ابرہہ حبشیوں کا بادشاہ ہوا۔ اور ابرہہ اپنے اسی بیٹے کے نام سے ابی یکسوم مشہور تھا پھر یکسوم بن ابرہہ بھی ہلاک ہوا تو اس کا بھائی مسروق بن ابرہہ یمن میں حبشیوں کا بادشاہ ہوا۔

سیف بن ذی یزن کا ظہور اور وہرز کی یمن پر حکومت

پھر جب یمن والوں پر بلاؤں (کا زمانہ) دراز ہو گیا (یعنی ظالم حاکموں کے ہاتھوں ہر وقت آفات میں مبتلا رہنے لگے) تو سیف بن ذی یزن حمیری جس کی کنیت ابو مرۃ تھی یمن سے باہر چلا گیا۔ اور قیصر روم کے پاس (اپنی قوم کی جانب سے) اس (ظلم تعدی) کی شکایت کی جس میں وہ لوگ مبتلا تھے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ کیے لیے وضع کیا گیا جس میں قصد و ارادے کی بھی شرط ہے سہیلی نے کہا ہے:۔

انما الرجم بالاکف ونحوها مشبه بالمرجوم الذی یرجمه الآدمیون او من یعقل ویتعمد الرجم من عدو ونحوه

اس سے استدعا کی کہ انھیں اس (ظلم وتعدی) سے بچائے اور وہ خود ان پر حکومت کرے اور رومیوں میں سے جنھیں چاہے ان پر حاکم بنا کر بھیجے کہ وہ اس کی جانب سے شاہ یمن ہو۔ لیکن اس نے اس کی شکایت رفع نہیں کی تو وہ وہاں سے نکلا اور نعمان بن منذر کے پاس آیا جو حیرہ اور اس کی متصلہ اراضی عراق پر کسریٰ کی جانب سے حاکم تھا۔ اور اس سے حبشیوں کی حکومت (اور ان کے مظالم) کی شکایت کی۔ نعمان نے اس سے کہا کسریٰ کے دربار میں میری سالانہ باریابی ہوتی ہے چند روز ٹھیر جا کہ وہ زمانہ آجائے۔ وہ چند روز وہیں ٹھیر گیا پھر جب وہ زمانہ آیا تو اس کو لے کر کسریٰ کے پاس پہنچا۔ اور کسریٰ (دربار کے وقت)۔ اپنے اس ایوان[1] (خاص یا تخت گاہ) میں بیٹھا کرتا تھا جس میں اس کا تاج (لٹکا ہوا) تھا اور اس کا تاج[2] لوگوں کے خیال کے موافق ایک بڑے قنقل[3] کا سا تھا، جس میں یاقوت زمرد اور موتی سونے چاندی میں جڑے ہوئے تھے اور وہ ایک سونے کی زنجیر سے اس محراب کی چھت میں لٹکا ہوا رہتا تھا جہاں اس کے بیٹھنے کا مقام تھا اور اس کی گردن اس کے اس تاج کو اٹھا نہ سکتی تھی اس مقام پر پردے ڈال دیئے جاتے اور جب وہ اپنے مقام پر بیٹھ جاتا اور اپنا سر اپنے تاج میں رکھ لیتا اور خوب مطمئن ہو جاتا تو پردے اٹھا دیے جاتے۔ اور ہر وہ شخص جس نے اس سے پہلے اس کو نہ دیکھا ہو اس کو اس حالت میں دیکھتا (اس پر رعب طاری ہو جاتا اور) اس کی ہیبت سے گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتا۔ سیف بن یزن بھی جب اس کے پاس آیا (مرعوب و مدہوش ہو گیا اور)

۱۔ اصل میں "ایوان" ہے جس کے معنی بڑے چبوترے کے ہیں۔ (احمد محمودی)

۲۔ نسخۂ (الف) میں وکان تاجہ کے الفاظ نہیں ہیں (احمد محمودی)

۳۔ سہیلی نے ہروی کی کتاب غریبین سے نقل کی ہے کہ "قنقل" ۳۳ من کی گنجایش کا ایک پیمانہ ہے اور لکھا ہے کہ ہروی نے من کی کوئی تصریح نہیں کی میرے خیال میں دو رطل کا ہوگا" اس طرح قنقل تقریباً تینتیس سیر کا ہوا منتہی الارب میں لکھا ہے قنقل کجفضر پیمانہ بزرگ و نام تاج کسریٰ۔ (احمد محمودی)

گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔
ابن ہشام نے کہا مجھ سے ابو عبیدہ نے بیان کیا کہ جب سیف اس کے پاس آیا تو اپنا سر جھکا دیا۔ پادشاہ نے کہا کہ یہ احمق میرے پاس اس (قدر) لمبے (چوڑے) دروازے سے آرہا ہے پھر (بھی) اپنا سر جھکائے ہوئے آتا ہے!!! اور جب یہ بات اس سے کہی گئی تو اس نے کہا کہ میں نے صرف اپنے غم و الم کی وجہ سے ایسا کیا کیونکہ میرا یہ غم اتنا زیادہ ہے کہ اس کی سمائی کے لیے ہر چیز تنگ ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا پھر سیف نے اس سے کہا اے بادشاہ (جہاں پناہ)! غیر ملکیوں نے ہم پر اور ہمارے ممالک پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ کسریٰ نے اس سے پوچھا کون غیر ملکی جبشی یا سندی؟ اس نے کہا (سندی) نہیں بلکہ حبشی۔ اور اسی لیے میں آپ پاس آیا ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں اور میرے ممالک پر آپ ہی کی حکومت ہو اس نے کہا تیرے ممالک میں فائدہ کم ہونے کے باوجود وہ دور بھی ہیں میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ فارس سے سرزمین عرب پر (لشکر کشی کر کے خواہ مخواہ) لشکر کو ہلاکت میں ڈالوں جس کی مجھے کچھ ضرورت بھی نہیں۔ پھر اس نے اسے پورے دس ہزار درہم انعام دئیے۔ اور بہترین خلعت پہنائی پھر جب سیف نے اس سے وہ خلعت و دراہم حاصل کر لیے اور وہاں سے نکلا تو وہ سکّے لوگوں کی طرف پھینکتا ہوا نکلا یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس نے کہا یہ تو بڑی شان و شوکت والا معلوم ہوتا ہے اور اس کو پھر بلوا بھیجا اور کہا بادشاہ کا عطیہ کیا تو نے اسی مقصد سے لیا تھا کہ اسے لوگوں کو بانٹ دے اس نے کہا اس کو لے کر میں اور کیا کرتا کیونکہ میں جس سرزمین سے آرہا ہوں وہاں کے پہاڑ خود سونا چاندی ہیں وہاں اس کی جانب کوئی رغبت بھی کرتا ہے؟ آخر کسریٰ (کے دل میں بھی لالچ پیدا ہو گیا اس) نے اپنے مرزبانوں[1] کو جمع کیا۔ اور ان سے کہا اس شخص، اور جس غرض سے وہ آیا ہے، (اس کے متعلق) تمہاری کیا رائے ہے۔ ان میں سے کسی نے کہا پادشاہ (جہاں پناہ) آپ کے مجلس میں بہت سے لوگ ہیں جن کو آپ نے قتل کرنے کے لیے قید کر رکھا ہے۔ اگر آپ

---

[1] رؤسائے سلطنت۔

انھیں اس کے ساتھ روانہ کر دیں (تو بہت ہی بہتر ہو) کیونکہ اگر وہ ہلاک ہو گئے تو
وہی ہوگا جو آپ نے ان کے ساتھ (برتاؤ کا) ارادہ کیا ہے۔ اور اگر وہ فتح یاب
ہو گئے تو وہ حکومت جسے آپ لینا چاہ رہے ہیں حاصل ہو جائیگی آخر کسریٰ نے ۶۷
ان لوگوں کو جو اس کے پاس محبس میں قید تھے اس کے ساتھ بھیج دیا۔ اور وہ
آٹھ سو آدمی تھے۔ انھیں میں سے[1] ایک شخص کو جس کا نام وہرز تھا ان پر حاکم
بنادیا وہ ان سب میں زیادہ عمر رسیدہ اور ان سب میں شرافت اور خاندان کے
لحاظ سے بھی بہترین تھا اس کے بعد وہ لشکر آٹھ کشتیوں میں روانہ ہوا۔ ان میں
سے دو کشتیاں تو ڈوب گئیں اور چھ کشتیاں ساحل عدن پر پہنچیں۔ اور سیف
نے اپنی قوم میں سے بھی جتنوں کو ہو سکا وہرز کی فوج کے ساتھ شامل کر دیا اور
کہا کہ میرے اور تیرے آدمی ایک ساتھ رہیں گے۔ حتیٰ کہ یا تو ہم سب کے سب
مر جائیں یا سب کے سب فتحیاب ہو جائیں۔ وہرز نے اس سے کہا کہ یہ تو تو نے انصاف
کی بات کہی آخر اس کے مقابلے کے لیے شاہ یمن مسروق بن ابرہہ نکلا اور اس کے
مقابلے میں اپنا لشکر جمع کیا پھر وَہرز نے اپنے بیٹے کو ان کے مقابلے کے لیے بھیجا
کہ وہ ان سے جنگ کرے اور خود ان کی طرز جنگ دیکھے (کہ وہ کس طرح لڑتے
ہیں)۔ جب وَہرز کا بیٹا مار ڈالا گیا تو اس کی وجہ سے اس کا جوش انتقام اور
بڑھ گیا۔ جب لوگ ایک دوسرے کے مقابل جنگ کی صفوں میں کھڑے ہوئے تو
وَہرز نے کہا بادشاہ کون ہے مجھے بتاؤ لوگوں نے اس سے کہا کیا تمھیں کوئی
ایسا شخص وہاں نظر آرہا ہے جو ہاتھی پر سوار اور تاج سر پر رکھے ہوئے ہے اور
اس کے آنکھوں کے درمیان یاقوت سُرخ ہے اس نے کہا ہاں (نظر آرہا ہے)
انھوں نے کہا وہی ان کا بادشاہ ہے اس نے کہا (اچھا) تھوڑی دیر ٹھیر جاؤ (راوی
نے) کہا وہ (سب کے سب اسی حالت میں) بہت دیر تک کھڑے رہے۔ پھر
اس نے کہا اب وہ کس سواری پر ہے لوگوں نے کہا اس نے اب سواری بدل دی
ہے اور اب گھوڑے پر سوار ہو گیا ہے۔ اس نے کہا اور تھوڑی دیر ٹھیر جاؤ پھر

---

[1] ۔ نسخہ (الف) میں رجلا منھم یقال لہ نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

(سب کے سب اسی حالت میں) بہت دیر تک کھڑے رہے پھر اس نے پوچھا اب وہ کس سواری پر ہے انھوں نے کہا اس نے اب پھر سواری بدل دی اور اب وہ ایک مادہ خچر پر سوار ہوگیا ہے ۔ وہرز نے کہا گدھی کی بیٹی پر؟ اب وہ ذلیل ہوگیا اور اس کا ملک بھی ذلیل ہوگیا اب میں اسے تیر سے ماروں گا اگر تم نے یہ دیکھا کہ اس کے ساتھیوں نے کوئی حرکت نہیں کی تو تم بھی اپنی جگہ تھمے رہو تاآنکہ میں خود تمھیں کوئی حکم دوں اور یہ سمجھ لو کہ میں نے تیر اندازی میں اس شخص کے تیر مارنے میں غلطی کی اور اگر تم نے دیکھا کہ ان لوگوں نے حلقہ باندھ لیا اور اس کے اطراف جمع ہوگئے تو سمجھ لو کہ میں نے اس شخص کے ٹھیک تیر مارا لہذا تم بھی ان پر دھاوا بول دو۔ پھر اس نے کمان پر چلہ چڑھایا حالانکہ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کمان پر اس کی سختی کے سبب اس کے سوا کوئی دوسرا چلہ نہ چڑھا سکتا تھا اور پھر اس نے اپنے بھووں پر پٹی باندھنے کا حکم دیا اور پٹی باندھ دی گئی تو اس نے تیر مارا اور ٹھیک اس یاقوت پر مارا جو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان تھا تیر کا پھل اس کے سر میں دھنس گیا اور اس کی گدی میں سے نکل گیا ۔ اور وہ اپنی سواری سے الٹ کر گر پڑا اور حبشیوں نے حلقہ باندھ لیا اور اس کے گرد جمع ہوگئے اور ادھر سے فارسیوں نے ان پر دھاوا بول دیا۔ آخر وہ شکست کھا گئے اور منتشر ہوکر ہر طرف بھاگے اور وہرز بڑھا کہ صنعا میں داخل ہو یہاں تک کہ جب اس کے دروازے پر آیا تو کہا کہ میرا جھنڈا ہرگز اوندھا ہوکر داخل نہ ہوگا دروازے کو گرا دو[له] ۔ (بفور حکم) وہ (دروازہ) گرا دیا گیا اور وہ اپنے جھنڈے کو سیدھا رکھے ہوئے اس میں داخل ہوا ۔ ۶۸

(اسی موقع پر) سَیف بن ذی یزَن نے کہا ہے ۔

يَظُنُّ النَّاسُ بِالْمَلِكَيْنِ أَنَّهُمَا قَدِ الْتَأَمَا

لوگ دونوں بادشاہوں (سیف بن ذی یزن اور کسریٰ) کے متعلق

له ۔ نسخۂ (الف) میں اهدموا کی تحریف ہوگئی ہے اور اهدوا لکھا گیا ہے جو غلط ہے ۔ (احمد محمودی)

خیال کرتے ہیں کہ وہ متفق ہو گئے ہیں۔

وَمَنْ يَسْمَعْ بِلَأْمِهِمَا فَإِنَّ الْخَطْبَ قَدْ فَقُمَا

اور جس نے ان کے اتحاد (واتفاق کی خبر) سن لی ہے
اس کے پاس معاملہ بہت اہم ہو گیا ہے۔

قَتَلْنَا الْقَيْلَ مَسْرُوقًا وَرَوَّيْنَا الْكَثِيبَ دَمَا

ہم نے سردار (قوم) مسروق کو قتل کر ڈالا اور ٹیلوں
کو خون سے سیراب کر دیا۔

وَإِنَّ الْقَيْلَ قَيْلَ النَّا سِ وَهْرِزَ مُقْسِمٌ قَسَمَا

اور سچ تو یہ ہے کہ سردار (کامل) (اور) تمام لوگوں
کا سردار (تو) وہرز (ہی) ہے جو (ایسی ایسی) قسمیں کھانیوالا ہے۔

يَذُوقُ مُشَعْشَعًا حَتَّى يُفِيْئَ السَّبْيَ وَالنَّعَمَا

کہ وہ شراب پیتا رہے گا یہاں تک کہ لونڈی غلام اور
جانوروں کو گرفتار کرلے یا وہ پانی ملی ہوئی (ہلکی مخلوط) شراب
نہ پئے گا جب تک کہ وہ لونڈی غلام اور جانوروں کو گرفتار نہ کرلے۔

ابن ہشام نے کہا یہ شعر اسی کے اشعار میں کے ہیں۔ مجھے خلاد بن قُرَّۃ السدوسی نے اس کے آخر میں ایک بیت سنائی جو اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ کی، اور اس کے ایک قصیدے میں کی ہے اور خلاد کے علاوہ دوسرے علماء شعر نے ان اشعار کے متعلق سیف کے ہونے سے انکار کیا ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ ایک روایت میں اس کی نسبت امیہ بن ابی الصلت

لہ ۔ اس صورت میں لائے نفی محذوف ماننا پڑے گا۔ اے لا یذوق حتی یفیئ (احمد محمودی)

کی جانب کی گئی ہے۔

۶۹
لِيَطْلُبِ الْوِتْرَ أَمْثَالُ ابْنِ ذِي يَزَنٍ — رَيَّمَ[1] فِي الْبَحْرِ لِلْأَعْدَاءِ أَحْوَالًا

سیف بن ذی یزن کے جیسے لوگوں ہی کو زیبا ہے کہ وہ (دشمن سے) انتقام کے طالب ہوں (جو) دشمنوں (سے انتقام لینے) کے لیے برسوں سمندر میں غائب رہیں (اور پھر اسباب و وسائل فراہم کر کے لوٹ آئیں)

يَمَّمَ قَيْصَرَ لَمَّا حَانَ رِحْلَتُهُ — فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُ بَعْضَ الَّذِي سَالَا

سیف نے قیصر کی طرف جانے کا اس وقت ارادہ کیا جب کہ اس کے سفر کا وقت آگیا تھا اس لیے اس نے قیصر کے پاس اپنی مطلوبہ چیز کا ذرا حصہ بھی نہ پایا (یعنی دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے وہاں سے کوئی امداد نہ ملی)۔

ثُمَّ انْتَحَى[2] نَحْوَ كِسْرَى بَعْدَ عَاشِرَةٍ — مِنَ السِّنِينَ يُهِينُ النَّفْسَ وَالْمَالَا

پھر اس نے دس سال کے بعد کسریٰ کی جانب قصد کیا اور وہ اپنے نفس و مال کو (دشمنوں سے انتقام لینے کی خاطر) ذلیل (و خوار) کر رہا تھا۔ (یعنی خود بھی آفتیں اور ذلتیں برداشت کر رہا تھا اور مال بھی بے دریغ خرچ کر رہا تھا)۔

حَتَّى أَتَى بِبَنِي الْأَحْرَارِ يَحْمِلُهُمْ — إِنَّكَ عَمْرِي لَقَدْ أَسْرَعْتَ قِلْقَالَا

یہاں تک کہ وہ شریفوں کی اولاد کے پاس آیا کہ انھیں

---

[1] ۔ رام مکانہ زال عنہ وریّمت السحابۃ دامت ولم تقلع (قطر المحیط)

[2] ۔ (ب د ج) میں انتحی ہے جس کے معنی مڑا توجہ کی کے ہیں۔ (احمد محمودی)

دشمن سے انتقام لینے کے لیے ابھارے (اے سیف!) میری جان کی قسم!! تو نے بڑی تیز حرکت کی (یعنی بہت جلد اپنے دشمن سے انتقام لینے کے اسباب فراہم کر لیے۔

لِلّٰہِ دَرُّھُمْ مِنْ عُصْبَۃٍ خَرَجُوا ۔۔۔ مَا إِنْ أَرَی لَھُمْ فِی النَّاسِ أَمْثَالَا

اللہ اس جماعت پر برکتیں نازل فرمائے جو (انتقام کے لیے) نکلی میں تو ان کی نظیر لوگوں میں کسی کو نہیں پاتا۔

بِیضًا مَرَازِبَۃً غُلْبًا أَسَاوِرَۃً ۔۔۔ أُسْدًا تُرَبِّبُ فِی الْغَیْضَاتِ أَشْبَالَا

(وہ) گورے گورے سردار موٹی موٹی گردنوں والے توی امیر لشکر (ایسے) شیر (ہیں) کہ جھاڑیوں میں شیر کے بچوں کی طرح پرورش پاتے ہیں۔ یا (اپنے بچوں کو) شیروں کے بچوں کی طرح پرورش کرتے ہیں۔

یَرْمُونَ عَنْ شُدُفٍ کَأَنَّھَا غُبُطٌ[1][2] ۔۔۔ بِزَمْجَرٍ[3] یُعْجِلُ الْمَرْمِیَّ إِعْجَالَا

کجاوے کی لکڑیوں کی طرح (اونچی اونچی) فارس کی کمانوں سے وہ ایسے پتلے پتلے لمبے لمبے تیر چلا رہے تھے جو فوراً نشانے پر پہنچ جاتے ہیں۔

۷۰ أَرْسَلْتَ أُسْدًا عَلَی سُودِ الْکِلَابِ فَقَدْ ۔۔۔ أَضْحَی شَرِیدُھُمْ فِی الْأَرْضِ فُلَّالَا

(۱)۔ القسی الفارسی

(۲)۔ خشب الرحال

(۳)۔ (الف ب) زمخر باخاء معجمہ جس کے معنی سوکھی بانس کے ہیں یہاں اس سے مراد تیر کی لکڑی ہے (ج د) زمجر باجیم ہے جس کے معنی پتلے اور لمبے تیر کے ہیں۔ (احمد محمودی)

(اے سیف بن ذی یزن!) تو نے کالے کتوں (حبشیوں)
پر شیروں کو چھوڑ دیا ہے ان سے جو بھاگ نکلا۔ وہ زمین میں ہر جگہ
شکستہ حال (یا شکست خوردہ و پریشان) ہوگیا۔

فَاشْرَبْ هَنِيئًا عَلَيْكَ التَّاجُ مُرْتَفِقًا[1] فِي رَأْسِ غُمْدَانَ دَارًا مِنْكَ مِحْلَالَا

راس غمدان میں جو تیرا گھر ہے (اور جو مہمانوں کے) اترنے کا
مقام ہے اس میں آرام سے خوش خوش (رہ اور کھا اور) پی کہ تیرے
سر پر تاج ہے

وَاشْرَبْ هَنِيئًا فَقَدْ شَالَتْ نَعَامَتُهُمْ وَأَسْبِلِ الْيَوْمَ فِي بُرْدَيْكَ إِسْبَالَا

اور خوش خوش (کھا) پی کہ ان دشمنوں) کا جنازہ تو اٹھ
چکا اور وہ ہلاک ہو چکے اور آج اپنی چادروں کی درازی میں زیادتی کر (اور
فخر سے زمین پر کھینچتے چل)

تِلْكَ الْمَكَارِمُ لَا قَعْبَانِ مِنْ لَبَنٍ شِيبَا بِمَاءٍ فَعَادَا بَعْدُ أَبْوَالَا

یہ قابل فخر (ہمیشہ رہنے والی) صفتیں ہیں یہ دودھ کے
پانی ملے ہوئے دو پیالے نہیں کہ (گھڑی بھر کا لطف اور پھر اس کے)
بعد پیشاب بن گئے۔

ابن ہشام نے کہا یہ وہ اشعار ہیں جو ابن اسحٰق کے پاس صحیح ثابت
ہوئے ہیں مگر ان میں کی آخری بیت جو ”تلك المكارم لا قعبان من لبن“ ہے۔ ۷۱
[2] کہ وہ نابغۂ جعدی کی ہے جس کا نام عبداللہ بن قیس تھا جو بنی جعدۃ بن کعب

---

[1] - (الف) مرتفعا جس کے معنی ”اعلیٰ درجے کی حالت میں“ ہوں گے (ب ج د) مرتفقا
بالقاف جس کے معنی ”آرام سے“ ہیں۔ (احمد محمودی)

[2] - خط کشیدہ عبارت نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

بن ربیعۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن میں کا ایک شخص تھا اور یہ بیت اسی کے قصیدے کی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ عدی بن زید الحیری نے جو بنی تمیم میں کا ایک شخص تھا یہ شعر کہے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ بنی تمیم میں سے بھی اس شاخ میں کا تھا۔ جو بنی امرأ القیس بن تمیم کی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ عدی حیرہ والوں میں کے قبائل عبادؔ[1] سے ہے۔

مَا بَعْدَ صَنْعَاءَ كَانَ يَعْمُرُهَا — وُلَاةُ مُلْكٍ جَزْلٍ مَوَاهِبُهَا

مقام صنعا تعمیر کے بعد کیا ہوا؟ (اس کی کیسی تباہی ہوئی کچھ نہ پوچھو) جس کو ملک کے وہ حکام تعمیر کر رہے تھے جن کے عطیے گراں قدر تھے۔

رَفَعَهَا مَنْ بَنَى لَدَى قَزَعِ الْمُزْ — نِ وَتَنْدَى مِسْكاً مَحَارِبُهَا

اس کو جس نے تعمیر کیا اس (کے قلعوں اور محلوں) کو اس قدر بلند بنایا کہ وہ بارش کے ابر کے ٹکڑوں کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اور اس کی محرابیں مشک برساتی تھیں (یعنی مشک کی بو سے مہکتی تھیں)

مَحْفُوفَةٌ بِالْجِبَالِ دُونَ عُرَى الْكَائِدِ مَا تُرْتَقَى غَوَارِبُهَا

(وہ قلعے) چالبازوں کی گرفت سے ورے ایسے پہاڑوں سے گھرے ہوئے (محفوظ) تھے کہ اس کی بلندیوں پر

---

[1] ۔ ”عباد“ بفتح عین عرب کے مختلف قبیلے تھے جو حیرہ میں نصرانیت پر متحد تھے۔
(احمد محمودی از طہطاوی)

چڑھانہ جاسکتا تھا۔

یأنس فیھا صوتُ النّھام إذا جاوبھا بالعشیّ قاصبھا

جن میں الو کی آواز (اس آواز سے) مناسبت رکھتی
ہے جب کہ شام کے وقت ان (پہاڑوں) میں بانسری بجانیوالا
اس کی آواز کا جواب دے رہا ہو۔

۷۲ ساقت إلیہ الأسبابُ جُندَ بنی الأ أحرارِ فرسانُھا مواکبُھا

شریفوں کی اولاد کے لشکر کو۔ اسباب زمانہ نے اس
قلعے کی جانب پہنچا دیا ہے کہ ان کے سوار اس کے لیے
زینت ہو گئے ہیں۔

وفوّزت بالبغالِ توسقُ بالحـ ـتف وتسعیٰ بھا توالبُھا

اور وہ (لشکر والے دور دراز مسافت کے) میدان
خچروں پر طے کر کے آپہنچے (اور ایسا نظر آرہا تھا کہ ان پر)
موتیں لدی ہیں اور یہ گدھے کے بچے (خچر) انھیں (اپنی
پیٹھوں پر) اٹھائے ہوئے بھاگے آرہے ہیں۔

حتّیٰ رآھا الأقوالُ من طرفِ الـ منقلِ مُخضرّۃً کتائبُھا

یہاں تک کہ رئیسان حمیر نے اس لشکر کی سرسبز اور
تروتازہ سوار فوج کو قلعے کے اوپر سے دیکھ لیا

یومَ ینادونَ آلَ بربرَ والیکسومَ لا یفلتنّ ھاربُھا

(وہ ایسا دن تھا) جس دن آل بربر اور آل یکسوم
کو للکارا جا رہا تھا کہ ان میں کا بھاگنے والا بچ کر نہ نکل جائے گا۔

وَكَانَ يَوْمُ بَاقِي الْحَدِيثِ وَزَا لَتْ أُمَّةٌ ثَابِتٌ مَرَاتِبُهَا

اور وہ ایسا روز تھا جو نئے آنے والے (یعنی سیف اور اہل فارس) کو باقی رکھنے والا تھا (اور اس روز جس قوم کے مراتب (و مدارج متعین و) ثابت تھے (یعنی آل بربر و یکسوم) وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔

وَبُدِّلَ الْفَيْجُ[1] بِالزَّرَافَةِ وَالْأَيَّامُ جُونٌ جَمٌّ عَجَائِبُهَا

اور وسعتیں جماعتوں سے بدل دی گئیں (یعنی ہر کشادہ مقام میں لوگ ہی لوگ تھے) اور زمانے کی رنگارنگی کے عجائبات تو بہت کچھ ہیں۔

بَعْدَ بَنِي تُبَّعٍ نَخَاوِرَةٍ[2] قَدِ اطْمَأَنَّتْ بِهَا مَرَازِبُهَا

شریف بنی تبع کے بعد اس قلعے میں فارس کے سردار باطمینان (سکونت پذیر) ہو گئے۔

---

[1] (الف ج د) میں "الفیح" حائے حطی سے ہے، جس کے معنی وسعت و کشادگی کے ہیں، اور (ب) میں "الفیج" جیم سے ہے، اور شرح ابی ذر میں جیم ہی سے لکھا ہے، اور اس کے معنی شاہی خطوط پیادہ پالیجانے والے کے لکھے ہیں۔ اس لحاظ سے شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ شاہی خطوط رسان جماعتوں میں بدل دئے گئے یعنی اکیلا خطوط رساں پیام پہنچانے کے لیے ناکافی سمجھا گیا۔ حاشیہ طہطاوی میں "فیج" بحائے حطی کے معنی اکیلا پا پیادہ کے لکھے ہیں اس لحاظ سے مطلب یہ ہو گا کہ اکیلے پا پیادہ جماعتوں میں بدل دئے گئے۔ یعنی تنہا شخص کا باہر نکلنا مشکل نظر آتا تھا۔ (احمد محمودی)

[2] نسخہ (الف) میں نخاورۃ کے بجائے نجاورۃ لکھا ہے جس کے معنی کسی لغت میں نہیں ملے غالباً تحریف کاتب ہے۔ (احمد محمودی)

ابن ہشام نے کہا یہ اشعار اس کے ایک قصیدے کے ہیں ابو زید انصاری نے مجھے (یہ شعر) سنائے ہیں اور اس نے مُفَضّل الضّبیؔ سے اس کے قول "یوما ینادون آل بربر والیکسوم" کی روایت بھی مجھے سنائی اور وہ یہی واقعہ ہے جس سے سطیح نے اپنے اس قول میں مراد لی تھی کہ "ارم ذی یزن عدن سے ان پر خروج کرے گا اور ان میں سے کسی کو یمن میں نہ چھوڑیگا" اور یہی وہ واقعہ ہے جس سے شق نے اپنے اس قول میں مراد لی تھی کہ "ذی یزن کے خاندان کا ایک نوجوان اُن کے مقابلے کو اٹھے گا، جو نہ کمزور ہوگا اور نہ (کسی معاملے میں) کوتاہی کرنے والا ہوگا۔

٧٣

یمن میں فارس والوں کی حکومت کا خاتمہ

ابن اسحٰق نے کہا پھر وَہرز اور فارس والے یمن میں مقیم ہو گئے اور فارس والوں کی وہ اولاد جو آج یمن میں ہے وہ اسی لشکر کے بچے ہوئے لوگ ہیں اور یمن میں حبشیوں کی حکومت اَریاط کے اس (میں) داخل ہونے سے مسروق بن ابرہہ کو فارس والوں کے قتل کرنے تک رہی۔ اس طرح حبشیوں نے (اپنی حکومت کے) بہتر سال گزارے (اس مدت میں) ان میں چار اریاط اس کے وارث (تخت) ہوئے۔ اس کے بعد ابرہہ اور یکسوم بن ابرہہ اس کے بعد مسروق بن ابرہہ ہوا۔

ابن ہشام نے کہا پھر وَہرز مر گیا تو کسریٰ نے اس کے بیٹے مرزبان بن وَہرز کو حکومت دی پھر جب مَرزُبان بھی مر گیا تو کسریٰ نے اس کے بیٹے تینجان بن مَرزُبان کو حکومت دی اور جب تینجان بھی مر گیا تو کسریٰ نے تینجان کے بیٹے کو یمن پر حاکم بنایا اور پھر اسے معزول کر دیا اور بَاذان کو حکومت دی اور بَاذان ہی اس پر حاکم رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ زُہری سے مجھے روایت پہنچی ہے انھوں نے کہا کہ کسریٰ نے باذان کو

لکھا میرے پاس خبر پہنچی ہے کہ قریش میں کے کسی شخص نے مکہ میں خروج کیا ہے اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ تو اس کے پاس جا اور اسے توبہ کی ہدایت کر۔ اگر اس نے توبہ کر لی (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کا سر میرے پاس بھیج دے۔ باذان نے کسریٰ کا خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھ بھیجا۔

إنَّ اللهَ قَدْ وَعَدَنِي أنْ يُقْتَلَ كِسْرَى فِي يَوْمِ كذا وكذا من شهر كذا وكذا[1]

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کسریٰ کو فلاں روز فلاں ماہ قتل کیا جائیگا۔

اور جب یہ خط باذان کے پاس پہنچا تو اس نے کچھ توقف کیا کہ نتیجہ دیکھ لے اور کہا اگر وہ درحقیقت نبی ہوگا تو عنقریب وہی ہوگا جو اس نے کہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو اسی روز مار ڈالا جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے مارے جانے کی نسبت) فرمایا تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ وہ اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ خالد بن حق الشیبانی نے اسی کے متعلق کہا ہے۔

۷۴ وَكِسْرَى إِذْ تَقَسَّمَهُ بَنُوهُ ... بِأَسْيَافٍ كَمَا اقْتُسِمَ اللِّحَامُ

تَمَخَّضَتِ الْمَنُونُ لَهُ بِيَوْمٍ ... أَنَى وَلِكُلِّ حَامِلَةٍ تِمَامُ

(اس وقت کو یاد کرو) جب کہ کسریٰ کو اس کے بیٹوں نے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جس طرح گوشت ٹکڑے ٹکڑے

---

[1] نسخہ ہائے (ب ج د) میں فی یوم کذا وکذا من شہر کذا وکذا مکرر ہے اور نسخہ (الف) میں کذا وکذا کی تکرار نہیں ہے فی یوم کذا من شہر کذا ہے۔ (احمد محمودی)

ہوتا ہے۔ (اور قیمہ بنتا ہے) موتیں اس کے لیے ایک ایسا دن
پیدا کرنے کے لیے دردِ زہ کی حرکت میں مبتلا تھیں جس کا وقت
آچکا تھا اور ہر حاملہ کے لیے حمل کے دن پورے ہونا ہے۔
جب دن پورے ہو گئے تو پیدائش کا دن بھی آگیا۔)
زُہری نے کہا جب باذان کو (کِسریٰ کے مارے جانے کی) یہ خبر پہنچی
تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے اور اپنے فارس والے
ساتھیوں کے اسلام کی اطلاع روانہ کی فارس کے ایلچیوں نے (دربارِ نبوی میں
بار پایا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کس کی جانب
(منسوب ہوں گے) تو آپ نے فرمایا انتم منا والینا اھل البیت تم ہم
میں سے ہو اور ہماری طرف (ہمارے) خاندان کی طرف (منسوب ہو)۔
ابن ہشام نے کہا مجھے زُہری سے یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ انھوں نے
کہا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان منا اھل البیت
کہ سلمان ہم میں سے (ہمارے) خاندان میں سے ہے۔
ابن ہشام نے کہا (خلاصہ کلام یہ کہ) یہ وہی (ذات مبارک) ہے
جس کو سطیح نے اپنے اس قول میں مراد لی تھی "ایک پاک نبی جس کے پاس
عالم بالا سے وحی آئے گی" اور یہی وہ (ذات مبارک) ہے جس کو شق نے
اپنے اس قول میں مراد لی تھی۔ "(ذی یزن کے خاندان میں حکومت ہمیشہ نہیں
رہے گی) بلکہ ایک خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے کی وجہ سے منقطع ہو جائے گی
جو صداقت و انصاف دین داروں اور فضیلت والوں کے درمیان پیش کرے گا
اس کی قوم میں حکومت فیصلے کے دن تک رہے گی"۔
ابن اسحٰق نے کہا اُن واقعات میں سے جن کا عرب لوگ دعویٰ کرتے ہیں یہ بھی ہے کہ
یمن میں ایک پتھر پر یہ تحریر منقوش تھی جو پہلے زمانے کی لکھی ہوئی تھی ملک ذِمارکس کے لیے
ہے نیک حمیریوں کے لیے ہے ملک ذِمارکس کے لیے ہے بدمعاش حبشیوں کے لیے ملک ذِمارکس[1]
کے لیے ہے آزاد فارس والوں کے لیے۔ ملک ذِمارکس کے لیے ہے تاجر قریش کے لیے اور ذِمار سے

[1] خط کشیدہ عبارت نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

مراد یا توہین ہے یا صغار۔

ابن ہشام نے کہا کہ ذِمار (ذال کے) زبر سے ہے جیسا کہ مجھے یونس نے خبر دی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اعشی۔ بنی قیس بن ثعلبہ والے اعشی۔ نے سطیح اور اس کے ساتھی یعنی شق نے جو کچھ کہا تھا اس کے وقوع کے متعلق کہا ہے یعنی دونوں کی پیشین گوئیوں کے سچے ہونے کے متعلق کہتا ہے۔

مَا نَظَرَتْ ذَاتُ أَشْفَارٍ كَنَظْرَتِهَا　　حَقًّا كَمَا صَدَقَ الذِّئْبِيُّ إِذْ سَجَعَا

اس[1] (زرقاء الیمامہ) کی طرح کسی پلکوں والی نے صحیح طور پر نہیں دیکھا (اور اس کا یہ صحیح طور پر دیکھنا اسی طرح سچا تھا) جس طرح (سطیح) ذئبی نے سچی سجع[2] کہی تھی۔

اور سطیح کو عرب ذئبی اس لیے کہا کرتے تھے کہ سطیح ربیعۃ بن مسعود بن مازن بن ذئب کا بیٹا تھا یعنی جدی نسبت کے لحاظ سے اس کو ذئبی کہا کرتے تھے۔[3]

ابن ہشام نے کہا کہ یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے اور اعشی کا نام میمون بن قیس تھا۔

بادشاہ حضر کا قصہ

ابن ہشام نے کہا مجھ سے خلاد بن قرۃ بن خالد سدوسی نے جناد کی

---

[1] مقام یمامہ میں زرقاء نامی ایک عورت رہا کرتی تھی جو تین میل کے فاصلے سے ہر ایک کو دیکھ کر پہچان لیا کرتی تھی۔ شاعر اپنے شعر میں اسی کی تعریف کر رہا ہے اور اسی کے ضمن میں ذئبی کا ذکر بھی آگیا جس سے مراد سطیح ہے جس طرح مصنف نے خود بتایا ہے۔

[2] سجع با قافیہ اور معتدل بات کو کہتے ہیں۔ (احمد محمودی)

[3] خط کشیدہ عبارت نسخۂ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

روایت یا کوفے کے بعض علماء نسب کی روایت بیان کی کہا جاتا ہے کہ نُعمان بن منذر شاہ حضر ساطِرُون کی اولاد سے تھا اور حَضَر ایک شہر کے جیسا بڑا قلعہ فرات کے کنارے تھا اور یہ وہی قلعہ ہے جس کا ذکر عدی بن زید نے اپنے اس قول میں کیا ہے۔

وَأَخُو الحَضْرِ إِذْ بَنَاهُ وَإِذْ دِجْلَةُ يُجْبَى إِلَيْهِ وَالخَابُورُ

اور حضر (پر حکومت کرنے) والے (کے حالات کو یاد کرو جس) نے جب اس (حضر) کی تعمیر کی تھی (تو کیسی شاندار تعمیر کی تھی کہ) دجلہ اور خابور (دونوں دریا) اس کے پاس (زراعت اور پینے کے لیے) پانی لاکر جمع کر دیتے تھے۔

شَادَهُ مَرْمَراً وَجَلَّلَهُ كِلْساً فَلِلطَّيْرِ فِي ذُرَاهُ وُكُورُ

اس نے مرمر کے پتھر سے اسے (سر بفلک) بلند بنایا تھا اور اس پر چونے کی استرکاری کی تھی (لیکن اب) پرندوں کے آشیانے اس کی بلندیوں میں (بنے ہوئے ہیں)۔

لَمْ يَهَبْهُ رَيْبُ المَنُونِ فَبَانَ المُلْكُ عَنْهُ فَبَابُهُ مَهْجُورُ

حادثات زمانہ نے اس (بنانے والے) کو (اس میں رہنے کا موقع) نہ دیا اور پادشاہ اس سے جدا ہو گیا۔ (اور اس طرح جدا ہوا) کہ اس کا دروازہ (تمام لوگوں سے) چھوٹا ہوا ہے (اس کے دروازے پر اب کوئی نہیں جاتا)۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ ابیات اس کے ایک قصیدے سے کی ہیں۔
اور (یہ وہی حضر ہے) جس کا ذکر ابو داؤد ابادی نے اپنے اس قول میں کیا ہے۔ ۷۷

وَأَرَى المَوْتَ قَدْ تَدَلَّى مِنَ الحَضْرِ عَلَى رَبِّ أَهْلِهِ السَّاطِرُونِ

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس حضر کے رہنے والوں کے

سرپرست، شاہ ساطرون کے سر پر، حضر (ہی کی حکومت یا سکونت
کے سبب) سے موت منڈلا رہی ہے۔

اور یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بیت خلف احمر کی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ حمّاد راویہ کی ہے۔

کسریٰ سابور (شاہ پور) ذوالاکتاف نے ساطرون شاہ حضر سے جنگ کی اور دو سال اس کو محاصرے میں رکھا۔ ایک روز ساطرون کی بیٹی نے (قلعہ پر سے) جھانکا تو اس نے سابور کو اس حال میں دیکھا کہ اس کے جسم میں ریشمی لباس اور اس کے سر پر سونے کا زمرد یاقوت اور موتیوں سے جگمگاتا ہوا تاج ہے۔ اور وہ خوبصورت بھی تھا (اس نے اس کو دیکھا تو ریجھ گئی اور) اس کے پاس خفیہ پیام بھیجا کہ اگر میں تیرے لیے حضر کا دروازہ کھولدوں تو کیا تو مجھ سے شادی کر لے گا اس نے کہا ہاں۔ جب شام ہوئی تو ساطرون نے شراب پی اور مست ہو گیا۔ اور وہ ہمیشہ مستی ہی میں رات گزارا کرتا تھا۔ تو اس کی بیٹی نے اس کے سر کے نیچے سے حضر کے دروازے کی کنجیاں لے لیں (اور) پھر انھیں اپنے ایک رشتہ دار کے ہاتھ بھیجدیا۔ اور اس نے دروازہ کھولدیا۔ اور سابور گھس آیا اور ساطرون کو قتل کر ڈالا۔ حضر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور برباد کر دیا۔ اور (اس ساطرون کی بیٹی) کو اپنے ساتھ لے کر چلا گیا اور اس سے شادی کر لی ایک رات اس اثناء میں کہ وہ اپنے بستر پر سو رہی تھی یکایک بے چین بیقرار ہو گئی اور اس کی نیند اچٹ گئی۔ اس نے اس کے لیے چراغ منگوایا اور اس کے بستر کی تلاشی لی تو اس پر آسؔ کی ایک پتی پائی سابور نے اس سے کہا کہ یہی وہ چیز ہے جس نے تجھ کو بے خواب کر دیا تھا اس نے کہا ہاں سابور نے کہا پھر تیرا باپ تیرے لیے کیا کرتا تھا اس نے کہا

۷۸

ملہ۔ ایک درخت ہے جس کا نام فارسی میں مورد ہے تمیمی کہتا ہے کہ ریحان کو عرب میں آس اور فارسی میں نازبو کہتے ہیں، یہ دو قسم کا ہوتا ہے بستانی اور صحرائی صحرائی کو اسارون اور ریحان القبور بھی کہتے ہیں۔ دیکھو محیط اعظم (احمد محمودی)

وہ میرے لیے دیبا کا بستر بچھاتا اور مجھے حریر پہناتا[1] اور مجھے گودا (مغز استخواں) کھلاتا اور شراب پلایا کرتا تھا۔ اس نے کہا کیا تو نے جو کچھ اپنے باپ کے ساتھ کیا وہ تیرے باپ (کے ان احسانات) کا بدلا تھا؟ تو میرے ساتھ بھی بہت جلد اسی طرح کرے گی آخر اس نے اس کے لیے حکم دیا تو اس کے سر کی چوٹیاں گھوڑے کی دم سے باندھی گئیں اور گھوڑے کو تیز بھگایا گیا۔ حتیٰ کہ اس کو مار ڈالا اسی بارے میں اَعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ کہتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ لِلْحَضْرِ إِذْ أَهْلُهُ ... بِنُعْمَى، وَهَلْ خَالِدٌ مَنْ نَعِمْ

اے مخاطب کیا تو نے حضر کی حالت پر بھی کبھی غور کیا ہے
جب کہ اس کے رہنے والے عیش و عشرت کی حالت میں تھے اور کیا کوئی
عیش و عشرت میں رہنے والا ہمیشہ رہنے والا بھی ہے؟ ۔

أَقَامَ بِهِ شَاهَبُورُ الْجُنُو ... دَ حَوْلَيْنِ تَضْرِبُ فِيهِ الْقُدُمْ

شاہپور نے اس میں دو سال تک اپنے لشکر کو رکھا حالت یہ تھی
کہ وہ اس میں (اس کی بربادی کے لیے) کلہاڑیاں ہی مارے جا رہے تھے۔

فَلَمَّا دَعَا رَبَّهُ دَعْوَةً ... أَنَابَ إِلَيْهِ فَلَمْ يَنْتَقِمْ

پھر جب اس کو اس کے پروردگار نے بلا لیا تو وہ اس کی
طرف (بے چون و چرا) لوٹ گیا اور (اپنے دشمن سے) بدلہ (بھی) نہ لیا۔

اور یہ ابیات اس کے قصیدے کی ہیں۔ اور علی بن زید نے اس بارے میں کہا ہے۔

وَالْحَضْرُ صَابَتْ عَلَيْهِ دَاهِيَةٌ ... مِنْ فَوْقِهِ أَيِّدٌ مَنَاكِبُهَا

[1] ۔ حریر و دیبا دو قسم کے ریشمی کپڑے ہیں۔ (احمد محمودی)

اور حضر پر اس کے اوپر سے ایک ایسی آفت آپڑی جس کے
بازو بہت قوی تھے ۔

رَبِيَّةٌ لَمْ تُوَقِّ وَالِدَهَا لِحَيْنِهَا إِذْ أَضَاعَ رَاقِبُهَا

(گودوں) میں ناز و نعم سے) پلی ہوئی (بیٹی) نے اپنے
باپ کو اس کی موت کے وقت نہ بچایا (کیا تعجب ہے) کہ محافظ نے
(خود محفوظ چیز کو) برباد کردیا ۔

إِذْ غَبَقَتْهُ صَهْبَاءَ صَافِيَةً وَالْخَمْرُ وَهْلٌ يَهِيمُ شَارِبُهَا

جب کہ اس (بیٹی) نے اس کو چھنی ہوئی شراب رات میں
پلائی اور (سچ تو یہ ہے کہ) شراب غلط خیال پیدا کرنے والی چیز ہے
اس کا پینے والا از خود رفتہ ہو جاتا ہے ۔

۷۹ فَأَسْلَمَتْ أَهْلَهَا بِلَيْلَتِهَا تَظُنُّ أَنَّ الرَّئِيسَ خَاطِبُهَا

آخر اس (بیٹی) نے اپنے گھر والوں کو یا اس (حضر) کے
رہنے والوں کو ان کی بلا کے حوالے کردیا (یہ) خیال کرکے کہ بادشاہ
اس (سے نکاح) کا خواہاں ہے ۔

فَكَانَ حَظُّ الْعَرُوسِ إِذْ جَشَرَ الصُّبْحُ دِمَاءٌ تَجْرِي سَبَائِبُهَا

جب صبح طلوع ہوئی تو دلہن کو یہ حظ ملا کہ اس کے (سر کے)
بال خون (کے نالے) بہا رہے تھے ۔

وَخُرِّبَ الْحَضْرُ وَاسْتُبِيحَ وَقَدْ أُحْرِقَ فِي خِدْرِهَا مَشَاجِبُهَا

اور حضر کو برباد اور (ہر کام کے لیے) مباح کردیا گیا اور
اس کے پردوں میں اس کے پردہ داروں کو جلایا گیا ۔

اور یہ ابیات اس کے ایک قصیدے کے ہیں ۔

نزار بن معد کی اولاد کا ذکر

ابن اسحٰق نے کہا ۔ نزار بن معد کے تین لڑکے ہوئے ۔ مضر بن نزار ۔ ربیعۃ بن نزار اور انمار بن نزار ۔

ابن ہشام نے کہا ۔ اور (چوتھا) ایاد بن نزار ۔ حارث بن دوس ایادی نے یہ شعر کہا ہے ۔ اور بعض کی روایت میں یہ شعر ابو داود ایادی کی طرف منسوب ہے ۔ جس کا نام جاریہ[۱] بن حجاج تھا ۔

وَفُتُوٌّ حَسَنٌ أَوْجُهُهُمْ مِنْ إِيَادِ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدّ

اور کتنے خوبصورت جوان ایسے بھی ہیں جو ایاد بن نزار بن معد کی اولاد میں سے ہیں ۔

اور یہ بیت اس کے ابیات میں کی ہے ۔ مُضر اور ایاد کی ماں سَودہ بنت عَک بن عدنان ہے ۔ اور ربیعہ اور انمار کی ماں شقیقہ بنت عَک بن عدنان ہے ۔ اور بعض کہتے ہیں جمعۃ بنت عَک بن عدنان ہے ۔

ابن اسحٰق نے کہا ۔ قبائل خثعم و بجیلہ کا باپ (یعنی جد اعلیٰ) انمار ہے ۔ جریر بن عبداللہ بجلی جو قبیلہ بجیلہ کا سردار تھا اس کے متعلق کسی کہنے والے نے یہ شعر کہا ہے ۔

لَوْلَا جَرِيرٌ هَلَكَتْ بَجِيلَهْ نِعْمَ الْفَتَى وَبِئْسَتِ الْقَبِيلَهْ[۲]

---

۱ ۔ (الف ب) جاریہ (ج د) حارثہ ۔ (احمد محمودی)

۲ ۔ خط کشیدہ مصرع دوم نسخہ (الف) میں نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

اگر جریر نہ ہوتا تو (قبیلہ) بجیلہ برباد ہوگیا ہوتا (یہ) جوان
مرد تو (بہت ہی) خوب ہے۔ اور (لیکن اس کا) قبیلہ (بہت ہی)
برا ہے۔

(یہ جریر) فرافصۃ الکلبی کو اقرع بن حابس عقال بن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلۃ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم کے پاس فیصلہٗ (فضیلت باہمی) کے لیے طلب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

٤٠ يَا أَقْرَعُ بْنَ حَابِسٍ يَا أَقْرَعُ ۝ إِنَّكَ إِنْ يُصْرَعْ أَخُوكَ تُصْرَعُ

اے اقرع۔ اے اقرع بن حابس۔ بے شبہ اگر تیرا بھائی
پچھاڑا جائے گا۔ تو تو (خود بھی) پچھڑے گا۔
اور (یہ بھی) کہا ہے۔

أَبَنِيْ نِزَارٍ، اُنْصُرَا أَخَاكُمَا ۝ إِنَّ أَبِي وَجَدْتُهُ أَبَاكُمَا

لَنْ يُغْلَبَ الْيَوْمَ أَخٌ وَالاكُمَا

اے نزار کے دونوں بیٹو۔ اپنے بھائی کی مدد کرو میں نے
اپنے باپ اور تم دونوں کے باپ (یعنی جداعلیٰ) کو ایک ہی پایا ہے۔
(مجھے امید ہے کہ) جس بھائی نے تم دونوں (بھائیوں) سے محبت
رکھی ہے۔ وہ آج ہرگز مغلوب نہ ہوگا۔
اور وہ (قبائل انمار) یمن میں جا بسے۔ اور یمن (والوں ہی) میں مل گئے۔

لہ۔ (الف ب) یصرع اخوک فعل مجہول غائب سے۔ اور اخوک بحالت رفع ہے۔ اور (ج د) تصرع اخاک فعل مخاطب معروف اور اخاک بحالت نصب ہے۔ جس کے معنی اگر تو اپنے بھائی کو پچھاڑے گا تو تو خود بھی پچھڑے گا۔ (احمد محمودی)

ٹہ۔ ترمذی نے فروہ بن سیک کے طریقے سے روایت کی ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے سبا کے

ابن ہشام نے کہا کہ یمن (والوں) اور (قبیلہ) بجیلہ نے (نسب اس طرح) بیان کیا ہے۔ انمار بن اراش بن لحیان بن عمرو بن غوث بن نبت بن مالک بن کہلان بن سبا اور بعضوں نے کہا ہے۔ اراش بن عمرو بن لحیان بن غوث۔ اور بجیلہ اور خثعم کا گھر (خاندان) یمنی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا۔ کہ مُضَر بن نزار سے دو شخص پیدا ہوئے۔ الیاس بن مُضَر اور عَیلان بن مضر۔

ابن ہشام نے کہا۔ ان دونوں کی ماں بنی جرہم میں کی تھی۔

ابن اسحٰق نے کہا۔ پس الیاس بن مضر سے تین شخص پیدا ہوئے۔ مُدرکہ بن الیاس و طابخہ بن الیاس و قَمعہ بن الیاس اور ان کی ماں خِندِف یمن کی عورت تھی۔

۸۱ ابن ہشام نے کہا خِندِف عمران بن الحاف بن قضاعہ کی بیٹی تھی۔

ابن اسحٰق نے کہا مدرکہ کا نام عامر تھا اور طابخہ کا عمرو۔ لوگوں نے ان کے

لہ بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :۔ متعلق وہ اتارا جو اتارا۔ (یعنی قرآنی خاص خاص آیتیں نازل فرمائیں جو سب کو معلوم ہیں) تو ایک شخص نے کہا۔ یارسول اللہ۔ سبا کیا ہے۔ کوئی عورت ہے یا کوئی مقام۔ آپ نے فرمایا۔

لیس بامرأة ولا ارض ولکنه رجل ولد عشرة من العرب فتیامن منهم ستة وتشائم اربعة فاما الذین تشائموا فلخم وجذام وعاملة وغسان واما الذین تیامنوا فالازد والاشعریون وحمیر ومذحج وکندة وانمار۔

نہ کوئی عورت نہ کوئی مقام بلکہ وہ ایک مرد (کا نام) ہے جس نے عرب کے دس (قبیلوں) کو جنا (یعنی اس سے دس قبیلے پیدا ہوئے) ان میں سے چھ یمن میں جا بسے اور چار شام میں پس جو شام میں جا بسے وہ لخم و جذام و عاملہ و غسان ہیں اور جو یمن میں جا بسے وہ ازد و اشعر و حمیر و مذحج و کندہ و انمار ہیں۔ اس شخص نے کہا انمار کون۔ آپ نے فرمایا۔

الذین منهم خثعم وبجیلة

وہ جن میں سے خثعم و بجیلہ ہیں۔

(احمد محمودی از سہیلی)

متعلق ادعا کیا ہے کہ یہ دونوں اونٹوں میں رہا کرتے اور انھیں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ (ایک روز) انھوں نے ایک شکار کیا اور اسے پکاتے بیٹھے تھے کہ ان کے اونٹوں کو کوئی چرا لے گیا عامر نے عمرو سے کہا اتدرك الابل ام تطبخ ھذا الصید۔ کیا تم اونٹوں کو ڈھونڈ لاوگے یا یہ شکار پکاوگے۔

عمرو نے کہا (نہیں میں ڈھونڈنے نہیں جاتا) بلکہ پکاتا ہوں عامر نے اونٹوں (کی جستجو کی اور ان) سے (جا) ملا۔ (یعنی ڈھونڈ نکالا) اور انھیں (واپس) لایا۔ پھر جب دونوں اپنے باپ کے پاس گئے انھوں نے سرگزشت بیان کی۔ (باپ نے) عامر سے کہا۔ تو مدرکہ یعنی ڈھونڈ نکالنے والا ہے۔ اور عمرو سے کہا تو طابخہ یعنی پکانے والا ہے۔ اب رہا قَمعَۃ (اس کے متعلق بنی) مضر کے نسب دان خیال کرتے ہیں کہ (بنی) خُزَاعہ۔ عمرو بن لُحَیّ بن قَمَعہ بن الیاس کی اولاد سے ہیں۔ اس[1] کے بعد جب ان کی ماں کو اس کی خبر پہنچی تو وہ تیزی سے نکلی تو اس سے کہا تخندفین یعنی کیا تو پاوں کھول کھول کر ڈالتی ہے۔ تو اس کا نام خندف مشہور ہو گیا۔

عمرو بن لُحَیّ کا قصہ اور عرب کے بتوں کا ذکر

ابن اسحٰق نے کہا۔ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حَزم نے اپنے والد سے (روایت) بیان کی، انھوں نے کہا مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَأَیتُ عَمرَو بنَ لُحَیٍّ یَجُرُّ قُصبَہٗ فی النَّارِ، فسألتُہٗ عَمَّن بَینِي وَبَینَہٗ

[1] خط کشیدہ عبارت صرف (الف میں ہے (ب ج د) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ هَلَكُوا

میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ اپنی ٹانگوں کی ہڈیاں[1] یا اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹے جا رہا ہے تو میں نے اس سے ان لوگوں کے متعلق سوال کیا۔ جو میرے اور اس کے درمیان (گذرے) ہیں۔ تو اس نے کہا وہ ہلاک ہو گئے۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن حرث تیمی نے اور ان سے ابو صالح سمّان نے اور ان سے ابو ہریرہ نے بیان کیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابو ہریرہ[2] کا نام عبداللہ بن عامر تھا اور (یہ بھی) کہا جاتا ہے کہ اُن کا نام عبدالرحمٰن بن صَخْر تھا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثم بن جون خزاعی سے کہتے سنا۔

يَا أَكْثَمُ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِف يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ،

فَمَا رَأَيْتُ رَجُلاً أَشْبَهَ بِرَجُلٍ مِنْكَ بِهِ وَلَا بِكَ مِنْهُ

یعنی اے اکثم میں نے عمرو بن لُحَیّ بن قَمعَہ بن خِندف کو دیکھا کہ وہ اپنی ٹانگوں کی ہڈیاں یا آنتیں آگ میں کھینچے لیے جا رہا

---

[1] قصب کا لفظ آنت کے لیے بھی کہا جاتا ہے اور ہر کھوکھلی لمبی ہڈی کو بھی کہتے ہیں اور بالوں کی لٹوں کو بھی۔ اس مقام پر بعضوں نے آنتیں گھسیٹے جانا سمجھا ہے۔ اور بعض ٹانگوں کی ہڈیاں۔ جس کو اردو محاورے میں لنگڑائے جانا کہہ سکتے ہیں۔ (احمد محمودی)

[2] بخاری نے کہا کہ ان کا نام عبدشمس بن عبدنہم تھا اور بعضوں نے کہا ہے۔ کہ عبدغنم تھا۔ ممکن ہے کہ یہ نام جاہلیت میں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو بدل دیا ہو جس طرح آپ نے بہت سے نام بدل دئیے۔

(احمد محمودی از سہیلی)

ہے۔ اور میں نے تم سے زیادہ کسی شخص کو اس سے مشابہ نہیں دیکھا۔ اور نہ (ایسے کسی شخص کو میں نے دیکھا) کہ اس سے زیادہ تم سے مشابہ ہو اکثم نے کہا یا رسول اللہ۔ اس کی مشابہت شاید مجھے نقصان پہنچا دے فرمایا:—

لَا إِنَّكَ مُؤْمِنٌ وَهُوَ كَافِرٌ إِنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ غَيَّرَ دِينَ إِسْمٰعِيلَ فَنَصَبَ الْأَوْثَانَ وَبَحَرَ الْبَحِيرَةَ، وَسَيَّبَ السَّائِبَةَ وَوَصَلَ الْوَصِيلَةَ وَحَمَى الْحَامِيَ۔

نہیں (اس کی مشابہت تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی) تم ایماندار ہو اور وہ کافر (تھا) وہ پہلا شخص تھا جس نے دین اسمٰعیل کو بدل دیا۔ اور مورتیاں نصب کیں۔ اور بحیرة[1]، سائبہ۔ وصیلہ اور حامی (کے طریقے) رائج کئے۔

۸۲

ابن ہشام نے کہا کہ بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا کہ عمرو بن لحی اپنے

[1] بحیرہ۔ سائبہ وصیلہ اور حامی کے متعلق روح المعانی میں لکھا ہے کہ زجاج نے کہا کہ جب کوئی اونٹنی پانچ وقت جنتی اور آخر میں نر اولاد ہوتی تو زمانہ جاہلیت والے اس کا کان پھاڑ دیتے اور اس کو نہ ذبح کرتے نہ اس پر سوار ہوتے وہ نہ کسی پنگھٹ سے ہانکی جاتی نہ کسی چراگاہ سے روکی جاتی۔ ایسی اونٹنی کو بحیرہ کہتے تھے۔ قتادہ سے مروی ہے۔ کہ جب وہ پانچ دفعہ جنتی تو پانچویں اولاد کو دیکھا جاتا اگر وہ نر ہوتی تو اسے ذبح کرتے اور کھا لیتے۔ اور اگر مادہ ہوتی تو اس کا کان پھاڑ دیتے اور اس کو چھوڑ دیتے کہ وہ چرتی (اور کھلے بندوں پھرتی) رہے اس کو کوئی شخص دودھ یا سواری کے کام میں نہ لاتا۔ بعضوں نے کہا کہ بحیرة وہ مادہ ہے جو پانچویں دفعہ پیدا ہو۔ اس کا دودھ اور گوشت عورتوں کے لیے حلال نہ ہوتا۔ ہاں اگر وہ مرجاتی تو مرد اور عورتیں اس کے کھانے میں مشترک ہوتے۔ محمد بن اسحٰق اور مجاہد سے روایت

بعض کاروبار کے ضمن میں مکّے سے شام کی طرف گیا تو جب سرزمین بلقا کے مقام

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :۔ ہے کہ وہ سائبہ کی بچی ہوتی تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور وہ بھی اسی طرح چھوڑ دی جایا کرتی تھی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جو پانچ دفعہ یا سات دفعہ جنے بعضوں نے کہا جو دس دفعہ جنے وہ بیکار چھوڑ دی جاتی اور جب مرتی تو اس کا گوشت خاص مردوں ہی کے لیے حلال ہوتا تھا۔ ابن مسیب نے کہا کہ اس کا دودھ بتوں کے لیے محفوظ رکھا جاتا اور دوہا نہ جاتا تھا بعضوں نے کہا ہے کہ وہ ایسی اونٹنی ہے جو سات مادہ جنے۔ ایسی اونٹنی کا کان پھاڑ دیتے اور بیکار چھوڑ دیتے۔ صاحب قاموس نے بھی یہی کہا ہے۔ لیکن بجائے اونٹنی کے بکری بتایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس کو بحیرہ بھی کہتے تھے اور عزیزہ بھی۔ بحر کے معنی ہیں پھاڑنا۔ سائبہ تسییب کے معنی ہیں بے مہار چھوڑ دینا سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو دس مادائیں جنے ایسی اونٹنی بے مہار چھوڑ دی جاتی تھی۔ نہ اس پر سواری کی جاتی نہ اس کے بال کاٹے جاتے نہ اس کا دودھ مہمان کے سوا کوئی پیتا۔ یہ روایت محمد بن اسحٰق کی طرف منسوب ہے۔ بعضوں نے کہا کہ بتوں کے لیے چھوڑی جاتی۔ اور بتوں کے منتظمین ہی کو دیجاتی۔ اور اس کا دودھ مسافروں کے سوا اور کوئی نہ چکھتا۔ یہ روایت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہے۔ بعضوں نے کہا کہ سائبہ وہ اونٹ ہے جس کے بچوں کے بچے ہو جائیں۔ وہ چھوڑ دیا جاتا۔ اور اس پر سواری نہ کی جاتی۔ بعضوں نے کہا۔ کہ جب کوئی شخص کسی بڑے سفر سے آتا یا اس کا جانور مشقت یا لڑائی کے کام کا نہ رہتا۔ تو سائبہ کر دیا جاتا۔ یا اس کی پیٹھ سے کوئی منکہ یا ہڈی نکال دیجاتی اور پانی چارے سے روکا نہ جاتا۔ اور نہ اس پر سواری کیجاتی بعضوں نے کہا۔ سائبہ وہ اونٹ ہے۔ جسے۔ اس پر بیٹھکر حج کو جانے کے لیے۔ چھوڑ دیا جاتا تھا۔ بعضوں نے کہا کہ سائبہ وہ غلام ہے۔ جو اس شرط پر آزاد کیا گیا ہو کہ آزاد کرنے والے کو کوئی حق ولا اس پر نہ ہو۔ اور نہ اس کے کیے ہوئے نقصان کا کسی کو ڈنڈ بھرنا پڑے اور نہ اس کی میراث کا کوئی مستحق ہو۔

وصیلہ۔ ملنے والی۔ یا جس سے کوئی ملے۔ فرار نے کہا ہے۔ کہ وصیلہ وہ بکری ہے جس نے سات نر بچے جنے ہوں۔ اور آخر میں نر اور مادہ دو بچے جنے ایسی بچوں والی بکری کا دودھ صرف مرد پیتے عورتیں نہ پیتیں۔ سائبہ کی طرح اس کا بھی حال تھا۔ زجاج نے کہا وصیلہ وہ بکری ہے کہ جب وہ نر جنتی تو وہ ان کے بتوں کا ہوتا۔ اور جب مادہ جنتی تو وہ

مآب میں پہنچا اور وہاں ان دنوں عمالیق رہا کرتے تھے۔ جو عملاق اور بعضوں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ ان کا ہوتا۔ اور جب نر و مادہ دو جنتی تو نر کو وہ اپنے بتوں کی خاطر ذبح نہ کرتے۔ اور بعضوں نے کہا وہ ایسی بکری ہے جو پہلے نر جنتی اور پھر مادہ جنتی تو اس مادہ کے سبب اس کے بھائی کو ذبح نہ کرتے۔ اور جب نر جنتی تو کہتے یہ ہمارے معبودوں کی قربانی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وصیلہ وہ بکری ہے جو سات بار جنے۔ پھر اگر ساتویں مادہ ہوتی تو عورتیں اس کی کسی چیز سے استفادہ نہ کرتیں۔ مگر جب وہ مرجاتی تو اس کو مرد اور عورتیں دونوں کھاتے۔ اس طرح اگر ساتویں مرتبہ نر اور مادہ دو بچے ہوتے تو اس کو وصیلہ کہتے۔ یعنی جو اپنے بھائی کے ساتھ توام پیدا ہوئی۔ ایسی بکری اس نر کے ساتھ چھوڑ دی جاتی۔ اور اس سے صرف مرد ہی مستفید ہوتے۔ عورتیں اس سے کسی طرح کا فائدہ نہ حاصل کرتیں۔ ہاں اگر وہ مرجاتی تو اس سے فائدہ حاصل کرنے میں مرد اور عورتیں شریک ہوتیں۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ اگر ساتواں نر ہوتا تو اس کو ذبح کر دیا جاتا۔ اور اس کو صرف مرد کھاتے۔ عورتیں نہ کھاتیں۔ اور کہتے۔

خالصۃ لذکورنا ومحرم علی ازواجنا

(یہ) ہمارے مردوں کے لیے خاص ہے اور ہماری بی بیوں پر حرام ہے۔ اور اگر مادہ ہوتی تو بکریوں میں چھوڑ دی جاتی اور اگر نر اور مادہ دو ہوتے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق عمل درآمد ہوتا۔ اور محمد بن اسحٰق نے کہا کہ وصیلہ وہ بکری ہے جو پے درپے پانچ دفعہ میں دس مادائیں جنے ایسی بکری اس کے بعد جو جنتی وہ خالص مردوں کے لیے ہوتا۔ عورتوں کو اس سے استفادے کا حق نہ ہوتا۔ پھر اگر نر اور مادہ ایک ساتھ جنتی تو اس کو وصیلہ کہتے۔ اور اس مادہ کی موجودگی میں اس نر کو ذبح نہ کرتے اور بعضوں نے کہا وصیلہ وہ بکری ہے جو پانچ بار یا تین بار جنے۔ پھر اگر نر پیدا ہوتا تو ذبح کردیتے اور اگر مادہ ہوتی تو رکھ چھوڑتے۔ اور اگر نر و مادہ ایک ساتھ ہوتے تو اس جنس کو وصیلہ کہتے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو پیاپے دو بار مادائیں جنے درمیان میں نر نہ پیدا ہو تو ایسی اونٹنی کو وہ اپنے معبودوں کے لیے چھوڑ دیتے اور کہتے مادہ سے مادہ مل گئی۔ درمیان میں نر نہیں۔ اس لیے وہ وصیلہ کہلاتی اور بعضوں نے کہا کہ وصیلہ وہ

کہا عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے۔ انھیں دیکھا کہ وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں تو ان سے کہا کہ یہ بت کیا ہیں جن کی پوجا کرتے میں تمھیں دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے اس سے کہا کہ ان بتوں کو ہم اس لیے پوجتے ہیں کہ جب ہم ان سے بارش طلب کرتے ہیں تو یہ ہمیں بارش سے مستفید کرتے ہیں۔ اور جب ہم ان سے امداد مانگتے ہیں تو وہ ہماری امداد کرتے ہیں۔ اس نے ان سے کہا کیا تم ان میں سے کوئی بت مجھے نہ دوگے کہ اُسے میں سرزمین عرب کی طرف لیجاؤں کہ وہ بھی اس کی پوجا کریں۔ انھوں نے اس کو ایک بت دیا جس کو ہُبل کہا جاتا تھا۔ تو وہ اسے لے کر مکہ آیا۔ پھر اسے ایک جگہ نصب کیا اور اس نے لوگوں کو اس کی عبادت و تعظیم کا حکم دیا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ وہ یعنی عرب خیال کرتے ہیں کہ پتھر کی پہلی پوجا جو بنی اسمٰعیل میں ہوی وہ اس طرح تھی کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ اونٹنی ہے جس نے پے بہ پے دس مادائیں جنی ہوں درمیان میں کوئی نر نہو۔

حامی۔ حمی سے مشتق ہے جس کے معنی منع کرنا اور محفوظ رکھنا ہیں۔ فراء نے کہا کہ حامی وہ نر اونٹ ہے جس کے نطفے سے اس کی اولاد کی اولاد گابھن ہوجائے۔ تو وہ کہتے اس کی پیٹھ ممنوع یا محفوظ ہوگئی۔ یعنی اب اس پر نہ سواری کیجاسکتی ہے نہ بوجھ لادا جاسکتا ہے۔ اور وہ بے مہار چھوڑ دیا جاتا۔ وہ نہ کسی پنگھٹ سے ہانکا جاسکتا نہ کسی چراگاہ سے۔ اور ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور یہی قول ابو عبیدہ اور زجاج کا بھی ہے کہ حامی وہ نر اونٹ ہے جس کی پشت سے دس دفعہ اولاد ہوی ہو۔ ایسی صورت میں کہتے ہیں کہ اب اس کی پیٹھ ممنوع و محفوظ ہوگئی۔ اب اس پر نہ بوجھ لادا جاتا ہے اور نہ وہ کسی پنگھٹ یا چراگاہ سے روکا جاتا ہے۔ اور امام شافعی سے روایت ہے کہ حامی وہ نر ہے جو اپنے مالک کی اونٹنیوں کو دس سال تک حاملہ کرتا رہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ حامی وہ نر اونٹ ہے جس سے متواتر سات مادائیں پیدا ہوں تو اس کی پیٹھ ممنوع و محفوظ ہوجاتی ہے۔ ان تمام اقوال میں تطبیق کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ عرب کے مختلف خاندان مختلف جنھے مختلف خیالات و مختلف رسومات رکھتے تھے۔ کسی کے پاس کچھ رسم و رواج تھا تو کسی کے پاس کچھ اس سے مختلف۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال وعلمہ اتم۔

(احمد محمودی)

جب مکہ والوں پر تنگدستی آئی اور فراخی کی تلاش میں وہ دیگر ممالک کی جانب نکل چلے تو ان میں ہر ایک سفر کرنے والا مکہ سے سفر پر جاتے وقت حرم کے پتھروں میں سے کوئی ایک پتھر حرم (محترم) کی عظمت کے لحاظ سے اپنے ساتھ اٹھا لے جاتا اور یہ مسافر جہاں کہیں اتر تے اس پتھر کو رکھتے اور اس کا طواف کرتے جس طرح وہ کعبہ کا طواف کرتے تھے حتیٰ کہ اس پر ان کو ایک زمانہ گزر گیا یہاں تک کہ جس پتھر کو اچھا دیکھا اور وہ انھیں پسند آیا اسی کی عبادت کرنے لگے حتیٰ کہ پشتہا پشت گزر گئے اور جس توحید پر وہ تھے اس کو بھلا دیا اور دین ابراہیم و اسمٰعیل (علیہما السلام) کو بدل کر دوسرا دین اختیار کر لیا اور بتوں کی پوجا شروع کر دی اور ان سے پہلے کی امتیں جن گمراہیوں میں تھیں ان کی بھی وہی حالت ہو گئی۔ باوجود اس کے ان میں ابراہیم (علیہ السلام) کے زمانے کے بقیہ (رسم و رواج) کی پابندی (بھی تھی جن) میں تعظیم بیت اللہ اور اس کا طواف اور حج و عمرہ کرنا اور عرفات و مزدلفہ کا قیام اور جانوروں کی قربانی اور حج و عمرہ میں لبیک کہنا (وغیرہ بھی) تھا۔ باوجود اس کے کہ اس میں انھوں نے ایسی (لغو) چیزیں بھی داخل کر دیں جو اس میں نہ تھیں پس کنانہ میں سے قریش کے قبیلہ والے جب لبیک کہتے تو لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک کہتے۔ یعنی جی حاضر جی حاضر یا اللہ ہم تیرے لیے دہری حاضری دیتے ہیں۔ (یعنی جسم و روح دونوں سے حاضر ہیں)۔ جی حاضر جی حاضر تیرا کوئی شریک نہیں بجز ایک شریک کے کہ وہ تیرا ہی ہے اس کا تو ہی مالک ہے۔ وہ (تیرا) مالک نہیں۔ پس وہ (کافر) لبیک کہنے میں اس (خداوند عالم) کی یکتائی کا بھی اظہار کرتے تھے پھر اس کے ساتھ اپنے بتوں کو بھی (خدائی اختیارات میں) داخل کرتے تھے اور ان بتوں کی ملکیت اس کے قبضہ (و اختیار) میں ہونے کا اقرار بھی کرتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔ وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون یعنی ان (کافروں) میں کے اکثر (افراد) اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر (اس کے ساتھ ساتھ) وہ شرک بھی کیے جاتے

۸۳

ہیں یعنی میرے حق کو جان کر میری یکتائی (کا اقرار) بھی کرتے ہیں اور میری مخلوق میں سے کسی نہ کسی کو میرے ساتھ شریک بھی ٹھیراتے ہیں۔ اور نوح علیہ السلام کی قوم کے (پاس بھی) بہت سے بت تھے جن کی پرستش میں وہ لگے ہوئے تھے جس کی خبر اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے اس نے فرمایا۔

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا

انھوں نے (قوم نوح نے اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور وَدّ و سُواع۔

وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا

یغوث و یعوق و نسر (نامی بتوں) کو نہ چھوڑو بے شبہہ انھوں نے (اسی طرح کی باتوں سے) بہتوں کو گمراہ کر دیا۔

پس اولاد اسمٰعیل (علیہ السلام) اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی جنھوں نے بت گھڑ لیے تھے جب دین اسمٰعیل (علیہ السلام) چھوڑا تو بتوں کے نام بھی انھیں[1] (اولاد اسمٰعیل علیہ السلام) کے ناموں پر رکھ لیے تھے، حسب ذیل قبائل تھے۔ ہُذَیل بن مُدرکۃ بن الیاس بن مضر نے سُواع (نامی بت) بنا لیا حالانکہ ان کا بت بُرُہاط تھا۔ اور کَلب بن وَبْرہ نے جو قضاعۃ کا ایک قبیلہ

---

[1] ۔ (ب ج د) میں "کان الذین اتخذوا" اور "سموا باسمائہم" ہے اور (الف) میں "کانوا الذین اتخذوا" اور "سموا باسمائہا" ہے کان کے بجائے کانوا کا نسخہ تو کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ فعل جب فاعل سے پہلے ہو تو اس کا مفرد ہونا ضروری ہے اور سموا باسمائہا میں ہا کی واحد مونث کی ضمیر اگر ولد اسمٰعیل کی طرف بحیثیت اس کے جمع مکسر ہونے کے پھیری جائے تو دونوں نسخوں کے معنی ایک ہی ہوں گے اور اگر اسمائہا کی ضمیر بتوں کی طرف پھیری جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ انھوں نے اپنے یا اپنی اولاد کے نام ان بتوں کے نام پر رکھ لیے تھے۔ (احمد محمودی)

ہے مقام دُومۃ الجندل میں وَدّ (نامی ایک بت) بنایا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ کعب بن مالک انصاری نے (اس کے متعلق یہ شعر کہا ہے۔

وَنَنْسَی اللَّاتَ وَالْعُزَّی وَوَدًّا وَنَسْلُبُهَا الْقَلَائِدَ وَالشُّنُوفَا

ہم لات وعزّیٰ اور وَدّ (نامی بتوں) کو بھول جائیں گے
اور ان سے (ان کے زیور) ہار اور بالے (وغیرہ کھسوٹ لیں گے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے جس کو ان شاءاللہ ہم اس کے موقع پر ذکر کریں گے۔ اور کلب، وَبَرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی طَیّ میں سے اَنعُم نے اور بنی مَذحِج میں سے جُرَش والوں نے مقام جُرَش میں یغوث نامی بت بنا رکھا تھا۔

ابن ہشام نے کہا بعض کہتے ہیں کہ اَنعَم اور طیّ بن اُدَد بن مالک نے (بنایا تھا) اور مالک خود مَذحج بن اُدَد ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ طَیّ بن اُدد بن زید بن کہلان بن سبا نے (یغوث نامی بت بنا رکھا تھا) ابن اسحٰق نے کہا کہ قبیلہ ہمدان کی خیوان[1] نامی ایک شاخ نے سرزمین یمن کے مقام ہمدان میں یَعُوق نامی بت بنا رکھا تھا

ابن ہشام نے کہا کہ ہَمدان کا نام اَوسَلَۃ بن مالک بن زید بن ربیعۃ بن اوسلۃ بن الخیار بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اوسلۃ بن زید بن اوسلۃ بن الخیار ہے اور مالک بن نمط ہمدانی نے یہ شعر کہا ہے۔ ۴۴

يَرِيشُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَيَبْرِي ۔ وَلَا يَبْرِي يَعُوقُ وَلَا يَرِيشُ

اللہ تعالیٰ ہی دنیا میں نفع بھی پہنچاتا ہے اور ضرر بھی اور
یعوق نہ کسی کو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔

---

[1] ۔ (الف) حیوان باحائے حطی (ب ج د) خیوان باخائے معجمہ (احمد محمودی)

اور یہ بیت اسی کے قصیدے کی ہے۔ بعضوں نے کہا کہ ہمدان اوسلۃ بن ربیعۃ بن مالک بن الخیار بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا کا بیٹا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی حمیر میں سے ذو الکلاع کے قبیلے نے سرزمین حمیر میں نسر نامی ایک بت بنا رکھا تھا اور بنی خولان کا سرزمین خولان میں ایک بت تھا جس کو عم[1] انس کہا جاتا تھا جس کے لیے وہ اپنے ادعا کے موافق اپنے جانور اور کھیتی اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تقسیم کیا کرتے تھے۔ پھر اگر کوئی چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے نذر کی جس کو خود انھوں نے اس کے لیے نامزد کر دیا ہو عم انس کی نذر میں داخل ہو جاتی تو اسے اسی طرح چھوڑ دیتے اور اگر کوئی چیز عم انس کی نذر میں سے اللہ تعالیٰ کے نذرانے میں داخل ہو جاتی تو اس کو (فوراً) اس کی نذر میں واپس کر دیتے اور یہ لوگ خولان میں کے ایک چھوٹے سے قبیلہ کے تھے جس کو ادیم کہا جاتا تھا اور جس طرح (مفسرین نے) ذکر کیا ہے انھیں کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ۔

اور انھوں نے اللہ (تعالیٰ) کے لیے (بھی) ان چیزوں میں سے جو اس نے کھیتی اور چوپائے پیدا کیے ہیں ایک حصہ مقرر کر دیا پس انھوں نے بزعم خود کہہ دیا کہ یہ (تو) اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا پھر جو (نذرانہ) ان کے شریکوں کا ہوتا وہ (تو) اللہ (کے نذرانہ) میں نہ مل سکتا اور جو اللہ کا ہوتا وہ ان کے شریکوں کے

[1] ۔ (الف) عمّ انس (ب) عمیانس (ج د) غم الانس ۔ (احمد محمودی)

(نذرانہ) میں مل جاتا (دیکھو تو کیا) برا فیصلہ ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ خولان عمرو بن الحاف بن قضاعہ کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ خولان عمرو بن مرّہ بن اُدَد بن زید بن مہسع بن عمرو بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ خولان عمرو بن سعد العشیرہ بن مذحج کا بیٹا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی ملکان بن کنانہ بن مدرکہ کا ایک بت جس کا نام سعد تھا جو جنگل میں ایک لمبی چٹان کی شکل کا تھا اس کے پاس بنی ملکان میں کا ایک شخص اپنی تجارت کے بہت سے اونٹ لے کر آیا تاکہ اپنے خیال کے موافق اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے انھیں اس کے پاس کھڑا کرے جب ان اونٹوں نے جن پر سواری نہیں کی جاتی تھی بلکہ چراگاہ میں چرتے رہتے تھے اس بت کو دیکھا جس پر خون بہائے جاتے تھے (جس کی وجہ سے اس کی شکل بہت خوفناک ہوگئی تھی) تو وہ اونٹ بدک گئے اور اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور ان کا مالک ملکانی غصے میں آگیا اور ایک پتھر لے اس بت پر پھینک مارا اور کہنے لگا اللہ تجھے برکت نہ دے تو نے میرے اونٹ بدکا دئیے پھر وہ ان اونٹوں کی تلاش میں نکل چلا یہاں تک کہ انھیں جمع کیا اور جب وہ اکھٹے ہوئے تو کہا۔

أَتَيْنَا إِلَى سَعْدٍ لِيَجْمَعَ شَمْلَنَا فَشَتَّتَنَا سَعْدٌ فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدِ

وَهَلْ سَعْدُ إِلَّا صَخْرَةٌ بِتَنُوفَةٍ مِنَ الْأَرْضِ لَا يَدْعُو لِغَيٍّ وَلَا رُشْدِ

ہم سعد کے پاس آئے کہ وہ ہماری پریشان قوتوں کو مجتمع کردے (یا ہماری پریشانی کو دور کرے) تو سعد نے ہمیں (اور بھی) پریشان کردیا پس ہم سعد (کی پرستش کرنے والوں) میں سے نہوں گے اور سعد میدان کی ایک چٹان کے سوا ہے ہی کیا وہ تو نہ کسی کو گمراہ کرسکتا ہے نہ کسی کی رہنمائی کرسکتا ہے۔

اور مقام دَوس میں عمرو بن حُمَمَہ الدوسی کا ایک بت تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ میں اس کا ذکر ان شاء اللہ اس کے مقام پر کروں گا
اور دوس عثمان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن الحارث بن عبد اللہ بن مالک ۸۶
بن نصر بن الاسد بن الغوث کا بیٹا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دوس عبد اللہ بن
زہران بن الاسد بن الغوث کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ کعبے کے اندر ایک باؤلی پر قریش نے ایک بت بنا رکھا
تھا جس کو ہُبَل کہا جاتا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ میں اس کا قصہ انشاء اللہ اس کے مقام پر بیان
کروں گا

ابن اسحٰق نے کہا کہ اساف ونائلۃ دو بت مقام زمزم پر بنا رکھے تھے
جن کے پاس وہ لوگ قربانیاں کرتے تھے اور اساف ونائلۃ قبیلۂ جرہم میں کا
ایک مرد اور ایک عورت تھی اساف بغی کا بیٹا اور نائلۃ دیک کی بیٹی تھی اساف
نائلۃ پر کعبہ شریفہ میں چڑھ بیٹھا۔ یعنی مرتکب زنا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں
کو پتھر بنا دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم
نے عَمرۃ بنت عبد الرحمٰن بن سعد بن زرارۃ سے روایت کی انھوں نے کہا کہ
میں نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے سنا وہ فرمایا کرتی تھیں کہ ہم تو یہی سنتے رہے
ہیں کہ اساف ونائلہ بنی جرہم میں کا ایک مرد اور ایک عورت تھی جنھوں نے کعبہ
میں ایک نئی بات کی (یعنی حرام کاری کی جو کعبے میں کبھی نہیں ہوئی تھی) تو اللہ تعالیٰ
نے انھیں دو پتھر بنا دیئے واللہ اعلم۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ابو طالب نے یہ شعر کہا ہے۔

وَحَيْثُ يُنِيخُ الْأَشْعَرُونَ رِكَابَهُمْ ۔۔۔ بِمُفْضَى السُّيُولِ مِنْ إِسَافٍ وَنَائِلِ

(یہ واقعہ اس مقام کا ہے) جہاں اشعری لوگ اپنے اونٹ

لہ۔ (الف) اسعد بزیادتی الف ہے۔ (احمد محمودی)

بٹھاتے ہیں اور اساف و نائلہ نامی بتوں کے پاس سے سیلابوں کے پہنچنے کی جگہ ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ بیت ان کے ایک قصیدے کی ہے جس کو ان شاء اللہ قریب میں اس کے مقام پر بیان کروں گا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ ہر گھر والے نے اپنے گھر میں ایک بت بنا رکھا تھا ۸۷ جس کی وہ پوجا کرتے تھے جب ان میں سے کوئی شخص کسی سفر کا ارادہ کرتا تو جب وہ سوار ہونے آمادہ ہوتا تو اس بت پر ہاتھ پھیرتا اور یہ وہ آخری چیز ہوتی، جو اس کے سفر کو نکلنے کے وقت ہوتی، اور جب وہ اپنے سفر سے آتا، تو اس پر ہاتھ پھیرتا، اور یہ وہ پہلی چیز ہوتی جس سے اپنے گھر والوں کے پاس جانے سے پہلے کیجاتی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید دے کر روانہ فرمایا تو قریش نے کہا۔

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ

کیا اس (شخص) نے (تمام) معبودوں کو ایک معبود بنا دیا
بے شبہہ یہ تو ایک بڑی عجیب چیز ہے۔

اور عربوں نے کعبۃ اللہ کے ساتھ ساتھ چند طاغوت بھی بنا رکھے تھے اور وہ چند گھر تھے جن کا احترام وہ اسی طرح کیا کرتے تھے جس طرح کعبۃ اللہ کا ان گھروں کے بھی خدام اور محافظین ہوتے تھے۔ اور ان گھروں کے پاس بھی نذرانے گزرانے جاتے جس طرح کعبۃ اللہ کے لیے گزرانے جاتے تھے اور وہ ان کا بھی اسی طرح طواف کرتے جس طرح اس کا طواف ہوتا تھا اور اس کے پاس بھی اسی طرح جانور ذبح کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ کعبۃ اللہ کی فضیلت کے بھی وہ مقر تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ابراہیم (علیہ السلام) کا گھر اور آپ کی مسجد ہے۔

اور قریش اور بنی کنانۃ کے لیے مقام نَخْلَة میں (ایک مورتی) عُزّٰی تھی اور اس کے سدنۃ یعنی دربان اور محافظ بنی ہاشم کے حلیف، بنی سُلَیم

میں سے بنی شیبان تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ خاص کر ابو طالب کے حلیف تھے۔ اور یہ سلیم منصور ابن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان کا بیٹا ہے۔

۸۸ ابن اسحٰق نے کہا کہ اسی کے بارے میں عرب کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

لَقَدْ أَنْكَحتْ أَسْمَاءُ رَأْسَ بُقَيْرَةٍ ۔۔۔ مِنَ الْأُدْمِ أَهْدَاهَا امْرُؤٌ مِنْ بَنِي غَنْمِ

اسماء ایسے شخص کے نکاح میں دی گئی ہے جو سالن پکانے کی گائے کی سری (کے جیسا کمزور اور بے جان) ہے۔ جس کو بنی غنم کے کسی شخص نے بطور قربانی پیش کیا ہو۔

رَأَى قَدَعًا فِي عَيْنِهَا إِذْ يَسُوقُهَا ۔۔۔ إِلَى غَبْغَبِ الْعُزَّى فَوَسَّعَ فِي الْقَسْمِ

وہ اسے عزّیٰ نامی بت کی قربان گاہ کی طرف ہانک لے جا رہا تھا تو اس نے اس کی بینائی میں کمزوری دیکھی تو تقسیم کے گوشت میں توسیع کرنے کے لیے اسے بھی قربانی میں شریک کر دیا۔

۸۹ اور وہ اسی طرح کیا کرتے تھے کہ جب وہ کسی نذر کی قربانی کرتے تو اس کو ان لوگوں میں بانٹ دیا کرتے جو ان کے پاس موجود ہوتے غبغب کے معنی "ذبح کرنے کے مقام خون بہانے کی جگہ" کے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ دونوں بیتیں ابو خراش ہذلی کی بیتوں میں کی ہیں اس کا نام خویلد بن مرہ تھا اور "سدنہ" وہ لوگ تھے جو کاروبار کعبۃ اللہ کے منتظم تھے رؤبۃ العجاج نے کہا ہے۔

فَلَا وَرَبِّ الْآمِنَاتِ الْقُطَّنِ ۔۔۔ بِمَحْبِسِ الْهَدْيِ وَبَيْتِ الْمَسْدَنِ

خدام بیت اللہ کے گھروں میں اور قربانی کے جانور رہنے کے مقام میں بے خوف رہنے والے جانوروں کے پروردگار کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

یہ دونوں بیتیں (یعنی مذکورہ بالا شعر) اس کے ایک بحر رجز کے

قصیدے کی ہیں ان شاء اللہ اس کا بیان اس کے مقام پر کروں گا۔

۹۰ ابن اسحٰق نے کہا کہ مقام طائف میں قبیلہ ثقیف کی ایک مورتی لات تھی اور اس کے دربان و محافظ بنی ثقیف میں سے بنی مُعَتَّب تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ اس کے مقام پر کرونگا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اَوس و خَزرج اور یَثرب والوں میں سے ان کے ہم مذہب لوگوں کی ایک مورتی مَنَاۃ تھی جو ضلع مُشَلَّل کے مقام قُدَید میں ساحل سمندر پر تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ کُمَیت بن زید نے جو بنی اسد بن خزیمہ بن مدرکہ میں کا ایک شخص ہے یہ شعر کہا ہے۔

وَقَدْ آلَتْ قَبَائِلُ لَا تُوَلِّی مَنَاۃَ ظُهُورَهَا مُتَحَرِّفِینَا

حالانکہ چند قبیلوں نے قسمیں کھا کھا کر اقرار کیا تھا کہ مڑ کر بھی اپنی پیٹھیں مناۃ کی جانب نہ کریں گے۔

یہ اس کے ایک قصیدے کی بیت ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مناۃ کی جانب ابی سفیان بن حرب کو روانہ فرمایا تو انھوں نے اس کو ڈھا دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کو روانہ فرمایا۔

۹۱ ابن اسحٰق نے کہا کہ ذو الخُلَصَۃ ایک بت قبائل دَوس و خَثعَم و بَجِیلہ اور ان عربوں کا تھا جو ان کی بستیوں میں رہا کرتے تھے اور یہ بت مقام تبالہ میں تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے ذو الخَلَصَۃ کہا ہے۔ عرب کے ایک شخص نے کہا ہے۔

لَوْ كُنْتَ يَا ذَا الْخُلُصِ الْمَوْتُورَا مِثْلِي وَكَانَ شَيْخُكَ الْمَقْبُورَا

لَمْ تَنْهَ عَنْ قَتْلِ الْعُدَاةِ زُورَا

اے ذو الخلص اگر تو بھی میری طرح مظلوم ہوتا اور تیرا
بھی کوئی بزرگ خاندان دفن کر دیا گیا ہوتا تو دشمنوں کے قتل کرنے
سے مصنوعی طور پر بھی تو منع نہ کرتا۔

اس شخص کا باپ مار ڈالا گیا تھا تو اس نے اس کا بدلہ لینا چاہا تو ذو الخلصۃ کے پاس آیا اور تیروں کے ذریعہ قسمت دریافت کی (یعنی یہ معلوم کرنا چاہا کہ ایسا کرنا اس کے لیے اچھا ہے یا نہیں وہ بدلہ لے سکے گا یا نہیں) تو اس کام کی ممانعت کا تیر نکلا تو اس نے یہ مذکورہ ابیات کہے۔ بعض لوگ ان ابیات کو امرا القیس بن حُجر الکندی کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب جریر بن عبد اللہ البجلی کو روانہ فرمایا اور انھوں نے اس کو منہدم کیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ فلس نامی ایک بت بنی طیئ اور ان لوگوں کا تھا جو بنی طیئ کے دونوں پہاڑوں کے پاس رہتے تھے اور یہ بت سلمیٰ اور اجا دو پہاڑوں کے درمیان تھا۔

۹۲ ابن ہشام نے کہا کہ بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کو روانہ فرمایا تو آپ نے یعنی علی رضی اللہ عنہ نے اسے ڈھایا تو اس میں آپ نے دو تلواریں پائیں ان میں سے ایک کو رسوب اور دوسری کو مخذم کہا جاتا تھا آپ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں تلواریں آپ کو عنایت فرما دیں یہی وہ تلواریں تھیں جو علی رضی اللہ عنہ کی تلواریں (مشہور) تھیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ حمیر اور یمن والوں کا ایک گھر مقام صنعا میں تھا جس کو رئام کہا جاتا تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ میں نے سابق میں اس کا بیان کر دیا ہے۔

۹۳ اور بنی ربیعۃ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا رضاء نامی ایک گھر تھا اسی کے متعلق مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے جب زمانہ اسلام میں

اس کو ڈھایا تو یہ شعر کہا ۔

وَلَقَدْ شَدَدْتُ عَلَى رُضَاءٍ شَدَّةً فَتَرَكْتُهَا قَفْرًا بِقَاعٍ أَسْحَمَا

میں نے رضاء نامی گھر کے ڈھانے میں ایسی قوی ضربیں لگائیں کہ اس کو ویران سیاہ زمین بنا ڈالا ۔

ابن ہشام نے کہا کہ فترکھا قفرا بقاع اسحما ۔ بنی سعد کے ایک اور شخص سے بھی مروی ہے یعنی اس شعر کی نسبت ایک اور شخص کی طرف بھی کیجاتی ہے ۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگوں نے مُستوغر کے متعلق کہا ہے کہ وہ تین سو تیس سال زندہ رہا اور اس نے بنی مُضر میں سب سے زیادہ عمر پائی اور یہی وہ شاعر ہے جو کہتا ہے ۔

وَلَقَدْ سَئِمْتُ مِنَ الْحَيَاةِ وَطُولِهَا وَعَمَرْتُ مِنْ عَدَدِ السِّنِينَ مِئِينَا

زندگی اور اس کی درازی سے میں اکتا گیا ہوں اور سیکڑوں سال زندہ رہ چکا ہوں ۔

مِائَةٌ حَدَتْهَا بَعْدَهَا مِائَتَانِ لِي وَازْدَدْتُ مِنْ عَدَدِ الشُّهُورِ سِنِينَا

دو سو سال اپنے بعد میرے لیے اور ایک سو سال لائے اور چند سال اس سے بھی بڑھ چکا ہوں جو مہینوں کے دنوں کی تعداد میں ہیں (یعنی ۲۰۰ + ۱۰۰ + ۳۰ = ۳۳۰ سال میری عمر ہو چکی ہے)

هَلْ مَا بَقِيَ إِلَّا كَمَا قَدْ فَاتَنَا يَوْمٌ يَمُرُّ وَلَيْلَةٌ تَحْدُونَا

کیا جو کچھ (عمر کا زمانہ) باقی رہ گیا ہے وہ ایسا ہی نہیں ہے جیسا کہ (ابھی ابھی) ہمارے پاس سے گزر چکا ہے کہ دن گزر رہا ہے اور رات ہمیں (موت کی جانب) ہانکے لیے جا رہی ہے ۔

بعض لوگ ان اشعار کو زُہیر بن جناب کلبی سے روایت کرتے ہیں ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بکر و تغلب وائل وایاد کے دونوں بیٹوں کا کا ایک گھر ذو الکعبات نامی سنداد میں تھا۔ اسی گھر کے متعلق اَعشٰی بنی قیس بن ثعلبہ کا ایک شخص کہتا ہے

بَیْنَ الْخَوَرْنَقِ وَالسَّدِیْرِ وَبَارِقٍ وَالْبَیْتِ ذِی الْکَعَبَاتِ[1] مِنْ سِنْدَادِ

اس مکعب گھر کی قسم جو مقام سنداد میں خورنق و سدیر وبارق نامی مقامات کے درمیان ہے

۹۵

ابن ہشام نے کہا کہ یہ شعر اسود بن یعفر نہشلی کا ہے وہ نہشل جو دارم ابن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم کا بیٹا ہے۔ یہ شعر اس کے ایک قصیدے کا ہے اور مجھے یہ شعر ابو محرز خلف الاحمر نے اس تغیر کے ساتھ سنایا۔

أَهْلُ الْخَوَرْنَقِ وَالسَّدِیْرِ وَبَارِقٍ وَالْبَیْتِ ذِی الشُّرُفَاتِ مِنْ سِنْدَادِ

وہ لوگ خورنق و سدیر وبارق والے ہیں اور اس گھر والے ہیں جو عظمتوں والا اور سنداد میں ہے۔

رسم بَحِیْرَۃ وسَائِبَۃ ووَصِیْلَۃ وحَامِی

ابن اسحٰق نے کہا کہ بحیرۃ سائبہ کی مادہ اولاد کو کہتے ہیں اور سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس نے مسلسل دس مادائیں جنی ہوں ان کے درمیان

---

[1] (الف ب) ذی الکعبات (ج د) ذی الشرفات یعنی عظمتوں والا ہے۔
(احمد محمودی)

کوئی نر نہ پیدا ہوا ہو (ایسی اونٹنی بے مہار) چھوڑ دی جاتی تھی اور اس پر نہ سواری کی جاتی تھی اور نہ اس کے بال کترے جاتے اور نہ اس کا دودھ بجز مہمان کے اور کوئی پیتا اگر اس کے بعد بھی وہ مادہ جنتی تو اس کا کان پھاڑ دیا جاتا اور اس کی ماں کے ساتھ اس کو بھی چھوڑ دیا جاتا اور اس پر بھی نہ سواری کیجاتی اور نہ اس کے بال کترے جاتے اور نہ اس کا دودھ بجز مہمان کے اور کوئی پیتا جس طرح اس کی ماں کے ساتھ کیا جاتا تھا اور سائبہ کی یہی مادہ اولاد بحیرہ کہلاتی ہے۔

۹۶

اور وصیلہ وہ بکری ہے جس نے پانچ دفعہ میں مسلسل دس مادائیں جنی ہوں جن کے درمیان کوئی نر نہ ہو تو وصیلہ بنا دی جاتی یعنی وہ کہدیتے "قد وصلت" یعنی وہ متواتر مادائیں جن چکی۔ پھر اس کے بعد جو کچھ وہ جنتی وہ ان کے مردوں کا حصہ ہوتا ان کے عورتوں کو کچھ حصہ نہ ملتا مگر ایسی صورت میں کہ ان میں سے کوئی بکری مردار ہو جاتی تو اس کے کھانے میں ان کے مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوتے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ بھی روایت آئی ہے کہ اس کے بعد جو کچھ وہ جنتی وہ ان کی بیٹیوں کو چھوڑ کر بیٹوں کے لیے ہوتا۔

ابن اسحق نے کہا کہ حامی وہ نر اونٹ ہوتا تھا جس کے نطفے سے متواتر دس مادائیں پیدا ہوتیں ان کے درمیان کوئی نر نہ ہوتا ایسی صورت میں اس کی پشت محفوظ ہو جاتی اور اس پر نہ سواری کیجاتی تھی نہ اس کے بال کاٹے جاتے۔ اس کو اونٹوں کے گلہ میں چھوڑ دیا جاتا تھا کہ ان میں رہ کر ان سے جفت ہوا کرے اس کے سوا اس سے اور کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھایا جاتا۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ طریقہ عرب کی مختلف جماعتوں کے پاس اس سے جدا بھی تھا مگر حامی کے متعلق ان کے پاس ابن اسحق کے قول کے موافق ہی عمل ہوتا تھا۔

اور بحیرہ ان کے پاس وہ اونٹنی کہلاتی جس کا کان پھاڑ دیا جاتا اور اس پر سواری نہ کی جاتی اور نہ اس کے بال کاٹے جاتے اور نہ اس کا دودھ

پیا جاتا مگر مہمان (اس کا دودھ پی سکتا تھا) یا اس کو بطور صدقہ دے دیا جاتا اور وہ ان کے بتوں کے لیے چھوڑ دی جاتی۔

اور سائبہ وہ اونٹنی ہوتی جس کے متعلق کوئی شخص نذر کرتا کہ اگر اس نے اپنی بیماری سے صحت حاصل کر لی یا اس نے اپنا مقصد پا لیا تو وہ اس کو (بتوں کے لیے) چھوڑ دے گا پھر جب ایسا ہوتا یعنی صحت یا مقصد حاصل ہو جاتا تو وہ اپنے اونٹوں میں سے کوئی اونٹ یا اونٹنی اپنے بعض بتوں کے لیے چھوڑ دیتا اور وہ چھٹی پھرتی اور چرتی رہتی اس سے اور کوئی فائدہ حاصل نہ کیا جاتا۔

اور وصیلہ وہ اونٹنی ہے جس کی ماں ہر حمل میں دو دو جنتی تو ان کا مالک ان میں سے ماداؤں کو اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتا اور نروں کو خود اپنے لیے رکھ لیتا (اور اس کو وصیلہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ) اس کی ماں اس کو اس طرح جنتی ہے کہ ایک ہی حمل میں اس کے ساتھ نر بھی ہوتا ہے تو وہ کہتے وصلت اخاہا وہ اپنے بھائی کے ساتھ مل گئی پس اس کے ساتھ اس کے بھائی کو بھی چھوڑ دیا جاتا اور اس سے بھی کسی طرح کا فائدہ حاصل نہ کیا جاتا۔[1]

ابن ہشام نے کہا کہ اس تفصیل کو مجھ سے یونس بن حبیب نحوی اور اس کے سوا دوسروں نے بھی بیان کیا ہے لیکن ان میں کی بعض باتیں ایک کی روایت میں ہیں تو دوسرے کی روایت میں نہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب اللہ عز و جل نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو آپ پر یہ آیت نازل فرمائی۔

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَى أَزْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ[2] مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ

۱۔ خط کشیدہ الفاظ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

۲۔ (الف) یکونا ہے جو غلط ہے۔ (احمد محمودی)

حَكِيمٌ عَلِيمٌ۔

انھوں نے (کافروں نے) کہا کہ ان چوپایوں کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ خاص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری بیبیوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردار ہو جائے تو وہ سب اس میں شریک (ہوتے) ہیں قریب ہیں وہ (اللہ تعالیٰ) انھیں ان کے (اس غلط) بیان کی جزا دے گا بے شبہہ وہ بڑی حکمت والا بڑے علم والا ہے۔

اور آپ پر یہ بھی نازل فرمایا۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ

(اے نبی) تو (ان سے) کہہ اللہ نے جو رزق تمھارے لیے اتارا ہے کیا تم نے (کبھی) اس (بارے) میں غور کیا ہے کہ اس میں سے کچھ تو تم حرام ٹھیراتے ہو اور کچھ حلال (کیا یہ طریقہ صحیح ہے) تو کہہ کیا اللہ نے تمھیں (اس امر کی) اجازت دی ہے یا تم اللہ پر افترا پردازی کرتے ہو۔

اور آپ پر یہ بھی نازل فرمایا۔

مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ[1] إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ

[1] نسخہ (الف) میں کلام مجید کے خط کشیدہ جملات چھوٹ گئے ہیں۔ (احمد محمودی)

أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔

بھیڑوں میں سے دو اور بکریوں میں سے دو (جوڑے جوڑے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں اے نبی) تو ان سے کہہ کیا (اللہ نے) دونروں کو حرام کیا ہے یا دو ماداؤں کو یا اس (چیز) کو (حرام کیا ہے) جس پر ماداؤں کی بچہ دانیاں حاوی ہیں (یعنی کیا نر و مادہ دونوں حرام کیے گئے ہیں) اگر تم سچے ہو تو مجھے علمی (طور پر مسئلہ کی تحقیق) خبر دو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور (گائے) بیل میں سے دو (جوڑے جوڑے اس نے پیدا کیے ان سے) کہہ کیا دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادائیں یا (وہ تمام چیزیں حرام کی ہیں) جن پر ماداؤں کی بچہ دانیاں حاوی ہیں (کیا یہ تمام باتیں تم نے اپنی جانب سے گھڑ لی ہیں) یا اللہ نے جب تمھیں اس کا حکم فرمایا (تو اس وقت) تم (اس کے روبرو) حاضر تھے (اور اپنی آنکھوں دیکھی بات بیان کر رہے ہو خدا سے ڈرو اور اس پر اس طرح افترا پردازانہ کلام نہ کرو) اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا تاکہ بے علمی سے لوگوں کو بھٹکائے یہ یقینی بات ہے کہ اللہ ظالموں کو (کبھی) راہ راست پر نہیں چلاتا۔

۹۸ ابن ہشام نے کہا کہ تمیم بن اُبَیّ بن مقبل نے جو بنی عامر بن صعصعہ میں کا ایک شخص ہے کہا ہے۔

فِيهِ مِنَ الْأَخْرَجِ الْمِرْبَاعِ قَرْقَرَةٌ ۔۔۔ هَدْرَ الدِّيَافِيِّ[1] وَسْطَ الْهَجْمَةِ الْبُحُرِ

[1] (الف) میں الریافی بارائے مہملہ ہے لیکن اس کے کوئی مناسب معنی ہمیں یہاں سمجھ میں

اس مقام پر چنگبرے مست گورخر کی آواز اس طرح آتی
ہے جس طرح ان دیافی اونٹوں کے بغبغانے کی آواز جن میں تقریباً
ایک سو ذبح کیے جانے سے محفوظ چھٹے پھرنے والے اونٹ ہوں
اور یہ بیت اس کے قصیدے کی ہے۔
اور ایک شاعر نے کہا ہے۔

حَوْلَ الْوَصَائِلِ فِي شُرَيْفٍ حِقَّةٌ ۔۔۔ وَالْحَامِيَاتُ ظُهُورَهَا وَالسُّيَّبُ

مقام شریف میں پیاپے مادائیں جننے والی اونٹنیوں یا
بکریوں کے اطراف چار سالہ اونٹنیاں اور ایسے اونٹ ہیں جن کی
پیٹھیں سواری کرنے سے محفوظ ہیں اور ایسی اونٹنیاں بھی ہیں
جنھیں دس دس مادائیں جننے کے سبب بے مہار چھوڑ دیا گیا ہے۔
اور وصیلہ کی جمع وصائل اور وُصل ہے اور بحیرۃ کی جمع بحائر اور
بُحُر ہے اور سائبہ کی جمع زیادہ تر سوائب آتی اور سُیَّب[1] بھی آتی ہے اور
حام کی جمع اکثر حوام آتی ہے۔

(بیان نسب کا تکملہ)

ابن اسحٰق نے کہا بنی خزاعہ کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور
یمن والوں میں سے ہیں۔
ابن ہشام نے کہا کہ ان (روایات) میں سے جو مجھ سے ابو عبیدہ
اور اس کے علاوہ دوسرے اہل علم نے بیان کیا یہ ہے: بنی خزاعہ کہتے ہیں
کہ ہم عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ بن امری القیس بن ثعلبہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ نہیں آئے البتہ (ب ج د) میں الدیانی با دال مہملہ ہے،
دیاف کے متعلق سہیلی اور طہطاوی دونوں نے لکھا ہے کہ شام میں ایک مقام کا نام ہے۔
(احمد محمودی)

[1] (الف) میں سیب نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

ابن مازن بن الاسد بن الغوث کی اولاد ہیں ۔اور ہماری بال[1] خندف ہے اور بعض[2] کہتے ہیں کہ خزاعہ حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد ہیں اور ان کا نام خزاعہ اس لیے رکھا گیا کہ وہ جب شام کو جانے کے ارادے سے یمن ہوتے ہوئے آئے تو عمرو بن عامر کی اولاد سے علاحدہ ہو کر مرّ الظہران میں اتر پڑے اور وہیں سکونت اختیار کر لی عوف[3] بن ایوب انصاری نے جو بنی عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن[4] الخزرج میں کا ایک شخص ہے (حالت) اسلام (یا زمانہ اسلام) میں کہا ہے ۔ 99

فَلَمَّا هَبَطْنَا بَطْنَ مَرٍّ تَخَزَّعَتْ ... خُزَاعَةُ مِنَّا فِي خُيُولٍ[5] كَرَاكِرِ 100

جب ہم وادی مر میں اترے تو بنی خزاعہ کے متعدد دستے بہت گھوڑوں میں ہم سے علحدہ ہو گئے ۔

حَمَتْ كُلَّ وَادٍ مِنْ تِهَامَةَ وَاحْتَمَتْ ... بِصُمِّ الْقَنَا وَالْمُرْهَفَاتِ الْبَوَاتِرِ

اور انھوں نے تہامہ کی ہر ایک وادی کی محافظت کی اور خود بھی مضبوط نیزوں اور تیز تلواروں کے ذریعے محفوظ رہے۔

یہ دونوں بیتیں اس کے ایک قصیدے کی ہیں ۔اور ابو مُطَہَّر اسمٰعیل بن رافع الانصاری نے جو بنی حارثہ بن الحارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن

1۔ (الف) میں امّھا ہے یعنی ان کی ماں ۔ (احمد محمودی)

2۔ خزع عن القوم کے معنی انقطع عنہم ان سے علحدہ ہو گیا اور تخزعوا کے معنی اقتسموا متفرق ہو گئے ہیں ۔ (احمد محمودی)

3۔ (الف) عون بالنون (ب ج د) عوف بالفاء ۔نسخہ (ب) کے حاشیہ پر اس کی صراحت ہے کہ خشنی اور معجم البلدان کی روایت میں عوف بالفاء ہی ہے ۔ (احمد محمودی)

4۔ (الف) میں بن کے بجائے من ہے۔ (احمد محمودی)

5۔ (ب ج د) خیول (الف) حلول جس کے معنی بہت سے گھروں کے ہیں ۔ (احمد محمودی)

الاوس میں کا ایک شخص ہے کہا ہے۔

فَلَمَّا هَبَطْنَا بَطْنَ مَكَّةَ أَحْمَدَتْ خُزَاعَةُ دَارَ الْآكِلِ الْمُتَحَامِلِ

پھر جب ہم وادی مکہ میں اترے تو خزاعہ نے ظلم کرنے والوں اور (دوسروں) کو کھا جانے والے خاندان کے ساتھ قابل تعریف برتاؤ کیا۔ یا مہمان کا بار اٹھانے والے گھر کے ساتھ قابل تعریف برتاؤ کیا یعنی مہمان نوازی کی۔

۱۰۱ فَحَلَّتْ أَكَارِيسًا وَشَنَّتْ قَنَابِلًا عَلَى كُلِّ حَيٍّ بَيْنَ نَجْدٍ وَسَاحِلِ

وہ جتھے جتھے بن کر اترے اور پہاڑ اور ساحل کے درمیان تمام قبیلوں یا جانداروں پر ایک ایک دستے نے ہر طرف سے حملہ کر دیا۔

نَفَوْا جُرْهُمًا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ وَاحْتَبَوْا بِعِزِّ خُزَاعِيٍّ شَدِيدِ الْكَوَاهِلِ

جرہم کو وادی مکہ سے باہر کر دیا اور قوت والے بنی خزاعہ کے لیے عزت حاصل کر کے آرام لیا۔

یہ اشعار اس کے ایک قصیدے کے ہیں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم انھیں جُرہم کی جلا وطنی کے بیان میں ذکر کریں گے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مُدرکۃ بن الیاس کے دو لڑکے ہوئے خُزَیْمَۃ بن مدرکۃ اور ہُذَیْل بن مدرکۃ ان دونوں کی ماں بنی قُضاعہ میں کی ایک عورت تھی خزیمہ کے چار لڑکے ہوئے کِنانۃ بن خُزَیْمَۃ اَسَد بن خُزَیْمَۃ اَسَدَہ بن خُزَیْمَۃ اور ہُوْن بن خُزَیْمَۃ۔ کنانۃ کی ماں عَوانۃ بنت سعد بن عَیْلان بن مُضَر تھی۔

ابن ہشام نے کہا بعض کہتے ہیں کہ الھَوْن بن خُزَیْمَۃ ہے۔

۱۰۲ ابن اسحٰق نے کہا، کنانہ بن خزیمۃ کے بھی چار لڑکے ہوئے النَّضْر بن کنانۃ مالک بن کنانۃ عبد مَناۃ بن کنانۃ اور مِلْکان بن کنانۃ النضر کی ماں بَرّہ بنت

مُرّ بن اُدّ بن طابخۃ بن الیاس بن مضر تھی اور اس کے تمام (دوسرے) بچے ایک دوسری عورت سے تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ نضر اور مالک اور ملکان کی ماں بَرّہ بنت مُرّ تھی اور عبد مناۃ کی ماں ہالہ بنت سُوَید بن الغِطرِیف اَزد شنؤہ کے خانداں سے تھی۔ اور شنؤہ کا نام عبد اللہ بن کعب بن عبد اللہ بن مالک بن نصر بن اسد بن الغوث تھا۔ اور ان کا نام شنؤہ اس وجہ سے پڑ گیا کہ ان میں آپس میں بہت دشمنی تھی شنئان کے معنی دشمنی کے ہیں

ابن ہشام نے کہا کہ نضر ہی کا نام قریش ہے۔ جو شخص نضر کی اولاد میں ہوگا وہی قُرَشِیّ کہلائے گا۔ اور جو نضر کی اولاد میں نہوگا وہ قُرَشِیّ بھی نہوگا۔

جریر بن عطیہ جو بنی کُلَیب بن یَربوع بن حَنظَلۃ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم میں کا ایک شخص ہے ہشام بن عبد الملک بن مروان کی ستائش میں کہتا ہے۔

فَمَا الْاُمُّ الَّتِی وَلَدَتْ قُرَیْشاً بِمُقْرِفَۃِ النِّجَارِ وَلَا عَقِیمِ

جس ماں نے قریش کو جنا ہے نہ وہ نسب کے لحاظ سے
عیب دار ہے اور نہ بانجھ ہے

وَمَا قَرْمٌ بِأَنْجَبَ مِنْ أَبِیکُمْ وَمَا خَالٌ بِأَکْرَمَ مِنْ تَمِیمِ

اے قبیلۂ قریش نہ کوئی بزرگ خاندان تمھارے باپ
سے زیادہ شریف ہے نہ کسی کا ماموں تمیم سے زیادہ عزت والا ہے۔

شاعر بَرّہ بنت مُرّ کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو تمیم بن مُرّ کی بہن اور النضر کی ماں تھی اور یہ دونوں شعر اس کے ایک قصیدے کے ہیں۔

بعضوں نے فہر بن مالک کا نام قریش بتایا ہے تو جو شخص فہر کی اولاد میں ہوگا وہ قُرَشِیّ کہلائے گا۔ اور جو فہر کی اولاد میں نہوگا وہ قرشی نہ سمجھا جائیگا۔ ۱۰۳
قریش کا نام قریش اس لیے مشہور ہوگیا کہ تقرش کے معنی اکتساب و تجارت کے ہیں رُؤبۃ بن العَجّاج کہتا ہے۔

قَدْ كَانَ يُغْنِيهِمْ عَنِ الشُّغْوشِ وَالْخَشْلِ مِنْ تَسَاقُطِ الْقُرُوشِ

شَحْمٌ وَمَحْضٌ لَيْسَ بِالْمَغْشُوشِ

چکنا (گوشت) اور تازہ خالص دودھ جو مسلسل تجارت اور کمائی کے سبب انھیں حاصل تھا گیہوں (کی جیسی سادہ غذا) اور پازیب کنگن (وغیرہ کی زینت و آرائش) سے بے نیاز کرنے کے لیے انھیں کافی تھا۔ (یعنی مزیدار غذا ملنے کے سبب سادہ غذا کی طرف رغبت و احتیاج نہ رہی تھی۔ اور گوشت دودھ وغیرہ کھانے سے ان کے چہرے سرخ و سفید اور خوبصورت ہو گئے تھے اس لیے وہ زیورات کی زینت و آرائش سے بے نیاز ہو گئے تھے

ابن ہشام نے کہا کہ ایک قسم کے گیہوں کو شغوش کہتے ہیں اور پازیب اور کنگن وغیرہ جیسے[1] سیروں کو خشل، کہا جاتا ہے۔ اور قروش کے معنی اکتساب و تجارت کے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ چربی اور خالص تازہ دودھ نے انھیں ان چیزوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔

یہ اشعار اس کے ایک قصیدے میں کے ہیں جو بحر رجز میں ہے ابو جلدہ یشکری نے جو یشکر بکر بن وائل کا بیٹا تھا۔ کہا ہے۔

إِخْوَةٌ قَرَشُوا الذُّنُوبَ عَلَيْنَا فِي حَدِيثٍ مِنْ عُمْرِنَا وَقَدِيمِ

وہ ہیں تو بھائی۔ لیکن انھوں نے ادھر ادھر سے جمع کر کے ہم پر ایسے الزام قائم کیے ہیں جو ہماری کم عمری کے زمانے کے بھی ہیں اور اس سے پہلے کے بھی۔

یہ شعر اسی کے اشعار میں کا ہے۔

---

[1] الف میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ قریش کو قریش اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ متفرق ہونے کے بعد پھر ایک جگہ جمع ہوئے ہیں۔ اور جمع ہونے کو تقرّش کہتے ہیں نضر بن کنانہ کے دو لڑکے تھے مالک بن نضر اور یَخلُد بن نضر۔ مالک کی ماں عاتکہ بنت عَدوان بن عمرو بن قیس بن عیلان تھی۔ اور مجھے خبر نہیں کہ یَخلُد کی ماں بھی یہی تھی یا نہیں۔ ۱۰۴

ابن ہشام نے کہا کہ بعض روایات کے لحاظ سے صلت بن عمرو ہی ابو عمرو مدنی ہے ان سب کی ماں بنت سَعد بن ظرب العدوانی تھی۔ اور عَدوان عمرو بن قیس بن عیلان کا بیٹا تھا۔ کُثیّر بن عبدالرحمٰن جس کا نام کُثیّر عزّہ تھا جو بنی خزاعہ کی شاخ بنی مُلَیح بن عمرو میں سے تھا۔ کہتا ہے۔

أَلَيْسَ أَبِي بِالصَّلْتِ؟ أَمْ لَيْسَ إِخْوَتِي ٭ لِكُلِّ هِجَانٍ مِنْ بَنِي النَّضْرِ أَزْهَرَا

کیا میرا باپ صلت نہیں یا میرے بھائی بنی النضر کے شرفا کی اولاد میں سے مشہور نہیں۔

رَأَيْتُ ثِيَابَ الْعَصْبِ مُخْتَلِطَ السَّدَى ٭ بِنَا وَبِهِمْ وَالْحَضْرَمِيَّ الْمُخَصَّرَا

فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا مِنْ بَنِي النَّضْرِ فَاتْرُكُوا ٭ أَرَاكًا بِأَذْنَابِ الْفَوَائِجِ أَخْضَرَا

اے مخاطب تو ہماری اور ان کی یمنی چادروں اور حضرمی پتلی کمر والی نعلینوں (جوتوں) کی اصل و ابتدا کو بھی ایک دوسری سے ملتی جلتی پائے گا اور اگر تم بنی نضر میں سے نہیں ہو تو سرسبز پیلو کے جنگل کو ندیوں کی انتہاؤں تک چھوڑ دو۔ (یعنی اس جنگل سے نکل جاؤ) یہ بیتیں اسی کے ایک قصیدے کی ہیں بنی خزاعہ میں کے جو لوگ خود کو صلت بن النضر کے خاندان سے منسوب کرتے ہیں وہ کثیر عزہ کی ایک جماعت بنو ملیح بن عمرو ہے۔ ۱۰۵

ابن اسحٰق نے کہا کہ مالک بن نضر کا لڑکا فہر بن مالک تھا جس کی ماں جندلہ

بنت الحارث بن مضاض جرہمی تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ ابن مُضاض ابن مضاض اکبر نہیں ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ فہر بن مالک کے چار لڑکے تھے۔ غالب[1] بن فہر[2] محارب بن فہر حارث بن فہر اور اسد بن فہر اور ان کی ماں لیلی بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ جندلہ فہر کی لڑکی تھی اور یہی جندلہ یربوع بن حنظلہ ابن مالک بن زید مناۃ بن تمیم کی ماں تھی۔ اور جندلہ کی ماں لیلی بنت سعد تھی جریر بن عطیہ بن الخطفی نے کہا ہے اور خطفی کا نام حذیفہ بن بدر بن سلمہ بن عوف بن کلیب بن یربوع بن حنظلہ تھا

وَإِذَا غَضِبْتُ رَمَى وَرَائِي بِالْحَصَا ٭ أَبْنَاءُ جَنْدَلَةَ كَخَيْرِ الْجَنْدَلِ

جب میں (کسی پر) غصہ میں آتا ہوں تو جندلہ کے بچے جو
بہترین چٹان کی طرح قوی ہیں میرے سامنے رہتے اور (دشمن پر)
پتھر برساتے ہیں۔ یہ بیت اسی کے ایک قصیدے کی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ غالب بن فہر کے دو بیٹے ہوئے لوی بن غالب اور تیم بن غالب ان کی ماں سلمٰی بنت عمرو الخزاعی تھی۔ اور بنی تیم ہی وہ لوگ ہیں جو بنی الادرم کہلاتے ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ ایک اور لڑکا قیس بن غالب بھی تھا جس کی ماں سلمی بنت کعب بن عمرو الخزاعی تھی۔ اور لوی اور تیم غالب کے دونوں بیٹوں کی ماں بھی یہی سلمٰی تھی۔ ۱۰۶

ابن اسحٰق نے کہا کہ لوی بن غالب کے چار لڑکے ہوئے کعب[1] بن لوی عامر بن لوی سامہ بن لوی اور عوف بن لوی کعب و عامر و سامہ کی ماں ماویہ بنت کعب بن القین بن جسر بنی قضاعہ میں کی تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ ایک اور لڑکا حارث بن لوی بھی تھا اس کی اولاد بنی جشم بن الحارث کہلاتی ہے جو بنی ربیعہ کی شاخ ہزان میں سے ہے۔

جریر کہتا ہے۔

بَنِي جُشَمٍ، لَسْتُمْ لِهِزَّانَ، فَانْتَمُوا ‏ لِأَعْلَى الرَّوَابِي مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ

وَلَا تُنْكِحُوا فِي آلِ ضَوْرٍ نِسَاءَكُمْ ‏ وَلَا فِي شُكَيْسٍ بِئْسَ مَثْوَى الْغَرَائِبِ

اے بنی جشم تم بنی ہزان میں سے نہیں ہو اس لیے اپنے
خاندان کا انتساب ان نمایاں ہستیوں کی طرف کرو جو لوئی بن غالب
سے اوپر ہوں۔ اور اپنی لڑکیوں کی شادیاں بنی ضَوْر اور بنی شُکیس
میں سے کسی کے ساتھ نہ کرو کہ اجنبیوں کا ٹھکانا اچھا نہیں۔

اور سعد بن لوی بھی لوی کا ایک لڑکا تھا۔ اور یہ سب بُنانہ سے نسبت رکھتے ہیں جو قبیلہ ربیعہ میں کے شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب ابن علی بن بکر بن وائل کی ایک شاخ ہے اور بنانہ اس قبیلے کی مربیہ تھی جو بنی القین بن جسر بن شیع اللہ۔ اور بعض کہتے ہیں سیع اللہ بن الاسد ابن وبرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ میں کی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں النمر بن قاسط کی بیٹی تھی اور بعض کہتے ہیں جرم بن ربان بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کی بیٹی تھی۔ اور خزیمہ بن لوی بھی اس کا ایک لڑکا تھا۔ اور یہ لوگ عائذہ سے منسوب ہیں جو شیبان بن ثعلبہ کی شاخ ہے عائذہ ایک عورت کا نام تھا جو یمن والی تھی۔ اور یہ عورت بنی عبید بن خزیمہ بن لوی کی ماں تھی۔ اور عامر بن لوی کے سوا تمام بنی لوی کی ماں ماویہ بنت کعب بن القین بن جسر تھی۔ اور عامر بن لوی کی ماں مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھی بعض کہتے ہیں کہ لیلیٰ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھی۔ ۱۰۷

حالات سامہ

ابن اسحٰق نے کہا کہ سامہ بن لوی عمان کی طرف چلا گیا اور وہیں رہا

عرب کا خیال ہے کہ عامر بن لوی نے اس کو نکالا۔ اور اس لیے نکالا کہ ان دونوں میں کچھ رنجش تھی۔ سامہ نے عامر کی آنکھ پھوڑ دی۔ تو عامر نے اس کو ڈرایا وہ عمان کی طرف نکل گیا۔ عرب کا خیال ہے کہ جب سامہ بن لوی اپنی اونٹنی پر جارہا تھا۔ اور راستے میں اونٹنی چر رہی تھی کہ ایک سانپ نے اس اونٹنی کو پکڑ کر کھینچا اور وہ اپنے ایک بازو کے بل گر پڑی سانپ نے سامہ کو ڈس کر مار ڈالا۔ سامہ نے جب موت آتی دیکھی تو عربوں کا دعویٰ ہے کہ اس نے یہ شعر کہے۔

عَیْنُ فَابْکِی لِسَامَۃَ بْنِ لُؤَیٍّ عَلِقَتْ سَاقَ سَامَۃَ الْعَلَّاقَہْ

اے آنکھ سامہ بن لوی کے لیے رو کہ سامہ کو ایک بڑی لپٹنے والی چیز لپٹ گئی۔

۱۰۸ لَا أَرَی مِثْلَ سَامَۃَ بْنِ لُؤَیٍّ یَوْمَ حَلُّوا بِہِ قَتِیلًا لِنَاقَہْ

جس روز لوگ اس مقام پر اترے تو اونٹنی پر مرنے والے سامہ بن لؤی کے جیسا کوئی دوسرا نظر نہ آتا تھا۔

بَلِّغَا عَامِرًا وَکَعْبًا رَسُولًا أَنَّ نَفْسِی إِلَیْہِمَا مُشْتَاقَہْ

عامر اور کعب کو میرا یہ پیام پہنچا دو کہ میں ان دونوں کا مشتاق ہوں۔

إِنْ تَکُنْ فِی عُمَانَ دَارِی فَإِنِّی غَالِبِیٌّ خَرَجْتُ مِنْ غَیْرِ فَاقَہْ

اگر عمان میں میرا گھر ہو (بھی تو مجھے اس سے کس طرح خوشی ہو سکتی ہے کہ) میں تو بنی غالب میں کا ایک شخص ہوں اور بے ضرورت کسب رزق نکلا ہوں۔

رُبَّ کَاْسٍ ھَرَقْتَ یَا ابْنَ لُؤَیٍّ حَذَرَ الْمَوْتِ لَمْ تَکُنْ مُھْرَاقَہْ

اے لوئی کے بیٹے موت کے ڈر سے تو نے بعض ایسے
پیالے لنڈھائے جو لنڈھانے کے قابل نہ تھے (موت کے
ڈر سے بعض قابل استفادہ چیزوں سے تو نے استفادہ نہیں کیا۔

رُمْتَ دَفْعَ الْحُتُوفِ یَا ابْنَ لُؤَیٍّ   مَا لِمَنْ رَامَ ذَاكَ بِالْحَتْفِ طَاقَهْ

اے لوی کے بیٹے تو نے موت کو دفع کرنا چاہا تھا لیکن
جس نے یہ ارادہ کیا تھا اس میں موت سے مقابلے کی سکت نہ تھی۔

وَخَرُوسِ السُّرَی تَرَكْتَ رَذِیًّا   بَعْدَ جِدٍّ وَجِدَّةٍ وَرَشَاقَهْ

کوشش اور سخت کوشش اور تیز رفتاری کے بعد چپ چاپ
چلی چلنے والی (اونٹنی) کو تو نے مبتلائے مصیبت چھوڑ دیا۔

ابن ہشام نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ سامہ کی اولاد میں سے
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سامہ بن لوی سے
اپنا نسب ظاہر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الشاعر" کیا وہی
سامہ جو شاعر تھا۔ تو آپ کے بعض اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کی
مراد اس کا یہ شعر ہے۔

رُبَّ كَأْسٍ هَرَقْتَ یَا ابْنَ لُؤَیٍّ   حَذَرَ الْمَوْتِ لَمْ تَكُنْ مُهْرَاقَهْ

فرمایا ہاں۔

عوف بن لؤی کے حالات اور اس کے نسب کا تغیر

۱۰۹

ابن اسحٰق نے کہا کہ عرب کے ادعا کے لحاظ سے قریش کے ایک قلطے

کے ساتھ عوف بن لؤی نکلا اور جب غَطَفَان بن سعد بن قیس بن عیلان کی سرزمین میں پہنچا تو وہ قافلے سے پیچھے رہ گیا اور اس کی قوم کے جو لوگ اس کے ساتھ تھے، چلے گئے تو ثعلبہ بن سعد جو نسب کے لحاظ سے عوف بن لؤی کا بھائی تھا اس کے پاس آیا کیونکہ ثعلبہ سعد بن ذُبیان بن بغیض بن رَیث بن غطفان کا بیٹا ہے۔ اور عوف سعدؔ بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان کا، وہ اس کے پاس آیا۔ اور اس کو روک لیا اور بہت اصرار کر کے اس سے بھائی چارہ قائم کیا اور وہیں اس کی شادی کر دی اس واقعے کے بعد سے وہ نسباً بنی ذبیان سے متعلق ومشہور ہو گیا۔ جب عوف پیچھے رہ گیا اور اس کو اس کی قوم نے چھوڑ دیا تو لوگوں کے خیال کے موافق ثعلبہ ہی نے عوف سے مخاطب ہو کر یہ شعر کہا تھا۔

اِحْبِسْ عَلَیَّ ابْنَ لُؤَیٍّ جَمَلَکَ تَرَکَکَ الْقَوْمُ وَلَا مُتْرَکَ لَکْ

اے ابن لؤی اپنا اونٹ میرے پاس روک تجھے تیری قوم نے چھوڑ دیا لیکن تو چھوٹ کہاں سکتا ہے (یعنی ہم تو تجھے نہ چھوڑیں گے)

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے محمد بن جعفر بن الزبیر یا محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حُصَین نے بیان کیا عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اگر میں عرب کے کسی قبیلے سے متعلق ہونے یا اس کو ہم میں ملا لینے کا دعویدار ہوتا تو بنی مرۃ بن عوف کے متعلق دعوی کرتا۔ کیونکہ ہم ان میں بہت کچھ مماثلت پاتے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ شخص کہاں اور کس حیثیت سے جا پڑا ہے (یعنی عوف بن لؤی۔ کس خاندان سے تھا اور کس طرح وہ دوسرے خاندان میں جا پڑا ہے سب کچھ ہمیں معلوم ہے)

ابن اسحٰق نے کہا کہ وہ نسباً غطفانی ہے کیونکہ مرۃ عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان کا بیٹا ہے اور جب ان لوگوں سے اس نسب کا ذکر ہوتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں اس نسب سے انکار نہیں یہ نسب تو

۱۱۰

ف ۔(الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

ہمیں بہت محبوب ہے اور حارث بن ظالم بن جذیمہ بن یربوع نے یہ شعر کہے ہیں۔[1]
ابن ہشام نے کہا ہے کہ وہ بنی مرۃ بن عوف میں کا ایک شخص ہے
جب وہ نعمان بن المنذر سے ڈر کر بھاگ گیا تو جاکر قریش میں مل گیا۔

فَمَا قَوْمِي بِثَعْلَبَةَ بْنِ سَعْدٍ ۔۔۔ وَلَا بِفَزَارَةَ الشُّعْرِ الرِّقَابَا

میری قوم نہ تو بنی ثعلبہ بن سعد میں سے ہے اور نہ بنی
فَزَارَہ میں سے ہے جن کی گردنوں پر بہت بال ہیں۔ (یا جو شیر ببر
کی طرح سخت و قوی ہیں)۔

وَقَوْمِي، إِنْ سَأَلْتَ، بَنُو لُؤَيٍّ ۔۔۔ بِمَكَّةَ عَلَّمُوا مُضَرَ الضِّرَابَا

اگر تو دریافت کرے (تو میں بتاؤں گا کہ) میری
قوم بنی لوی ہے جنھوں نے مکے میں بنی مضر کو شمشیر زنی کی
تعلیم دی ہے۔

سَفِهْنَا بِاتِّبَاعِ بَنِي بَغِيضٍ ۔۔۔ وَتَرْكِ الْأَقْرَبِينَ لَنَا انْتِسَابَا

ہم نے بنی بَغِیض کی پیروی کرنے اور اپنے قرابت داروں
سے اپنے انتساب کو ترک کرنے میں بے وقوفی کی۔

سَفَاهَةَ مُخْلِفٍ لَمَّا تَرَوَّى ۔۔۔ هَرَاقَ الْمَاءَ وَاتَّبَعَ السَّرَابَا

جس طرح پانی کے طالب نے بے وقوفی کی تھی کہ
سوچ سمجھ کر پانی بہا دیا اور سراب کے پیچھے لگ گیا (کہ
پانی حاصل کرے۔)

---

[1] ۔ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔
(احمد محمودی)

فَلَوْ طُوِّعْتُ عَمْرُكَ كُنْتُ فِيهِمْ   وَمَا أُلْفِيتُ أَنْتَجِعُ السَّحَابَا

(اے نعمان!) تیری عمر کی قسم! اگر میں خود کو ان کا (قریش کا) مطیع و منقاد بنائے رکھوں تو میں ہمیشہ انھیں میں رہ سکتا ہوں اور چارہ پانی کی تلاش میں کسی اور سرزمین کی طرف جانے کا خود کو محتاج نہ پاؤں گا۔

وَخَشَّ[1] رَوَاحَةُ الْقُرَشِيُّ رَحْلِي   بِنَاجِيَةٍ وَلَمْ يَطْلُبْ ثَوَابَا

میری سواری کو قریشی رواحہ نے تیز اونٹنی سے آراستہ کیا اور اس نے اس کا کچھ معاوضہ بھی طلب نہ کیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ وہ اشعار ہیں جو ابو عبیدہ نے اس کے اشعار میں سے مجھے سنائے ہیں۔ ۱۱۱

ابن اسحٰق نے کہا کہ الحصین بن الحمام المری جو بنی سہم بن مرۃ میں سے تھا حارث بن ظالم کی تردید اور خود کو بنی غطفان کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے۔

أَلَا لَسْتُمْ مِنَّا وَلَسْنَا إِلَيْكُمُ   بَرِئْنَا إِلَيْكُمْ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ

سن لو کہ تم ہم میں کے نہیں اور نہ ہمیں تم سے کوئی تعلق ہے لوی بن غالب سے نسبت رکھنے میں ہم تم سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔

أَقَمْنَا عَلَى عِزِّ الْحِجَازِ وَأَنْتُمُ   بِمُعْتَلَجِ الْبَطْحَاءِ بَيْنَ الْأَخَاشِبِ

ہم حجاز کی عزت و اکرام پر قایم ہیں اور تم لوگ پہاڑوں کے درمیان ریتیل وادی کی محنتوں میں پڑے ہوئے ہو۔

مندرجہ بالا اشعار سے شاعر کی مراد قریش ہے اس کے بعد حصین ان اشعار کے کہنے پر پچھتایا اور حارث بن ظالم نے جو بات کہی تھی اس کے سمجھ میں آگئی

---

[1] (الف) خش بجائے حطی و شین معجمہ (ب ج د) خش بخاء معجمہ و فسرا بمعنی واحد۔ (احمد محمودی)

[2] (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

تو اس نے قریش سے اپنے انتساب کا اظہار کیا اور خود اپنی بات کی تردید کی اور کہا ۔

نَدِمتُ عَلَى قَوْلٍ مَضَى كُنتُ قُلتُهُ ۔۔۔ تَبَيَّنتُ فِيهِ أَنَّهُ قَوْلُ كَاذِبِ

میں نے جو ایک بات زمانہ گزشتہ میں کہہ دی تھی اس پر مجھے افسوس و ندامت ہے اور اب مجھے اچھی طور پر معلوم ہو گیا کہ وہ بات جھوٹی تھی ۔

فَلَيْتَ لِسَانِي كَانَ نِصْفَيْنِ مِنْهُمَا ۔۔۔ بَكِيمٌ وَنِصْفٌ عِندَ مَجْرَى الْكَوَاكِبِ

کاش میری زبان کے دو حصے ہو جاتے اور اس میں کا ایک حصہ گونگا اور چپ چاپ ہوتا (کہ قریش کی مذمت نہ کر سکتا) اور ایک حصہ (قریش کی مدح و ستائش میں اس قدر بلند ہوتا کہ) ستاروں کے گھومنے کے مقام پر پہنچ جاتا ۔

أَبُونَا كِنَانِيٌّ بِمَكَّةَ قَبْرُهُ ۔۔۔ بِمُعْتَلَجِ الْبَطْحَاءِ بَيْنَ الْأَخَاشِبِ ۱۱۲

ہمارا باپ بھی بنی کنانہ ہی سے تھا جس کی قبر مکے میں دونوں پہاڑوں کے درمیان ریتل وادی کے محنت طلب مقام ہی میں ہے ۔

لَنَا الرُّبْعُ مِنْ بَيْتِ الْحَرَامِ وِرَاثَةً ۔۔۔ وَرُبْعُ الْبِطَاحِ عِندَ دَارِ ابْنِ حَاطِبِ

بیت الحرام کا ربع حصہ وراثۃً ہمیں ملا ہے اور ریتل وادی کا ربع حصہ ابن حاطب کے گھر کے پاس ہے ۔ یعنی بن لوی چار شاخوں میں منقسم تھے ۔ بنی کعب[1] بنی عامر[2] بنی سامہ[3] اور بنی عوف[4] ۔

ابن ہشام[1] نے کہا کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جس کو میں جھوٹا نہیں

[1] (الف) ابن ہشام (ب ج د) ابن اسحٰق ۔ (احمد محمودی)

کہہ سکتا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بنی مرہ کے چند لوگوں[1] سے فرمایا کہ اگر تم اپنے نسب کی طرف لوٹنا چاہو تو لوٹ سکتے ہو۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ لوگ بنی غطفان میں[2] کے شریف اور سرداران قوم تھے۔ انھیں میں ہرم بن سنان بن ابی حارثہ بن مرۃ بن نشبہ اور خارجہ بن سنان ابن ابی حارثہ اور حارث بن عوف اور حصین بن الحمام اور ہاشم بن حرملہ بھی تھا۔ جس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے۔

[3] أَحيا أَبَاهُ هاشِمُ بنُ حَرمَلَه ۔۔۔ يَومَ الهَباءاتِ وَيَومَ اليَعمَلَه

سخاوت کے وقت اور جنگ یعملہ کے روز ہاشم بن حرملہ نے اپنے باپ کا نام زندہ کر دیا۔

۱۱۳ تَرَى المُلوكَ عِندَهُ مُغَربَلَه ۔۔۔ يَقتُلُ ذا الذَنبِ وَمَن لا ذَنبَ لَه

بادشاہوں کو اس کے آگے اس قدر ذلیل دیکھو گے کہ وہ ان میں کے گنہگار اور بے گناہ دونوں کو قتل کر ڈالتا ہے۔ یعنی اس کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

ابن ہشام نے کہا کہ عامر خصفی کے یہ شعر مجھے ابو عبیدہ نے یوں سنائے ہیں۔ اور خصفہ قیس بن عیلان کا بیٹا تھا۔

احیا اباہ ھاشم بن حرملہ ۔ یوم الھباآت ویوم الیعملہ ۔ تری الملوک عندہ مغربلہ یقتل ذا الذنب ومن لا ذنب لہ ۔ ورمحہ للوالدات[4] مثکلہ ۔ اور اس کا

---

[1] (ب ج د) لرجال (الف) لرجل ۔ نسخہ (الف) غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ آگے کہا ہے کہ وکان القوم اشرافاھم سادتہم وقادتہم ۔ (احمد محمودی)

[2] (ب ج د) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں ۔ (احمد محمودی)

[3] (الف) میں یہ شعر نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

[4] آخری مصرع (الف) میں نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

نیزہ ماؤں کو اپنے بچوں پر رلانے والا ہے۔ یعنی وہ اپنے دشمنوں کو قتل کرکے ان کی ماوں کو رلاتا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے اس نے یہ بھی بیان کیا کہ ہاشم نے عامر سے کہا کہ میری تعریف میں کوئی بہترین شعر کہہ تو میں تجھے اس کا صلہ دوں گا تو عامر نے پہلا شعر کہا۔ لیکن ہاشم نے اس کو پسند نہ کیا۔ پھر اس نے دوسرا شعر کہا۔ وہ بھی اس کو پسند نہ آیا۔ اس نے تیسرا کہا۔ تو اس کو بھی اس نے پسند نہ کیا۔ جب اس نے چوتھا[2] شعر کہا یقتل ذاالذنب ومن لاذنب[1] لہ تو اس کو پسند کیا۔ اور اس پر اس کو انعام دیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ کمیت بن زید نے اپنے اس شعر میں اسی کی جانب اشارہ کیا ہے۔

وَهَاشِمُ مُرَّةَ الْمُفْنِي مُلُوكاً بِلَا ذَنْبٍ إِلَيْهِ وَمُذْنِبِينَا

بنی مرۃ میں کا ہاشم وہ شخص ہے جو بے گناہ اور گنہگار بادشاہوں کو فنا کر دیتا ہے۔

یہ بیت اسی کے ایک قصیدے کی ہے اور عامر کا وہ شعر جس میں یوم الہباآت ہے ابو عبیدہ کے علاوہ دوسروں سے مروی ہے۔

۱۱۴ ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیک نامی اور شہرت تمام بنی غطفان اور بنی قیس میں ہے یہ لوگ اپنے طریقوں پر قائم رہے۔ اور بسل بھی انھیں میں کا ایک شخص تھا۔

لہ۔ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

؎۔ (الف) میں الرابع نہیں ہے اور مصنف نے ہر ایک مصرع کو ایک بیت لکھا ہے۔ حالانکہ لغت کی کتابوں میں بیت الشعر ہو ما اشتمل من النظم علی مصراعین صدرا وعجزا لکھا ہے۔ بیت وہ ہے جس میں دو مصرعے صدر وعجز کے ساتھ ہوں۔

(احمد محمودی)

حالات بسل

لوگوں کا خیال ہے کہ بسل ہی وہ شخص ہے جس نے عرب کے لیے ہر سال میں آٹھ مہینے احترام کے قابل مقرر کیے تھے۔ اس کا یہ حکم عربوں نے اپنے لیے مفید پایا۔ عرب اس حکم سے نہ انکار کرتے ہیں اور نہ اس کی کوئی مخالفت کرتا ہے۔ اس حکم کے موافق وہ عرب کے جس شہر کی طرف چاہتے ہیں سفر کرتے ہیں ان مہینوں میں وہ کسی سے ذرا بھی نہیں ڈرتے۔ بنی مرۃ کے زہیر بن ابی سلمیٰ نے کہا ہے[1]:۔

ابن ہشام نے کہا کہ زہیر بنی مزینۃ بن اد بن طابخۃ بن الیاس بن مضر میں سے ہے بعضوں نے زہیر بن ابی سلمیٰ کو بنی غطفان سے بتایا ہے بعض کہتے ہیں کہ بنی غطفان کا حلیف تھا وہ کہتا ہے۔

تَأَمَّلْ فَإِنْ تُقْوِ الْمَرَوْرَاةُ مِنْهُمُ ‏ وَدَارَاتُهَا لَا تُقْوِ مِنْهُمْ إِذًا نَخْلُ

(اے مخاطب) غور سے دیکھ کہ مقام مَرَوْرَات اور اس کے محلات ان سے کبھی خالی نہیں رہتے اگر وہ ان سے خالی بھی ہوں تو مقامات نخل تو ان سے خالی نہوں گے۔

۱۱۵ بِلَادٌ بِهَا نَادَمْتُهُمْ وَأَلِفْتُهُمْ ‏ فَإِنْ تُقْوِيَا مِنْهُمْ فَإِنَّهُمْ بَسْلُ

وہ ایسے شہر ہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ان شہروں میں رہا ہوں اور ان سے دوستی کی ہے۔ اگر وہ مقامات ان لوگوں سے

[1] شعر بعد میں آرہا ہے۔ لیکن ابن ہشام نے زہیر کا نسب درمیان میں بیان کر دیا ہے۔
(احمد محمودی)

خالی بھی ہوں (اور وہ اپنے محفوظ مقامات چھوڑ کر کہیں باہر نکلیں بھی تو ان کو کچھ خوف نہیں) کہ وہ خود (از سرتاپا) حرام یعنی قابل احترام ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ دونوں شعر انہی کے ایک قصیدے کے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی قیس بن ثعلبہ میں کے اعشیٰ نے یہ شعر کہا ہے

أَجَارَتُكُم بَسْلٌ عَلَيْنَا مُحَرَّمٌ ۔۔۔ وَجَارَتُنَا حِلٌّ لَكُمْ وَحَلِيلُهَا

تمہیں بسل نے پناہ دی جو ہمارے لیے قابل احترام ہے اور ہم نے جس کو پناہ دی ہے وہ تمہارے لیے حلال اور نا قابل احترام ہیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ شعر اس کے قصیدے کا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ کعب بن لؤی کے تین لڑکے ہوئے۔ مُرّۃ ابن کعب عدی[1] بن کعب اور ہصیص بن کعب۔ ان کی ماں وحشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر بن مالک بن النضر تھی۔ مرۃ بن کعب کے تین لڑکے تھے۔ کلاب[116] بن مرۃ تیم بن مرۃ۔ اور یقظہ بن مرۃ۔ کلاب کی ماں تو ہند بنت سُرَیر بن ثعلبۃ بن الحارث بن مالک بن کنانۃ بن خزیمہ تھی۔ اور یقظہ کی ماں بارِقیّہ تھی جو یمن والے بنی اسد کی شاخ بنی بارق سے تھی بعض کہتے ہیں کہ یہ تیم کی ماں تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ تیم، ہند بنت سُرَیر کا لڑکا تھا جو کلاب کی بھی ماں تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ بارق بنی عدی بن حارثۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ ابن امرئ القیس بن ثعلبۃ بن مازن بن الأزد[2] بن الغوث میں سے تھا جو بنی شنوءۃ کی شاخ ہے الکمیت بن زید نے کہا ہے۔

وَأَزْدُ شَنُوءَةَ اندَرَؤُا عَلَيْنَا ۔۔۔ بِجُمٍّ يَحْسِبُونَ لَهَا قُرُونَا

۱۔ (ب ج د) میں الاسد ہے۔ (احمد محمودی)

۲۔ (الف) میں اندروا ہے۔ جو نہ وزن شعر کے لحاظ سے صحیح معلوم ہوتا ہے

اُزُو شَنُوءَہ اپنے بے سینگ سروں سے ہم پر ٹوٹ پڑے
وہ خیال کر رہے تھے کہ انھیں سینگ ہیں (باوجود عدم استطاعت
کے انھوں نے خود کو قوی خیال کیا)۔

فَمَا قُلْنَا لِبَارِقَ قَدْ أَسَأْتُمْ ۔۔۔ وَمَا قُلْنَا لِبَارِقَ أَعْتِبُونَا

تو ہم نے بنی بارق سے کبھی نہیں کہا کہ تم نے برا کیا۔ اور
نہ ہم نے ان سے کبھی یہ کہا کہ ہم پر غضبناک نہ ہوں اور ہمیں معاف
کر دیں۔

یہ دونوں شعر اسی کے قصیدے کے ہیں۔
ان کا نام بارق اس لیے ہوا کہ انھوں نے برق[1] کی تلاش کی۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ کلاب بن مرۃ کے دو لڑکے ہوئے۔ قُصَیّ بن کلاب
اور زُہرہ بن کلاب ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت سعد بن سَیَل تھی۔ اور سَیَل
بنی خثعمہ کے بنی جَدَرَہ میں سے ایک شخص تھا۔ اور خثعمہ یمن والے بنی اَزْد میں
سے تھا جو بنی الدیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانۃ کے حلیف تھے۔ ۱۱۷
ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگ خثعمہ[2] الاَسْد اور خثعمہ[2] الازد کہتے ہیں۔
اور یہ خثعمہ[2] یَشْکُر بن مُبَشِّر بن صعب بن دُہمان بن نصر بن زُہران بن الحارث بن
کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الاَسْد بن الغوث کا بیٹا تھا۔ بعضوں نے
سلسلۂ نسب یوں بیان کیا ہے خثعمۃ بن یَشْکُر بن مُبَشِّر بن صعب بن نصر بن زہران
بن الاسد بن الغوث۔ یہ لوگ جَدَرَہ کے نام سے اس لیے مشہور ہوئے کہ عامر بن

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ نہ معنی کے لحاظ سے۔ (احمد محمودی)

[1] ۔ محی الدین عبدالحمید کے نسخہ میں حاشیہ پہ لکھا ہے کہ برق کی تلاش سے مراد سرسبز مقامات
کی تلاش ہے کیونکہ برق یعنی بجلی بارش کا پتہ دیتی ہے اور بارش ہی سے سرسبزی ہوتی ہے۔
(احمد محمودی)

[2] ۔ (الف د) خثعمہ (ب ج) جعثمہ۔ (احمد محمودی)

عمرو بن خزیمۃ بن خثعمہ نے حارث بن مضاض جرہمی کی بیٹی سے شادی کر لی تھی اور بنی جرہم مجاورین کعبۃ اللہ تھے اس لیے اس نے کعبۃ اللہ کی دیوار کی تعمیر کی اس لیے عامر کو جادر کہنے لگے اور اس کی اولاد کو جدرہ۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ سعد بن سیل کی مدح و ستائش میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

مَا نَرَىٰ فِي النَّاسِ شَخْصًا وَاحِدًا　　مَنْ عَلِمْنَاهُ كَسَعْدِ بْنِ سَيَلْ

ہمیں جن لوگوں کے حالات معلوم ہیں تو ان میں کسی شخص کو سعد بن سیل کے جیسا نہ پائے گا۔

فَارِسًا أَضْبَطَ فِيهِ عُسْرَةٌ　　وَإِذَا مَا وَاقَفَ الْقِرْنَ نَزَلْ

تو اسے ایسا شہسوار پائے گا (کہ شیر کی طرح) دونوں ہاتھوں سے کام کرتا ہے اس میں بائیں ہاتھ سے کام کرنے کی بھی عادت ہے۔ اور جب وہ اپنے کسی ہمسر کو مقابلے کے لیے ٹھیراتا ہے تو گھوڑے سے اتر پڑتا ہے۔

فَارِسًا يَسْتَدْرِجُ الْخَيْلَ كَمَا　　اسْتَدْرَجَ الْحُرُّ الْقَطَامِيُّ الْحَجَلْ

اس کو ایسا شہسوار پائے گا جو خراماں خراماں (دشمن کے) رسالے کے قریب ہو جاتا ہے جس طرح گوشت کے بھوکے شکرے کو گرم رفتاری چینی مرغ سے نزدیک کر دیتی ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ استدرج الحر جس شعر میں ہے وہ بعض اہل علم سے مروی ہے۔
۱۱۸ ابن ہشام نے کہا اور کلاب کی ایک بیٹی نعم نامی بھی تھی اور یہ سہم بن عمرو بن حصیص بن کعب بن لوی کے دو نوں بیٹوں سعد[1] و سعید کی ماں تھی اور

---

[1] - (ب ج د) اسعد ہے۔ (احمد محمودی)

اس نعم کی ماں کا نام فاطمہ بنت سعد بن سَیَل تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ قصی بن کلاب کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ عبد مناف بن قصی عبد الدار بن قصی عبد العزی بن قصی اور عبد بن قصی اور تخمر بنت قصی اور بَرَّۃ بنت قصی۔ ان کی ماں کا نام حبّی بنت حُلَیل بن حَبَشِیَّۃ بن سلول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعضوں نے حُبْشِیَّۃ بن سلول کہا ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ عبد مناف بن قصی کے، جس کا نام المغیرۃ تھا چار لڑکے ہوئے ہاشم بن عبد مناف عبد شمس[۳] بن عبد مناف المُطَّلِب[۳] بن عبد مناف اور ان کی ماں عاتکہ بنت مُرّۃ بن ہلال بن[۱] فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بُہثَۃ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ تھی جو تھا لڑکا نوفل بن عبد مناف تھا جس کی ماں وَاقِدَہ بنت عمرو مَازِنیۃ تھی۔ اور مازن منصور بن عِکرِمہ کا بیٹا تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ اسی نسب کی وجہ سے عُتْبَۃ بن غزوان بن جابر بن وہب بن نُسَیب[۲] بن مالک بن الحارث بن مازن بن منصور بن عِکرِمہ نے ان[۳] سے مخالفت کی۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابو عمرو، تُماضِر، قِلاَبہ، حَیَّۃ، رَیْطَہ، ام الاخثم، اور ام سفیان، یہ سب کے سب عبد مناف ہی کی اولاد ہیں۔ ابو عمرو کی ماں تو رَیْطَہ تھی جو بنی ثقیف میں کی عورت تھی۔ اور مذکورہ تمام عورتوں کی ماں عاتکہ بنت مرۃ بن ہلال تھی جو ہاشم بن عبد مناف کی بھی ماں تھی۔ اور عاتکہ کی ماں صَفِیَّۃ بنت حَوْزَۃ بن عمرو بن سَلُول بن صَعْصَعَۃ بن معاویۃ بن بکر بن ہوازن تھی۔ اور صفیہ کی ماں عَائِذُ اللہ بن سعد العشیرہ بن مذحج کی بیٹی تھی۔

۱۔ (ج د) فالغ۔ (احمد محمودی)

۲۔ (ج د) سیب۔ (احمد محمودی)

۳۔ شاید "ان" سے مراد قصی اور ہاشم اور عبد شمس اور المطلب ہیں جو نوفل کے علاتی بھائی ہیں۔ (احمد محمودی)

۱۱۹

ابن ہشام نے کہا کہ ہاشم بن عبد مناف کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ عبد المطلب بن ہاشم[۱] اسد بن ہاشم[۲] ابا صیفی بن ہاشم[۳] اور نضلہ بن ہاشم اور شفاء۔ خالدہ۔ ضعیفہ[۳]۔ رقیہ[۴]۔ اور حیہ[۵]۔ عبد المطلب اور رقیہ کی ماں سلمیٰ بنت عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار تھی۔ اور نجار کا نام تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج بن حارثہ بن ثعلبہ ابن عمرو بن عامر تھا سلمیٰ کی ماں عمیرۃ بنت صخر بن الحارث بن ثعلبہ بن مازن ابن النجار تھی۔ عمیرہ کی ماں سلمیٰ بنت عبد الاشہل نجاریہ تھی۔ اسد کی ماں کا نام قیلہ بنت عامر بن مالک الخزاعی تھا۔ ابو صیفی اور حیہ کی ماں ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجیہ تھی۔ نضلہ اور شفاء کی ماں بنی قضاعہ کی ایک عورت تھی۔ خالدہ اور ضعیفہ کی ماں کا نام واقدۃ بنت ابی عدی المازنیہ تھا۔

اولاد عبد المطلب بن ہاشم

ابن ہشام نے کہا کہ عبد المطلب بن ہاشم کے دس لڑکے اور چھے لڑکیاں تھیں۔ العباس[۱]۔ حمزۃ[۲]۔ عبد اللہ[۳]۔ ابو طالب[۴] جس کا نام عبد مناف تھا۔ زبیر[۵]۔ الحارث[۶]۔ حجل[۷]۔ المقوم۔ ضرار[۹] اور ابو لہب[۱۰] جس کا نام عبد العزیٰ تھا۔ لڑکیاں صفیہ[۱۱]۔ ام حکیم البیضاء[۱۲]۔ عاتکہ[۱۳]۔ امیمہ[۱۴]۔ اروی[۱۵]۔ اور برۃ[۱۶]۔ العباس اور ضرار کی ماں نتیلہ بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو

۱۔ صاحب اولاد۔ ۲۔ لاولد۔ ۳۔ صاحب اولاد۔ ۴۔ صاحب اولاد۔ ۵۔ اولاد کی اولاد نہ رہی۔ ۶۔ صاحب اولاد۔ ۷۔ صاحب اولاد۔ ۸۔ اولاد نرینہ نہوی۔ ۹۔ لاولد۔ ۱۰۔ صاحب اولاد۔ ۱۱۔ باولد۔ ۱۲۔ باولد۔ ۱۳۔ باولد۔ ۱۴۔ باولد۔ ۱۵۔ باولد۔ ۱۶۔ باولد۔ نسخہ (الف) میں نشان زدہ ناموں کے اوپر مذکورہ بالا کیفیت لکھی ہوئی ہے۔

ابن عامر بن زید مناۃ بن عامر جس کا لقب ضَحیان تھا بن سعد بن الخزرج بن تیم اللات بن النمر ابن قاسط بن ہنب بن افصیٰ بن جدیلۃ بن اسد بن ربیعۃ بن نزار۔ بعض کہتے ہیں کہ افصیٰ بن دُعمیٰ بن جدیلۃ اور حمزہ، مقوم، حجل اور صفیہ کی ماں کا لقب اس کی نیکیوں کی کثرت اور مال کی وسعت کے سبب سے غَیداق پڑ گیا تھا۔ اور صفیہ کا نام ہالہ بنت اہیب بن عبدالمناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی تھا۔ ۱۲۰
اور عبداللہ۔ ابوطالب۔ زبیر۔ اور صفیہ کے سوا تمام لڑکیوں کی ماں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب ابن فہر بن مالک بن نضر تھی۔ اور فاطمہ کی ماں صَخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم ابن یقظۃ بن مُرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھی اور صخرہ کی ماں تخمر بنت عبد بن قصی بن کلاب بن مُرۃ بن کعب بن لوی بن غالب ابن فہر بن مالک بن نضر تھی۔ حارث بن عبدالمطلب کی ماں کا نام سَمراء بنت جُندُب بن جحیر بن رئاب بن حبیب بن سُوَاءۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویۃ بن بکر ابن ہوازن بن منصور بن عکرمہ تھا۔ اور ابو لہب کی ماں لُبنیٰ بنت ہاجر بن عبد مناف ابن ضاطر بن حَبَشِیَہ بن سَلُول بن کعب بن عمرو الخزاعی تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب سے اولاد آدم کے سردار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب تولد ہوئے صلوات اللہ وسلامہ ورحمتہ وبرکاتہ علیہ وعلی آلہ۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ بنت وہب ابن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب بن مُرۃ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانۃ تھا۔ آمنہ کی والدہ کا نام برّہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ باقی دوسرے نسخوں میں اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں ہے۔
۱۷۔ خط کشیدہ الفاظ (الف) میں نہیں ہیں۔ ۱۸۔ خط کشیدہ الفاظ (الف) میں نہیں۔
(احمد محمودی)

۱؎ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔
(احمد محمودی)

۱۲۱

ابن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بَرَّۃ کی ماں کا نام ام حبیب بنت اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب ابن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔ ام حبیب کی نانی کا نام بَرَّۃ بنت عوف بن عبید بن عَوِیج بن عدی بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر تھا۔

ابن ہشام نے[1] کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ونسب کے لحاظ سے والد کی طرف سے بھی اور والدہ کی طرف سے بھی تمام اولاد آدم میں افضل واشرف تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم وشرف وکرم ومجد وعظم۔ اجزائے (سیرت) ابن ہشام کا پہلا جزء ختم ہوا۔

ذکر ولادت رسول اللہ[2] صلی اللہ علیہ وسلم

زمزم کی کھدائی کے بیان کی جانب اشارہ

(زہری نے)[3] کہا کہ ہم سے ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے کہا کہ زیاد ابن عبد اللہ بکائی نے محمد ابن اسحق مطلبی سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے ان میں سے یہ بھی ہے۔ انھوں نے کہا عبد المطلب بن ہاشم ایک وقت جب حِجر میں سو رہے تھے ایک آنے والا آیا اور انھیں زمزم کے کھودنے کا حکم دیا اور وہ قریش کے دو بت اِساف ونائلہ کے درمیان قریش کی

لہ۔ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

لہ۔ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

۱۲۲ قربان گاہ کے پاس پٹا ہوا تھا۔ اور اس کو بنی جرہم نے مکہ سے اپنے سفر کرتے وقت پاٹ دیا تھا۔ اور یہ اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی باؤلی تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اس وقت سیراب کیا تھا جب وہ صغر سنی میں پیاسے ہو گئے تھے اور ان کی والدہ نے بہت کچھ پانی کی تلاش کی تھی اور نہ پایا تھا اور کوہ صفا پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اسمٰعیل کے لیے بارش برسادے پھر کوہ مَروَہ پر آئیں اور اسی طرح دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور انھوں نے اپنی ایڑی کو زمین پر مارا تو اس جگہ پانی ظاہر ہو گیا اور ان کی والدہ نے درندوں کی آواز سنی اور بچے کے لیے درندوں سے خطرہ محسوس کر کے دوڑتی اس کی طرف آئیں تو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کرید رہا اور پانی کو ٹٹول کر پی رہا ہے جو اس کے رخسار کے نیچے سے نکل رہا تھا۔ تو ان کی والدہ
۱۲۳ نے اس کو چشمہ بنا دیا۔

جرہم کے حالات اور زمزم کا پاٹ دیا جانا

ابن ہشام نے کہا کہ زیاد بن عبد اللہ بکائی نے محمد بن اسحٰق المطلبی سے جو روایت کی ہے اس میں بنی جرہم کے حالات اور ان کے زمزم کو پاٹ کر مکہ سے نکل جانے اور بنی جرہم کے بعد عبد المطلب کے زمزم کو کھودنے تک مکہ پر کس کی حکومت رہی ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ انھوں نے کہا جب اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام [1] کی وفات ہوئی تو بیت اللہ کی تولیت آپ کے فرزند نابت بن اسمٰعیل سے اس وقت تک متعلق رہی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

---

[1]۔ (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔

(احمد محمودی)

ان کے بعد بیت اللہ کا متولی مُضاض بن عمرو جرہمی ہوا۔ بعض مضاض بن عمرو جرہمی کہتے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بنی اسمٰعیل اور بنی نابت اور ان کا نانا مضاض بن عمرو، اور جو لوگ بنی جرہم میں سے رشتے میں ان کے ماموں ہوتے تھے۔ اور بنی جرہم اور بنی قَطُوراء، یہی لوگ اس زمانے میں مکہ کے باشندے تھے۔ بنی جرہم اور بنی قطوراء آپس میں عمزاد بھائی تھے۔ اور یہ دونوں ایک قافلے کی شکل میں یمن سے سفر کرتے آئے تھے۔ بنی جرہم پر مضاض بن عمرو اور بنی قطوراء پر السَّمَیدَع جو انھیں میں کا ایک شخص تھا حاکم تھے۔ یہ لوگ جب کبھی یمن سے نکلتے تو ان پر ایک بادشاہ ہوتا جو ان کا ہر طرح سے نگران رہتا۔ جب یہ دونوں مکہ میں اترے اس کو سرسبز اور شاداب شہر پایا تو انھیں پسند آگیا اور دونوں یہیں رہ گئے۔ مضاض بن عمرو اور اس کے جرہمی ساتھی مکہ کے بلند مقام قُعَیقِعَان اور اس کے حوالی میں رہنے لگے۔ اور السَّمَیدَع اور اور بنی قطوراء مکہ کے نشیبی حصے اجیاد اور اس کے حوالی میں۔

۱۲۴

جو لوگ مکہ کی بلند جانب سے مکہ میں داخل ہوتے ان سے مضاض محصول عشر لیتا۔ اور جو لوگ مکہ کی نشیبی جانب سے مکہ میں داخل ہوتے ان سے السُّمَیدَع عشر لیتا۔ اور ہر ایک اپنی اپنی قوم میں رہتا۔ ایک دوسرے کے پاس نہ جاتا۔ پھر بنی جرہم اور بنی قطوراء نے ایک دوسرے سے بغاوت کی اور ہوس حکومت میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگے۔ اور اس وقت مضاض کے ساتھ بنی اسمٰعیل اور بنی نابت بھی تھے اور بنی نابت ہی کے ہاتھ بیت اللہ کی تولیت تھی۔ اور السُّمَیدَع کو یہ بات حاصل نہ تھی۔ وہ ایک دوسرے کی طرف حملہ آور انہ بڑھے۔

مضاض بن عمرو قُعَیقِعَان سے اپنے لشکر کو لیے السمیدع کی طرف اس طرح نکلا کہ اس کے کے لشکر کے ساتھ لشکر کا پورا سامان نیزے سپریں تلواریں اور ترکش وغیرہ ایک دوسرے سے ٹکراتے۔ اور کھڑکھڑاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ قُعَیقِعَان کو قعیقعان اسی لیے کہا جاتا ہے۔ (تعقع کے معنی ہیں کھڑکھڑایا) اور السُّمَیدَع اجیاد سے اس طرح نکلا کہ اس کے ساتھ سوار اور

لہ۔ (الف) میں نہیں ہے۔

(احمد محمود ۲)

پیادہ لشکر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اَجیاد کو اَجیاد اس سبب سے کہا جاتا ہے کہ السمَیدَع کے ساتھ بہترین گھوڑے تھے۔ (جیاد کے معنی بہترین گھوڑے ہیں)۔ ان کا مقابلہ مقام فاضح میں ہوا اور نہایت سخت جنگ ہوئی اور السمَیدَع قتل اور بنی قطورا، ذلیل و رسوا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ فاضح کو فاضح اسی سبب سے کہتے ہیں (فاضح کے معنی ذلیل و رسوا کرنے والے کے ہیں)۔ پھر ان لوگوں نے ایک دوسرے سے صلح کی خواہش ظاہر کی اور مقام مطابخ میں جو مکہ کے بلند حصے میں واقع ہے ان قبیلوں کی تمام شاخیں جمع ہوئیں۔ اور وہیں صلح کرلی۔ اور حکومت مضاض کے حوالے ہوئی۔ جب مکہ کی حکومت متفقہ طور پر مضاض کے ہاتھ آئی۔ اور وہاں وہ بادشاہ ہوگیا تو لوگوں کے لیے اس نے جانور ذبح کیے اور ان کی ضیافت کی تو وہاں لوگوں نے پکایا اور کھایا۔ اس لیے مطابخ کا نام مَطابخ پڑ گیا۔ (طبخ کے معنی پکایا)۔ بعض اہل علم کا دعویٰ ہے کہ اس مقام کا نام مطابخ پڑنے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں تبع نے جانور ذبح کر کے لوگوں کو کھلایا تھا اور اسی مقام پر تبع نے منزل کی تھی۔ مضاض اور اسمیدع کے درمیان جو لڑائی جھگڑا ہوا لوگوں کے ادعا کے لحاظ سے پہلا جھگڑا تھا جو مکہ میں ہوا۔

۱۲۵

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کو خوب پھیلا دیا۔ لیکن بیت اللہ کے متولی اور حکام مکہ بنی جرہم ہی رہے جو اسمٰعیل (علیہ السلام) کے ماموں ہوتے تھے۔ اولاد اسمٰعیل نے بنی جرہم سے حکومت کے متعلق کبھی نزاع نہ کی اس لیے کہ ایک تو وہ قرابت میں ان کے ماموں ہوتے تھے۔ دوسرے مکہ معظمہ کی عظمت و حرمت اس بات سے مانع تھی کہ کہیں اس میں جنگ و جدال نہ ہو جائے۔ جب مکہ میں اولاد اسمٰعیل کو تنگی ہونے لگی تو وہ دوسرے شہروں میں منتشر ہوگئے۔ جس قوم سے بنی اسمٰعیل کی مخالفت ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کو ان کی دینداری کے سبب غلبہ دیا۔ اور انھوں نے ان کو پامال کر ڈالا۔

بنی کنانہ اور بنی خزیمہ کا بیت اللہ پر تسلط اور جرہم کا اخراج

اس کے بعد مکہ میں بنی جرہم نے سرکشی شروع کی اور وہاں کی عظمت وحرمت کا لحاظ نہ رکھا۔ وہاں کے رہنے والوں کے سوا دوسرے جو لوگ وہاں جاتے ان پر ظلم شروع کر دیا اور کعبۃ اللہ کے لیے جو نذرانے گزرانے جاتے اس کو کھا جانے لگے تو ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ جب بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ اور غبشان نے جو بنی خزاعہ میں سے تھے ان حالات کو دیکھا ان سے جنگ کرنے اور ان کو مکہ سے نکال دینے پر متفق ہو گئے اور انھیں پیام جنگ دیا اور ان سے جنگ ہونے لگی۔ بنی بکر اور غبشان نے ان پر غلبہ پا لیا اور انھیں جلا وطن کر دیا۔ زمانہ جاہلیت میں مکہ کی یہ حالت تھی کہ جو اس میں ظلم وزیادتی کرتا اس میں نہ رہ سکتا جو شخص اس میں خود سری کرتا مکہ اسے اپنے اندر سے نکال دیتا۔ اسی لیے اس کا نام ناسہ[1] مشہور تھا۔

۱۲۶ کوئی بادشاہ اس کی بیحرمتی کا ارادہ کرتا تو فوراً برباد ہو جاتا۔ کہتے ہیں کہ اس کا نام بکہ اس لیے مشہور رہا کہ وہ ان سرکشوں کی گردنیں توڑ دیتا تھا۔ جو اس میں کسی برائی کی داغ بیل ڈالتے (بک کے معنی گردن توڑ دینا ہیں)

ابن ہشام نے کہا کہ مجھے ابو عبیدہ نے بتلایا ہے کہ بکہ مکہ کے اندر کی ایک وادی کا نام ہے اور چونکہ لوگوں کا وہاں بہت ہجوم ہوتا تھا۔ اس لیے اس کو بکہ کہنے لگے (بکّ کے معنی ہجوم کیا)۔

ابو عبیدہ نے مجھے یہ شعر بھی سنایا

إذا الشَّرِيبُ أَخَذَتْهُ أَكَّهْ ... فَخَلِّهِ حَتَّى يَبُكَّ بَكَّهْ

[1] نَسّ کے معنی ہانکا اور ڈانٹا ہیں (احمد محمودی)

جب کوئی ہم مشرب سختی پر اتر آئے تو اس کو چھوڑ دے
حتیٰ کہ سختی اس سے مزاحمت کرے۔
یعنی اس کو چھوڑ دو کہ اس کے اونٹ پانی کی طرف جائیں اور وہاں ہجوم کریں۔
بکہ خاص طور پر کعبۃ اللہ کی جگہ اور مسجد ہی کو کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں شعر (یعنی دونوں مصرع) عامان بن کعب بن عمر بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ عمرو بن حارث بن مضاض جرہمی نے کعبے کے دونوں ہرن[1] اور حجر اسود کو نکال کر زمزم میں دفن کر دیا۔ اور بنی جرہم کو ساتھ لے کر یمن کی طرف چلا گیا۔ اور تولیت مکہ اور وہاں کی حکومت کے چھوٹنے کے سبب انھیں بہت غم ہوا چنانچہ عمرو بن حارث بن مضاض نے اس بارے میں کہا ہے اور یہ مضاض وہ مضاض نہیں ہے جس کو مضاض اکبر کہتے ہیں۔

[2]
وَقَائِلَةٍ وَالدَّمْعُ سَكْبٌ مُبَادِرُ وَقَدْ شَرِقَتْ بِالدَّمْعِ مِنْهَا الْمَحَاجِرُ

بعض کہنے والیوں کی یہ حالت ہے کہ آنسو تیزی سے بہہ رہے ہیں اور آنکھوں کے حلقے آنسوں سے چمک رہے ہیں اور وہ یہ کہتی ہیں۔

كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَجُونِ إِلَى الصَّفَا أَنِيسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرُ

گویا مقام حجون سے کوہ صفا تک نہ کوئی مونس تھا اور نہ مکہ میں کوئی رات میں بیٹھ کر چین سے بات کرنے والا۔

---

[1] ۔ کعبۃ اللہ کی طرف نذر گزرانی ہوئی چیزوں میں سے دو سونے کے ہرن بھی تھے۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔
(احمد محمودی)

[2] ۔ (الف) میں یہ شعر نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

فَقُلْتُ لَهَا وَالْقَلْبُ مِنِّي كَأَنَّمَا ¹ يُلَجْلِجُهُ بَيْنَ الْجَنَاحَيْنِ طَائِرُ

میں نے عورت سے کہا اور میرے دل کا (تردد کے سبب) یہ عالم تھا کہ گویا اس کو کوئی پرندا اپنے دونوں بازوں کے درمیان حرکت دے رہا ہے۔

(یعنی کبھی تو جرأت سے اس کا جواب دینے کو تیار ہو جاتا تھا اور کبھی ہمت وجرأت صاف جواب دیدے تیں اور کچھ نہ کہ سکتا تھا) آخر میں نے کہا۔

۱۲۷ بَلَى نَحْنُ كُنَّا أَهْلَهَا فَأَزَالَنَا صُرُوفُ اللَّيَالِي وَالْجُدُودُ الْعَوَاثِرُ

(یہ کس نے کہا کہ وہاں کوئی بستا ہی نہ تھا) کیوں نہیں۔ ہم ہی تو وہاں کے رہنے والے تھے زمانے کی گردشوں اور ناکام مساعی نے ہمیں وہاں سے نکال دیا۔

وَكُنَّا وُلَاةَ الْبَيْتِ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ نَطُوفُ بِذَاكَ الْبَيْتِ وَالْخَيْرُ ظَاهِرُ

نابت کے بعد بیت اللہ کے متولی ہمیں تو تھے جو اس (اللہ تعالیٰ کے) گھر کے گرد گھومتے رہتے تھے (ہماری) بھلائی تو (بالکل) ظاہر ہے۔

وَنَحْنُ وَلِينَا الْبَيْتَ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ بِعِزٍّ فَمَا يَحْظَى لَدَيْنَا الْمُكَاثِرُ

نابت کے بعد بیت اللہ کی تولیت عزت وجلال کے ساتھ ہمیں نے تو کی ہے۔ ہماری نظروں میں کثرت مال پر فخر کرنے والوں کی کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے۔

ا۔ (الف) میں یہ شعر نہیں ہے۔

(احمد محمودی)

مَلَكْنَا فَعَزَّزْنَا فَأَعْظِمْ بِمُلْكِنَا　　فَلَيْسَ لِحَيٍّ غَيْرِنَا ثَمَّ فَاخِرُ

ہم نے وہاں حکومت کی تو کس عزت وشان کی حکومت کی ہمارے سوا کسی اور قبیلے کو وہاں فخر کی گنجائش ہی نہیں۔

أَلَمْ تُنْكِحُوا مِنْ خَيْرِ شَخْصٍ عَلِمْتُهُ[1]　　فَأَبْنَاؤُهُ مِنَّا وَنَحْنُ الأَصَاهِرُ

(اے بنی جرہم) کیا تم نے (اپنی لڑکی) اس شخص کے نکاح میں نہیں دی ہے جو ان تمام لوگوں میں بہترین تھا جن کو میں جانتا ہوں یعنی اسمٰعیل علیہ السلام اس کی اولاد ہمیں میں سے تو ہے اور ہمارا ہی قبیلہ تو اس کا سسرال ہے۔

فَإِنْ تَنْثَنِي[2] الدُّنْيَا عَلَيْنَا بِحَالِهَا　　فَإِنَّ لَهَا حَالًا وَفِيهَا التَّشَاجُرُ

اگر دنیا اپنے حالات وتغیرات میں کسی وقت ہماری طرف بھی متوجہ ہو جائے (تو کیا تعجب ہے)۔ کہ اس میں تغیرات تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اور انھیں میں کشمکش ہوتی رہتی ہے۔

فَأَخْرَجَنَا مِنْهَا المَلِيكُ بِقُدْرَةٍ　　كَذَلِكَ يَا لَلنَّاسِ تَجْرِي المَقَادِرُ

ہمیں وہاں سے باقوت بادشاہ نے نکالدیا لوگو تقدیریں اسی طرح جاری ہوتی ہیں۔

أَقُولُ إِذَا نَامَ الخَلِيُّ وَلَمْ أَنَمْ　　أَذَا العَرْشِ لَا يَبْعُدْ سُهَيْلٌ وَعَامِرُ

---

[1] ۔ (الف) میں بجائے خیر کے غیر ہے جس کے کوئی معنی بنتے نظر نہیں آتے غالباً کاتب کی تحریف ہے۔

[2] ۔ (الف) میں بجائے تنثنی کے تنثن ہے جس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اگر دنیا نے ہم دوستوں کو چھوڑ کر غیروں کو دوست بنا لیا ہے تو الی آخرہ ۔ (احمد محمودی)

جب فارغ البال لوگ سو گئے تو میں نہ سویا اور یہ دعا
کرتا رہا کہ اے عرش اعظم کے مالک سُہَیل و عامر (تیری رحمت
سے) دور نہ کر دئے جائیں۔

وَبُدِّلْتُ مِنْهَا أَوْجُهًا لَا أُحِبُّهَا قَبَائِلَ مِنْهَا حِمْيَرٌ وَيُحَابِرُ

ان لوگوں کا قائم مقام تو نے ایسے لوگوں کو کر دیا ہے
جو مجھے محبوب نہیں۔ ان میں کچھ تو حمیری قبیلے کے ہیں اور کچھ
یُحابِری۔

۱۲۸ وَصِرْنَا أَحَادِيثًا وَكُنَّا بِغِبْطَةٍ بِذَلِكَ عَضَّتْنَا السِّنُونَ الْغَوَابِرُ

کبھی ہم بھی قابل رشک تھے لیکن اب تو ہم گذشتہ قصے
اور کہانیاں بن کر رہ گئے ہیں۔ ہماری اس قابل رشک حالت ہی
کی وجہ سے گذشتہ زمانے نے ہمیں کاٹ کھایا ہے۔

فَسَحَّتْ دُمُوعُ الْعَيْنِ تَبْكِي لِبَلْدَةٍ بِهَا حَرَمٌ أَمْنٌ وَفِيهَا الْمَشَاعِرُ

اس بلدۂ محترم کے لیے جس میں امن و امان اور (اللہ تعالیٰ
کے محبوبوں کی) یادگاریں ہیں آنکھیں روتی اور آنسو بہاتی ہیں۔

وَتَبْكِي لِبَيْتٍ لَيْسَ يُؤْذَى حَمَامُهُ يَظَلُّ بِهِ أَمْنًا وَفِيهِ الْعَصَافِرُ

آنکھیں اس گھر کے لیے روتی ہیں جہاں کے رہنے والے
کبوتر کو بھی تکلیف نہیں دی جا سکتی۔ وہ اور چھوٹے چھوٹے پرند
ہمیشہ اس میں بے خوف رہا کرتے ہیں۔

وَفِيهِ وُحُوشٌ لَا تُرَامُ أَنِيسَةٌ إِذَا خَرَجَتْ مِنْهُ فَلَيْسَتْ تُغَادَرُ

اور اس میں جنگلی جانور بھی ہیں جن (کے شکار) کا کوئی قصد

نہیں کرتا اس لیے وہ (آدمیوں سے) مانوس ہیں۔ جب وہ اس
میں سے نکل کر چلے بھی جاتے ہیں (تو پھر واپس آتے ہیں)
بے وفائی نہیں کرتے۔

ابن ہشام نے کہا کہ فابناءہٗ منا جس شعر میں ہے وہ ابن اسحٰق کے علاوہ دوسروں سے مروی ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ عمرو بن الحارث ہی نے عمرو و غبشان اور ان مکّہ والوں[1] کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ شعر کہے ہیں جو بنی جرہم کے مکّہ سے چلے جانے کے بعد وہاں چھوٹ رہے تھے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ سِيرُوا إِنَّ قَصْرَكُمُ ... أَنْ تُصْبِحُوا ذَاتَ يَوْمٍ لَا تَسِيرُونَا

(مکہ میں چھوٹے ہوئے) لوگو (مکہ سے) چلے جاؤ تمھارے
محل کا تو یہ حال ہے کہ اگر کسی روز صبح سویرے حملہ ہو جائے تو
تم نکل بھی نہ سکو گے۔

حُثُّوا الْمَطِيَّ وَأَرْخُوا مِنْ أَزِمَّتِهَا ... قَبْلَ الْمَمَاتِ وَقَضُّوا مَا تُقَضُّونَا

موت سے پہلے سواریوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ کر انھیں
تیز دوڑاؤ اور جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو۔

كُنَّا أُنَاسًا كَمَا كُنْتُمْ فَغَيَّرَنَا ... دَهْرٌ فَأَنْتُمْ كَمَا كُنَّا تَكُونُونَا

ہم لوگ بھی تمھاری ہی طرح تھے۔ پھر زمانے نے
ہماری حالت بدل دی پس (ہوشیار ہو جاؤ کہ) تمھاری بھی وہی
حالت ہو گی جو ہماری ہوئی۔

[1] (ب ج د) ساکنی مکۃ الذین (الف) ساکن مکۃ الذین۔ دوسرا نسخہ غلط معلوم ہو رہا ہے کیونکہ الذین جمع ساکن، واحد کی صفت کیسے بن سکے گا۔ فلیتدبر۔ (احمد محمودی)

۱۲۹ ابن ہشام نے کہا کہ اس کے اشعار میں سے یہ وہ شعر ہیں جن کی نسبت اس کی طرف کرنا صحیح ثابت ہوا ہے۔
ابن ہشام[1] نے کہا کہ بعض علماء شعر نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ شعر وہ ہیں جو عرب میں سب سے پہلے کہے گئے ہیں۔ اور یہ شعر یمن میں ایک پتھر پر کندہ ملے۔ لیکن اس کے راوی کا نام مجھے بتایا نہ گیا۔

۱۳۰

تولیت بیت اللہ پر بنی خزاعہ میں کے بعض لوگوں کا مستقل قبضہ

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد بنی خزاعہ میں غُبْشان بیت اللہ کے متولی ہوئے۔ اور بنی بکر بن عبد مَنَاۃ نہ ہو سکے۔ اور ان میں کے متولی کا نام عمرو بن الحارث الغبشانی تھا۔
بنی کِنانہ کے قریش ان دونوں اپنی قوموں میں، متفرق جماعتوں، ٹکڑیوں، اور خاندانوں، میں رہا کرتے تھے۔ بیت اللہ کی تولیت بنی خزاعہ میں وراثۃً یکے بعد دیگرے چلی آتی تھی یہاں تک کہ ان کا آخری متولی حلیل بن حَبَشِیَّہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی ہوا۔
ابن ہشام نے کہا کہ بعض حُبْشیہ بن سلول کہتے ہیں۔

قُصَیّ بن کلاب کا حُبّیٰ بنت حُلَیل سے ازدواج

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ قصی بن کلاب نے حُلَیل بن حُبْشیہ کے پاس اس کی بیٹی

[1] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

حبی کے متعلق اپنا پیغام بھیجا تو اس نے اس پیغام کو بخوشی منظور کر لیا۔ اور اپنی بیٹی کا عقد اس سے کر دیا۔ اس جوڑے سے چار لڑکے ہوے۔ عبدالدار عبد مناف عبدالعزیٰ اور عبد پھر جب قصی کی اولاد پھیلی اور عزت و مال میں ترقی ہوی۔ اور حُلَیل مر گیا تو کعبۃ اللہ کی تولیت اور مکہ کی حکومت کے لیے قصی نے خود کو بنی خزاعۃ اور بنی بکر سے زیادہ مستحق پایا۔ اس لیے کہ قریش خاص اسمٰعیل بن ابراہیم (علیہما السلام) کی اولاد اور ان سب میں منتخب[1] تھے۔ قصی نے قریش اور بنی کنانۃ سے اس امر میں مشورہ کیا۔ اور بنی خزاعہ اور بنی بکر کے نکالنے کی انھیں ترغیب دی۔ اور انھوں نے اس بات کو قبول کیا۔ اس سے پہلے کے حالات یہ تھے کہ ربیعہ بن حَرام جو بنی عذرہ بن سعد بن زید میں سے تھا کلاب کی وفات کے بعد مکہ آکر فاطمہ بنت سعد بن سَیَل سے نکاح کیا تھا۔ اس نکاح کے وقت فاطمہ کے لڑکوں میں سے ایک لڑکا زُہرۃ تو جوان تھا اور ایک لڑکا قصی دودھ پیتا۔ ربیعہ فاطمہ اور[2] اس کے شیر خوار بچے قصی کو اپنے ساتھ لے کر اپنے وطن کو چلا گیا اور زہرہ یہیں رہا۔ فاطمہ کو اس نئے شوہر ربیعہ سے ایک اور لڑکا رِزَاح نامی تولد ہوا۔ جب قصی جوان ہوا اور سن تمیز کو پہنچا تو مکہ آیا اور یہیں رہنے لگا۔ اور جب قصی کی قوم نے اس کے مشورے اور ترغیب کو قبول کیا (اور بنی خزاعہ اور بنی بکر کے اخراج کے لیے سب متفق ہو گئے)۔ تو قصی نے اپنے ماں شریک بھائی رِزاح بن ربیعہ کو اپنی امداد کے لیے لکھ بھیجا کہ وہ آکر یہاں رہے اور اس کی امداد کرے۔ تو رزاح بن ربیعہ اپنے دوسرے بھائیوں حُنّ بن ربیعہ محمود بن ربیعہ اور جُلْہُمَۃ بن ربیعہ کو بھی اپنے ساتھ لے کر آیا جو اس کے علاتی بھائی تھے اور فاطمہ کے علاوہ دوسری عورت سے تھے۔

۱۳۱

[1] ۔ (ب ج د) قرعہ جس کے معنی منتخب کے ہیں (الف) فرعہ جس کے معنی اعلیٰ الشان و شوکت والا (احمد محمودی)

[2] ۔ (الف ب) خاحتلها یعنی فاطمہ کو لے گیا (ج د) فاحتملهما یعنی فاطمہ اور اس کے بچے دونوں کو لے گیا۔ (احمد محمودی)

اور ان کے علاوہ بنی قضاعہ کے ان لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لایا جو حج کے ارادے سے نکلے تھے۔ اور یہ سب کے سب قصی کی امداد کے لیے متفق و متحد تھے۔ لیکن بنی خزاعہ کا دعویٰ یہ ہے کہ حُلَیل بن حَبَشِیَّہ کی بیٹی سے قصی کو جب بہت اولاد ہوئی تو حلیل نے قصی کے لیے تولیت کعبہ کی وصیت کی اور کہا کہ بنی خزاعہ کی بہ نسبت تولیت و انتظام کعبہ اور حکومت مکّہ کے لیے تم زیادہ موزوں و مستحق ہو۔ قصی نے اسی لیے طلب تولیت کی جرأت کی لیکن یہ روایت بنی خزاعہ کے سوا دوسرے کسی سے ہم نے نہیں سنی۔ واللہ اعلم کہ ان دونوں میں کونسی بات سچی ہے۔

غَوث بن مُر کا لوگوں کو حج کی اجازت دینے پر مامور ہونا

الغوث بن مُرّ بن اُد بن طابخہ بن الیاس بن مضر اور اس کی اولاد عرفہ کے بعد[1] لوگوں کو وہاں سے نکلنے کی اجازت دینے پر مامور اور اس کی متولی تھی اور اس کو اور اس کی اولاد کو صُوفہ کہا جاتا تھا۔ اور یہ تولیت اس کو اس طرح حاصل ہوئی تھی کہ اس کی ماں جرہم میں کی ایک عورت تھی۔ اور اس کو اولاد نہوتی تھی۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نذر مانی کہ اگر اسے لڑکا ہو تو اس کو وہ کعبۃ اللہ کے لیے وقف کر دیگی کہ وہ اس کی عبادت و خدمت و انتظام میں لگا رہے۔ اس کو لڑکا پیدا ہوا جس کا نام غوث رکھا گیا۔ اور یہ ابتدا میں اپنے ماموں بنی جرہم کے ساتھ انتظام کعبۃ اللہ میں رہا کرتا تھا۔ اس لیے عرفہ کے بعد لوگوں کو وہاں سے نکلنے کی اجازت دینے کا کام بھی اسی سے

۱۳۲

---

[1] ۔ بعد کا لفظ (ج د) میں ہے۔ اور (الف ب) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

متعلق ہوگیا۔ کیونکہ اس کو کعبۃ اللہ کی قربت کے سبب ایک خاص قدر و منزلت حاصل ہوگئی تھی۔ اور اس کے بعد اس کی اولاد کی بھی یہی حالت رہی یہاں تک کہ وہ بھی چل بسے غوث[ا] بن مر بن اد اپنی ماں کی نذر کے پورا کرنے کے متعلق کہتا ہے۔

إِنِّي جَعَلْتُ رَبِّ مِنْ بَنِيَّهْ رَبِيطَةً بِمَكَّةَ الْعَلِيَّهْ

اے پروردگار میں نے اپنے بچے کو مکۂ مشرفہ کے لئے وقف کر دیا ہے۔

فَبَارِكَنَّ لِي بِهَا إِلَيَّهْ وَاجْعَلْهُ لِي مِنْ صَالِحِ الْبَرِيَّهْ

پروردگار میرے لیے اس کو وہاں برکت دے اور اسے تمام مخلوقات میں سے بہتر بنا۔

لوگوں کا دعویٰ ہے کہ جب غوث ابن مر لوگوں کے ساتھ وہاں سے نکلتا تو یہ کہا کرتا تھا۔

لَاهُمَّ إِنِّي تَابِعٌ تَبَاعَهْ إِنْ كَانَ إِثْمٌ فَعَلَى قُضَاعَهْ

یا اللہ میں تو بس پوری طور پر پیروی کرنے والا ہوں اگر کوئی گناہ ہے تو اس کا وبال بنی قضاعہ پر ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر نے اپنے باپ عباد سے روایت کی اس نے کہا کہ صوفہ کی حالت یہ تھی کہ وہ لوگوں کو مقام عرفہ سے لے کر نکلتے تھے اور جب منیٰ سے مکہ کے طرف جانے کا لوگ قصد کرتے تو یہی لوگ دوسرے لوگوں کو اجازت دیتے حتیٰ کہ جب منیٰ سے مکہ کو جانے کا روز ہوتا اور لوگ جمرول کو پتھر مارنے کے لیے آتے تو قبیلۂ صوفہ ہی میں سے کوئی ایک شخص (پہلے) پتھر مارتا اور دوسرے لوگ

[ا]۔ الف میں خط کشیدہ نام نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

پتھر نہ مارتے جتنک کہ وہ پہلے نہ مارتا۔ ضرورت مند لوگ جنھیں جلد جانا ہوتا اس کے پاس آتے اور اُس سے کہتے کہ چلئے اور آپ پہلے پتھر مارئے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ پتھر ماریں۔ وہ کہتا خدا کی قسم میں ابھی پتھر نہ ماروں گا حتیٰ کہ سورج نہ ڈھل جائے۔ اور ضرورت مند، عجلت کے خواہاں لوگوں کی یہ حالت ہوتی کہ خود اسی کو پتھر مارتے اور جلدی کرتے اور کہتے کہ کمبخت چل پتھر مار لیکن وہ انکار ہی کرتا رہتا۔ یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھلتا تو اٹھتا اور پتھر مارتا اس کے بعد دوسرے لوگ بھی پتھر مارتے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب لوگ جمروں کو پتھر مارنے سے فارغ ہوتے اور منیٰ سے نکل کر مکہ جانے کا ارادہ کرتے تو قبیلۂ صوفہ کے لوگ گھاٹی کی دونوں جانب کھڑے ہو جاتے اور لوگوں کو جانے سے روک دیتے۔ اور کہتے اے گروہ صوفہ گزر جاؤ پھر دوسرے لوگ نہ گزرتے یہاں تک کہ وہ گزر جاتے اور جب قبیلۂ صوفہ کے لوگ منیٰ سے مکہ کی جانب جانے کے لیے نکل کھڑے ہوتے اور چلے جاتے تو دوسرے لوگوں کے لیے راستہ صاف ہو جاتا۔ اور وہ ان کے بعد نکلتے۔ غرض یہی حال رہا یہاں تک کہ وہ لوگ چل بسے اور جدی رشتے کی قربت کے سبب سے ان کے بعد ان کے وارث بنو سعد بن زید مناہ بن تمیم ہوئے اور پھر آل صفوان بن الحارث بن شجنہ ہوے جو بنو سعد ہی کی ایک شاخ تھی۔

۱۳۳

ابن ہشام نے کہا کہ صَفوان جناب بن شجنہ بن عُطارِد بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ صَفوان ہی لوگوں کو حج کے وقت عرفہ سے نکلنے کی اجازت دیا کرتا تھا۔ اور اس کے بعد اس کی اولاد اجازہ[1] دیا کرتی

---

[1] ۔(ب ج د) یجیزو (الف) یخیر یہ دوسرا نسخہ بالکل بے معنی ہے یا تو یجیز اجازت دینے کے معنی میں ہوتا یا یخیر آخر میں رائے مہملہ سے ہوتا کہ اختیار دینے کے معنی میں ہوتا۔ (احمد محمودی)

یہاں تک کہ ان میں کا آخر شخص جس کے زمانے میں اسلام کا ظہور ہوا وہ کرب بن صفوان تھا۔ اوس بن[1] تمیم بن مَغراء السعدی کہتا ہے!

لَا یَبْرَحُ النَّاسُ مَا حَجُّوا مُعَرَّفَهُمْ حَتّٰی یُقَالَ أَجِیْزُوْا آلَ صَفْوَانَا

جب تک لوگ حج کرتے رہیں گے اپنے مقام عرفہ سے نہیں ہٹیں گے۔ یہاں تک کہ اے بنی صفوان ہمیں اجازت دو نہ کہا جائے۔

ابن ہشام نے کہا کہ یہ شعر اوس بن مغراء کے قصیدے میں کا ہے۔

عدوان کی مقام مُزدلِفہ سے روانگی کی حالت

اور ذو الاصبع العدوانی نے جس کا نام حُرثان بن عمرو تھا اور ذو الاصبع اس کا نام اس لیے مشہور ہو گیا کہ اس نے اپنی ایک انگلی کاٹ لی تھی یہ شعر کہے ہیں۔

عَذِیرَ الْحَیِّ مِنْ عَدْوَا نَ کَانُوا حَیَّةَ الْأَرْضِ

بنی عَدوان کے اس قبیلے کی جانب سے کون عذر کر سکتا ہے کہ وہ تو زمین اژدہوں کے مانند ذی ہیبت و شان ہیں۔

۱۳۴

بَغَیٰ بَعْضُهُمْ ظُلْمًا فَلَمْ یُرْعِ عَلٰی بَعْضٍ

وہ آپس میں ایک دوسرے پر بھی ظلم و زیادتی کرتے ہیں تو کبھی ایک دوسرے کی رعایت نہیں کرتا۔

[1] (الف) میں اوس بن تمیم نہیں ہے صرف ابن مغراء السعدی ہے۔ (احمد محمودی)

وَمِنْهُمْ كَانَتِ السَّادَا تُ وَالْمُوفُونَ بِالْقَرْضِ

لیکن ان میں ایسے سردار صفت لوگ بھی ہیں جو کبھی
قرض لیتے ہیں تو پورا پورا ادا کرتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يُجِيزُ النَّا سَ بِالسُّنَّةِ وَالْفَرْضِ

ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو لوگوں کو سنت اور فرض
یعنی احکام حج کی اجازت دیتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ حَكَمٌ يَقْضِي فَلَا يُنْقَضُ مَا يَقْضِي

ان میں ایسے بھی ہیں (جو فیما بین کے اختلاف میں)
حکم بنا کرتے ہیں اور جو فیصلہ وہ کر دیتے ہیں وہ ٹوٹتا نہیں۔
یہ اشعار اس کے ایک قصیدے کے ہیں۔
(ذو اصبع کے ان اشعار اور اوس کے مذکورہ بالا شعر میں ظاہرا تخالف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنی صفوان کو اجازت دینے والا بتاتا ہے۔ اور یہ بنی عدوان کو لیکن در اصل ان میں تخالف نہیں ہے بلکہ) ذوالاصبع نے جس اجازت کا ذکر اپنے شعر میں کیا ہے وہ مزدلفے سے نکلنے کے متعلق ہے جو بنی عدوان سے متعلق تھی جس طرح زیاد بن عبد اللہ البکائی نے محمد بن اسحٰق کی روایت سے بیان کیا ہے کہ بنی عدوان کی وراثت میں یہ اجازت ان کے باپ دادا سے برابر چلی آئی ہے۔ ان میں کا آخری شخص جس کے زمانے میں اسلام کا ظہور ہوا ابو سیّارہ عُمَیلہ بن الاعزل تھا۔ اور اسی کے متعلق عرب کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

نَحْنُ دَفَعْنَا عَنْ أَبِي سَيَّارَهْ وَعَنْ مَوَالِيهِ بَنِي فَزَارَهْ

ہم نے ابو سیّارہ اور اس کے عمزاد بھائیوں بنی فزارہ سے

لوگوں کو ہٹایا ہے۔

حَتّٰی أَجَازَ سَالِمًا حِمَارَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُو جَارَهُ

یہاں تک کہ ابو سیارہ نے گدھی کو شرارت کرنے سے روک کر روبقبلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی پناہ کے لیے دعا کر کے لوگوں کو اجازت دی۔

ابو سیارہ اپنی ایک گدھی پر بیٹھے لوگوں کو ہٹا رہا تھا۔ اسی لیے شاعر نے سالما حمارہ کہا ہے۔

عامر بن ظرب بن عمرو بن عیاذ بن لیشکر بن عدوان کا بیان

ابن اسحٰق نے کہا کہ یقضی حکیما مذکورہ بالا شعر میں جو آیا اس سے مراد عامر بن ظرب بن عمرو بن عیاذ بن لیشکر بن عدوان العدوانی ہے۔ عرب میں کوئی فساد یا کسی فیصلے میں کوئی دشواری پیش آتی تو اسی کی طرف رجوع کرتے اور وہ جو کچھ فیصلہ کر دیتا اس سے سب کے سب راضی ہوتے۔ ایک مقدمہ اس کے پاس پیش ہوا۔ جو ان میں مختلف فیہ تھا۔ ایک خنثیٰ تھا جس میں وہ علامت بھی تھی جو مردوں کی ہے اور وہ بھی جو عورتوں میں ہوتی ہے لوگوں نے اس سے اس کے متعلق سوال کیا کہ اس کو تم مرد شمار کرو گے یا عورت۔ اس مسئلے سے زیادہ دشوار اس کے پاس کوئی مسئلہ نہیں آیا تھا۔

لہ۔ خط کشیدہ الفاظ (الف) میں نہیں ہیں۔

(احمد محمودی)

اس لیے اس نے کہا کہ میں تمھارے اس معاملے میں غور کرنے کے بعد جواب دوں گا۔ اے گروہ عرب خدا کی قسم تمھارے اس معاملے کے جیسا میرے پاس اور کوئی معاملہ نہیں آیا۔ اُن لوگوں نے اس کو مہلت دی اور اس نے اپنی رات بیداری میں اس طرح گزاری کہ اپنے اس معاملے میں الٹی سیدھی رائیں قائم کرتا اور اسی معاملے میں غور کرتا رہا لیکن اس کے متعلق کوئی بات اس کے سمجھ میں نہ آئی۔ سُخیلہ نامی اس کی ایک لونڈی تھی جو اس کی بکریاں چرایا کرتی تھی۔ وہ اس لونڈی پر ہمیشہ عتاب کیا کرتا۔ جب صبح بکریاں چرنے کے لیے چھوڑتی تو کہتا اے سُخیل خدا کی قسم تو نے بہت دن چڑھا دیا اور جب چراگاہ سے بکریاں واپس لاتی تو کہتا اے سُخیل خدا کی قسم تو نے بہت رات کر دی اور اس کا یہ عتاب اس لیے تھا کہ وہ بکریوں کو چراگاہ کی جانب چھوڑنے میں ہمیشہ دیر کیا کرتی تھی یہاں تک کہ بعض لوگ اس سے پہلے ہی چراگاہ کو چلے جاتے اور واپس لانے میں بھی ہمیشہ تاخیر کیا کرتی حتیٰ کہ واپسی میں بھی بعض لوگ اس سے پہلے ہی واپس ہو جاتے تھے۔ جب اس لونڈی نے عامر کی اس کے بستر پر بیداری، اور بے چینی بیقراری، دیکھی کہا تیرا باپ مرجائے تجھے کیا ہوا ہے آج رات تجھے کون سی مشکل پیش آئی ہے۔ عامر نے کہا اری کمبخت جس معاملے سے تجھے کوئی سروکار نہ ہو اس میں مجھے اپنے حال پر چھوڑ۔ سخیلہ نے دوبارہ اس سے ویسا ہی سوال کیا تو عامر نے اپنے دل میں کہا ممکن ہے کہ جس معاملے میں میں حیران ہوں اس کا کوئی حل یہ پیش کر دے اور کہا اری کمبخت میرے پاس خنثیٰ کی میراث کا معاملہ پیش ہوا ہے میں اسے مرد قرار دوں یا عورت خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کیا کروں کوئی معقول وجہ اس میں مجھے نظر نہیں آتی ہے سخیلہ نے کہا سبحان اللہ یہ بھی کوئی دشوار بات ہے فیصلے کا مدار پیشاب کے مقام سے کیجئے خنثیٰ کو پیشاب کروائیے اگر اس نے اس راستے سے پیشاب کیا جس سے مرد پیشاب کرتے ہیں تو وہ مرد ہے اور اگر اس نے اس راستے سے پیشاب کیا جس سے عورتیں پیشاب کرتی ہیں تو وہ عورت ہے عامر نے کہا اے سُخیل اس فیصلے کے بعد اب تو بکریوں کو چاہے دیر سے لا یا کر یا دیر سے

۱۳۵

لیجایا کر تجھے معاف ہے خدا کی قسم تو نے اس معاملے کو حل کر دیا پھر جب صبح ہوئی ان لوگوں کے پاس گیا اور وہی فیصلہ کیا جس کا نخیلہ نے اسے مشورہ دیا تھا۔

قصی بن کلاب کا حکومت مکہ پر غلبہ پانا اور اس کا قریش کو متحد کرنا اور بنی قضاعہ کا اس کی امداد کرنا

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب مذکورۂ بالا سال آیا اور بنی صُوفہ نے حسب عادت وہی کام کیے جو ہمیشہ وہ کیا کرتے تھے اس حال میں کہ تمام عرب ان کی تولیت اور ان کے حقوق سے واقف تھے اور ان کے دلوں میں وہ تمام کام بنی جرہم اور بنی خزاعہ کے وقت سے بطور مذہب جاگزیں تھے۔ تو قصی بن کلاب اپنی قوم قریش اور بنی کنانہ اور بنی قضاعہ کو ساتھ لیے عقبہ کے پاس آیا۔ اور کہا اس کام کی تولیت کا ہم تم[لے] سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ تو بنی صُوفہ نے قصی سے جنگ شروع کی اور خوب جنگ ہوئی بنی صُوفہ نے شکست کھائی اور جو چیزیں رسوم حج سے متعلقہ ان کے ہاتھوں میں تھیں ان سب پر قصی نے غلبہ حاصل کر لیا۔ جب یہ دیکھا تو بنی خزاعہ اور بنی بکر بھی قصی سے کترانے لگے۔ اور انھوں نے جان لیا کہ عنقریب کعبۃ اللہ اور امور مکہ میں وہ انھیں بھی مانع ہوگا جس طرح بنی صوفہ کو اس نے منع کر دیا اور جب وہ قصی سے کترانے لگے تو ۱۳۶

لے۔ (م ج د) میں لنحن اولی بہذا منکم ہے جس کے معنی ہم نے ترجمہ میں لکھے ہیں (الف) میں لانحن اولی بہذا منکم ہے اس کے معنی یوں ہوں گے کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ ہم تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

(احمد محمود ی)

قصی نے ان سے بھی جنگ کرنے کی تیاری کی اور ان سے لڑائی کی اپنی جانب سے ابتدا کر دی۔ اور بنی خزاعہ اور بنی بکر بھی اس سے مقابلے کے لیے نکلے۔ دونوں لشکر ملے۔ اور خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ فریقین میں سے بہت سے لوگ مارے گئے۔ پھر انھوں نے ایک دوسرے کو صلح کی دعوت دی۔ اور عرب ہی میں سے کسی ایک شخص کو حکم بنانے کی ٹھہری۔ اور یعمر بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کو حکم بنایا۔ یعمر نے ان میں فیصلہ یہ کیا کہ کعبۃ اللہ اور امور مکہ کے متعلق بنی خزاعہ کی بہ نسبت قصی زیادہ حقدار ہے اور بنی خزاعہ اور بنی بکر کے جن لوگوں کو قصی نے قتل کیا ان کا خون ساقط اور پامال اور قریش اور بنی کنانہ اور بنی قضاعہ کے جن لوگوں کا خون بنی خزاعہ اور بنی بکر نے کیا اس کی دیت دینا ان پر لازم ہوگا۔ اور کعبۃ اللہ اور مکہ کے معاملات میں قصی آزاد ہوگا۔ اسی روز سے یعمر بن عوف کا نام شَدَّاخ ہوگیا کیونکہ اس نے بہت سے خون اس روز ساقط اور پامال کر دئے۔ (شَدَخ کے معنی پیٹ میں بچہ مکمل ہونے سے پہلے گر گیا)۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگوں نے شُدَّاخ کہا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد سے بیت اللہ اور امور مکہ اور اپنی قوم کے گھروں سے مکہ تک تمام امور کے انتظام کا سرپرست قصی ہی بن گیا۔ اور اپنی قوم اور مکہ والوں کا بادشاہ ہوگیا اور اس کی قوم نے اس کو بادشاہ تسلیم بھی کر لیا لیکن قصی نے عرب کو ان کی اسی حالت پر برقرار رکھا جس حالت میں وہ تھے اور ایسا اس نے اس لیے کیا کہ وہ خود بھی ان تمام باتوں کو اپنے دل میں ایسا ہی مذہبی سمجھتا تھا کہ ان میں کسی قسم کا رد و بدل نہ ہونا چاہئے چنانچہ اس نے آل صفوان اور آل عَدْوان اور نسَأَہ اور مُرّہ بن عوف کو ان ہی حالات پر قائم رکھا جن حالات پر وہ تھے۔ یہاں تک کہ اسلام آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ان (کی حکومت کے) تمام عمارات کو ڈھا دیا۔ بنی کعب بن لوی میں، قصی پہلا شخص تھا، جس نے ایسی حکومت حاصل کی جس کے سبب سے اس کی قوم نے اس کی اطاعت کی۔ اور عہدہ ہائے حِجَابَہ و سِقَایَہ و رِفَادَہ

۱۳۷

و نَدْوَہ و لِواء سب کے سب قصی ہی سے متعلق تھے ۔ اور وہ مکہ میں ہر طرح کی رفعت و منزلت کا جامع تھا۔ (حجابہ ۔ خدمت پردۂ کعبۃ اللہ۔ سقایہ۔ حاجیوں کو زمزم کا پانی پلانے کی خدمت ۔ رفادہ ۔ حاجیوں کی ضیافت۔ نَدْوَہ ۔ مجلس شوریٰ ۔لواء ۔ پرچم باندھنے کی خدمت)۔ اس نے مکہ کے چار حصے کئے اور اپنی قوم میں بانٹ دیئے ۔ اور قریش میں کے ہر ایک قبیلہ کو اس نے وہ منزلت دی جس پر وہ پہلے سے تھے ۔ لوگوں کا ادعا ہے کہ قریش نے حرم کے ان درختوں کے کاٹنے سے خوف کیا جو ان کے گھروں میں تھے تو قصی نے اور اس کے مددگاروں نے اپنے ہاتھ سے انھیں کاٹا ۔

قریش نے اس کا نام مُجَمِّع رکھ دیا ۔ اس لیے کہ وہ مکہ کی ہر طرح کی رفعت و منزلت کا جامع تھا ۔ اور انھوں نے اس کی حکومت کو مبارک پایا ۔ اس لیۓ قریش کی کسی عورت کا نکاح اور کسی مرد کی شادی نہوتی اور نہ وہ کسی نازل شدہ کسی دشوار معاملے میں مشورہ کرتے اور نہ کسی قوم[1] سے جنگ کے لیے پرچم باندھتے مگر اسی کے گھر میں ۔ ان کے پرچم، قصی کا کوئی لڑکا باندھ دیا کرتا ۔ قریش کی کوئی لڑکی چولی پہنے کی عمر کو پہنچ کر چولی نہ پہنتی مگر اسی کے گھر میں ۔ اسی کے گھر میں اس لڑکی کے جسم پر چولی بیونتی جاتی اور پہنائی جاتی اس کے بعد وہ اپنے لوگوں کے پاس جاتی۔ اس کی قوم قریش میں اس کے احکام کا یہ حال اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد بھی حکم مذہبی کی طرح ضروری الاتباع ہو گیا تھا کہ اس کے خلاف نہ کیا جاتا ۔ اور اس نے اپنے لیے ایک مشورہ گھر بنوایا ۔ اور اس کا دروازہ کعبۃ اللہ کی مسجد کی طرف رکھا اسی میں قریش اپنے معاملات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ شاعر کہتا ہے۔

قُصَیٌّ لَعَمْرِی کَانَ یُدْعَی مُجَمِّعاً ۔ بِہٖ جَمَعَ اللّٰہُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِہْرِ

---

[1] ۔ (الف ا) ۔ لحرب قوم فی غیرہم (ب ج د) لحرب قوم من غیرہم ۔ پہلے نسخے میں فی کا جو استعمال کیا گیا ہے وہ غلط معلوم ہوتا ہے ۔ (احمد محمودی)

میری عمر کی قسم قصی جو مُجمّع کے نام سے مشہور تھا اسی کے
ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی فہر کے تمام قبیلوں کو متحد کر دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ عبد الملک بن راشد نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے باپ نے سائب بن خبّاب حجرے والے کو کہتے سنا کہ عمر بن الخطاب (رضی اللہ) سے آپ کی خلافت کے زمانے میں ایک شخص قصی بن کلاب کے حالات بیان کر رہا تھا جس میں اس کے اپنی قوم کو متحد کرنے، اور بنی خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے نکال دینے اور بیت اللہ کی تولیت، اور مکہ کی حکومت، حاصل کرنے، کا ذکر تھا تو عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے اس کی تردید وانکار نہیں کیا۔

۱۳۸ ابن اسحٰق نے کہا کہ جب قُصَیّ اپنی جنگ سے فارغ ہوا تو اس کا بھائی رِزَاح بن ربیعہ اپنی قوم کے ان لوگوں کو لے کر جو اس کے ساتھ تھے اپنے شہروں کی طرف لوٹ گیا۔ اور رِزَاح نے قصی کی استدعا کو قبول کرنے کے متعلق کہا ہے۔

لَمَّا أَتَى مِنْ قُصَيٍّ رَسُولُ فَقَالَ الرَّسُولُ: أَجِيبُوا الْخَلِيلَا

جب قصی کے پاس سے قاصد آیا اور قاصد نے کہا کہ
ایک دوست کی استدعا کو قبول کرو۔

نَهَضْنَا إِلَيْهِ نَقُودُ الْجِيَادَ وَنَطْرَحُ عَنَّا الْمَلُولَ الثَّقِيلَا

تو ہم اس کی طرف جانے کے لیے گھوڑوں کو کھینچ لائے
اور اپنی انتہائی سستی کو پھینک کر اٹھ کھڑے ہوے۔

نَسِيرُ بِهَا اللَّيْلَ حَتَّى الصَّبَاحِ وَنَكْمِي النَّهَارَ لِئَلَّا نَزُولَا

ہم ان گھوڑوں پر رات تمام چلتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی
اور دن میں چھپ رہتے تاکہ ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔

فَهُنَّ سِرَاعٌ كَوِرْدِ الْقَطَا يُجِبْنَ بِنَا مِنْ قُصَيٍّ رَسُولَا

۱۳۸

وہ گھوڑے جو قُصَیّ کے پاس سے ہمارے پاس قاصد کو لائے ایسے تیز تھے جیسے پانی پینے جاتے وقت مرغ سنگ خوار۔

جَمَعْنَا مِنَ السِّرِّ مِنْ أَشْمَذَيْنِ ۔ وَمِنْ كُلِّ حَيٍّ جَمَعْنَا قَبِيلَا

ہم نے اَشْمَذَین (نامی پہاڑوں یا قبیلوں) سے اور ہر ایک بڑے قبیلے میں سے بہترین افراد کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں جمع کرلیں۔

فَيَا لَكِ حَلْبَةَ مَا لَيْلَةٍ ۔ تَزِيدُ عَلَى الْأَلْفِ سَيْبًا رَسِيلَا

اے گھڑدوڑ کے گھوڑو تمھیں کیا ہوگیا کہ دوسرے گھوڑوں کے مقابلے میں تیز چھوڑنے کے باوجود تم نے ایک رات میں ایک ہزار (میل یا فرسخ) سے زیادہ مسافت طے نہ کی۔

۱۳۹

فَلَمَّا مَرَرْنَ عَلَى عَسْجَرٍ[1] ۔ وَأَسْهَلْنَ مِنْ مُسْتَنَاخٍ سَبِيلَا

پھر جب وہ گھوڑے مقام عسجر پر گزرے اور منزل کے راستے میں سے (کچھ حصہ طے کرکے) آسانی پیدا کرلی۔

وَجَاوَزْنَ بِالرُّكْنِ مِنْ وَرِقَانَ ۔ وَجَاوَزْنَ بِالْعَرْجِ حَيًّا حُلُولَا

اور مقام وَرِقان کے ایک حصے پر سے گزر کر وادی عَرْج پر گزرے جہاں ایک قبیلہ اترا ہوا تھا۔

مَرَرْنَ عَلَى الْحِلِّيِّ مَا ذُقْنَهُ ۔ وَعَالَجْنَ مِنْ مَرِّ لَيْلًا طَوِيلَا

تو وہ گھوڑے حَلِّی نامی نبات پر سے گذرے لیکن اس کو چکھا تک نہیں (یا نشیب کے جمع شدہ پانی پر سے گزرے اور اس کو پیا تک نہیں اور (مقام) مُرّ (الظہران کی مسافت)

---

[1] (ب ج ۔) عسجر نام مقام (الف) عسجد سونے جواہرات کے معنی ہیں جو اس مقام سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے (احمد محمودی)

یہ کوشش رات کے ایک بڑے حصے میں طے کی۔

نُدَنِّي مِنَ العُوذِ أَفْلَاءَهَا ‏ ‏ إِرَادَةَ أَن يَسْتَرِقْنَ الصَّهِيلَا

ہم جنی ہوئی اونٹنیوں کے قریب ان کے بچوں کو رکھنا
چاہتے تھے کہ وہ ان کی آواز سیکھ جائیں۔

فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى مَكَّةٍ ‏ ‏ أَبَحْنَا الرِّجَالَ قَبِيلًا قَبِيلَا

پھر جب ہم مکہ پہنچے تو بہادروں کے بہت سے قبیلوں
کا خون ہم نے مباح کر دیا۔

نُعَاوِرُهُمْ ثَمَّ حَدَّ السُّيُوفِ ‏ ‏ وَفِي كُلِّ أَوْبٍ خَلَسْنَا العُقُولَا

وہاں ہم نے ان کے مقابلے میں تلواروں کی باڑہ سے
مدد لے کر ہر پلیٹرے اور وار میں ان کی عقلیں چھین لیں۔

نُخَبِّزُهُمْ بِصِلَابِ النُّسُورِ ‏ ‏ خَبْزَ القَوِيِّ العَزِيزِ الذَّلِيلَا

ہم انھیں سخت گِدھوں (کے جیسے گھوڑوں) کے
ذریعے اس طرح ہانک رہے تھے جس طرح ایک قوت و
عزت والا ذلیلوں کو ہانکتا ہے۔

قَتَلْنَا خُزَاعَةَ فِي دَارِهَا ‏ ‏ وَبَكْرًا قَتَلْنَا وَجِيلًا فَجِيلَا

ہم نے بنی خُزاعة کو ان کے گھر میں قتل کیا اور بنی بکر
اور ایک قبیلے کے بعد دوسرے قبیلے کو قتل کیا۔

نَفَيْنَاهُمُ مِنْ بِلَادِ المَلِيكِ ‏ ‏ كَمَا لَا يَحُلُّونَ أَرْضًا سُهُولَا

شاہی شہروں سے ہم نے انھیں اس طرح جلاوطن کر دیا

گویا وہ (یہاں کی) کسی نرم زمین میں (کبھی) اترے ہی نہ تھے۔

فَأَصبح سَبیُہُم فِی الحَدِیدِ   وَمِن کُلِّ حَیٍّ شَفَینَا الغَلِیلَا

نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں کے قیدی صبح صبح لوہے میں جکڑے گئے اور ہر ایک قبیلے کے کینہ وروں کو کینہ و بغض کی بیماری سے ہم نے چنگا کر دیا۔

اور ثعلبہ بن عبد اللہ بن ذبیان بن الحرث بن سعد بن ہُذَیم القضاعی نے اس کے متعلق کہا ہے کہ قصی نے جب انھیں بلایا تو انھوں نے اس کی استدعا قبول کی۔

جَلَبنَا الخَیلَ مُضمَرَۃً تَغَالَی   مِنَ الأَعرَافِ أَعرَافِ الجِنَابِ

ہم مقام جناب کی سطح مرتفع سے قیمتی و بلے پتلے گھوڑے لے کر۔

إِلَی غَورَی تِہَامَۃَ فَالتَقَینَا   مِنَ الفَیفَاءِ فِی قَاعٍ یَبَابِ

تہامۃ کے نشیبی سرزمین کی طرف چلے اور ایک بے آب و گیاہ بنجر میدان میں پہنچے۔

فَأَمَّا صُوفَۃُ الخُنثَی فَخَلَّوا   مَنَازِلَہُم مُحَاذَرَۃَ الضِّرَابِ

اور نامرد بنی صوفہ نے تو جنگ کے خوف سے اپنے گھر خالی کر دیئے۔

وَقَامَ بَنُو عَلِیٍّ إِذ رَأَونَا   إِلَی الأَسیَافِ کَالإِبِلِ الطِّرَابِ

اور بنی علی نے جب ہم کو دیکھا تو اپنی تلواروں کی طرف اس طرح لپکے جس طرح اپنے گھر کی طرف اونٹ تیزی سے

جاتے ہیں۔
اور قصی بن کلاب نے کہا ہے۔

۱۴۰ أَنَا ابْنُ الْعَاصِمِينَ بَنِي لُؤَيٍّ بِمَكَّةَ مَنْزِلِي وَبِهَا رَبِيتُ

میں بنی لوئی کے معصوموں کا بیٹا ہوں مکہ میں
میرا گھر ہے اور یہیں میری نشو و نما ہوئی۔

إِلَى الْبَطْحَاءِ قَدْ عَلِمَتْ مَعَدٌّ وَمَرْوَتُهَا رَضِيتُ بِهَا رَضِيتُ

(یہاں سے) بطحاء تک بنی مَعَدّ نے مجھے خوب
جان لیا ہے اور مکہ کا کوہ مَرْوَہ ایسا پہاڑ ہے جس سے میں
خوب راضی ہوگیا۔

فَلَسْتُ لِغَالِبٍ إِنْ لَمْ تَأَثَّلْ بِهَا أَوْلَادُ قَيْذَرَ وَالنَّبِيتِ

مجھے بنی غالب میں سے نہ سمجھنا اگر اس میں اولاد قَیْذَر
و نبیت کی جڑیں نہ جم گئیں۔

رِزَاحٌ نَاصِرِي وَبِهِ أُسَامِي فَلَسْتُ أَخَافُ ضَيْمًا مَا حَيِيتُ

میری امداد کرنے والا رزاح ہے اور اسی پر میں فخر کرتا
ہوں جب تک میں زندہ رہوں کسی ظلم سے میں نہیں ڈرتا۔

پھر جب رزاح بن ربیعۃ یہاں سے جاکر اپنی بستیوں میں رہنے لگا۔
اللہ نے اس کی اور حنّ کی اولاد کو خوب پھیلایا اور آج جو بنی عذرۃ کے دو
قبیلے ہیں انہی دونوں کی اولاد ہیں رزاح بن ربیعۃ جب اپنے وطن کو آیا تو
اس کے اور بنی نہد بن زید اور بنی حوتکہ بن اَسْلَم کے درمیان کچھ اختلاف ہوگیا
تو اس نے انھیں ڈرایا حتیٰ کہ وہ یمن چلے گئے اور بنی قضاعہ کی بستیوں سے
جلاوطن ہو گئے اور وہ آج بھی یمن ہی میں ہیں۔ قصی بن کلاب نے جو بنی قضاعہ

سے محبت رکھتا تھا۔ اور ان کی ترقی کو اور ان کی بستیوں میں ان سب کے ایک جگہ رہنے کو پسند کرتا تھا۔ اور جو برتاؤ رزاح نے ان کے ساتھ کیا اس کو ناپسند کرتا تھا اسی نے یہ اشعار کہے ہیں۔ کیونکہ قصی اور رزاح میں رشتہ داری تھی۔ اور قصی نے جب رزاح وغیرہ کو اپنی امداد کے لیے بلوایا تو انھوں نے اس کی استدعا قبول کی اور اس کے لیے انھوں نے آفتیں اٹھائی تھیں۔

۱۴۱ أَلَا مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّي رِزَاحًا فَإِنِّي قَدْ لَحَيْتُكَ فِي اثْنَتَيْنِ

کیا کوئی ایسا شخص نہیں جو میری جانب سے رزاح کو یہ پیام پہنچا دے کہ میں تجھے دو باتوں پر ملامت کرتا ہوں۔

لَحَيْتُكَ فِي بَنِي نَهْدِ بْنِ زَيْدٍ كَمَا فَرَّقْتَ بَيْنَهُمُ وَبَيْنِي

ایک تو بنی نہد بن زید کے معاملے میں تجھے ملامت کرتا ہوں جس طرح تو نے ان میں اور مجھ میں جدائی ڈال دی۔

وَحَوْتَكَةَ بْنِ أَسْلَمَ إِنَّ قَوْمًا عَنَوْهُمْ بِالْمَسَاءَةِ قَدْ عَنَوْنِي

دوسرے حوتکہ بن اسلم کے بارے میں، جن لوگوں نے بنی حوتکہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا انھوں نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگ ان اشعار کی نسبت زہیر بن جناب الکلبی کی جانب کرتے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب قصی زیادہ عمر والا ہو گیا اور اس کی ہڈیاں دگھل گھل کر) پتلی ہو گئیں۔ اور عبد الدار اس کا پہلونٹا لڑکا تھا۔ لیکن عبد مناف نے اپنے باپ ہی کے زمانے میں عزت و رفعت حاصل کر لی تھی۔ اور ہر طرح کے تجربات حاصل کر لیے تھے اور اس کے دو اور لڑکے بھی تھے جن کا نام عبد العزیٰ

اور عبد تھا۔ تو قصی نے عبد الدار سے کہا پیارے بچے سن لے۔ خدا کی قسم میں تجھے ان لوگوں سے پیچھے نہ رہنے دوں گا اگرچہ انھوں نے تجھ پر برتری حاصل کر لی ہے ان میں کا کوئی شخص کعبۃ اللہ میں داخل نہ ہو سکے گا جب تک کہ تو خود اس کے لیے دروازہ نہ کھولے قریش کی کسی جنگ کا پرچم نہ باندھا جائے گا جب تک کہ تو اپنے ہاتھ سے نہ باندھے مکہ میں میرے کٹورے کے بغیر کوئی (زمزم کا پانی) نہ پیئے گا۔ اور نہ حاجیوں میں سے کوئی شخص تیرے کھانے کے سوا دوسروں کا کھانا کھائے گا۔ قریش اپنے معاملات میں سے کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہ کریں گے مگر تیرے ہی گھر میں اور اس نے اپنا گھر جس کا نام دار الندوہ تھا اسے دیدیا جس کے سوا کسی دوسرے گھر میں قریش اپنے معاملات میں سے کسی معاملے کا فیصلہ نہ کرتے تھے۔ اور حجابہ ولواء وسقایہ ورفادہ سب کچھ اسی کے حوالے کر دیا رفادہ ایک طرح کا خراج تھا جو ہر موسم حج میں قریش اپنے مال میں سے قصی بن کلاب کے حوالے کیا کرتے تھے اور وہ اس رقم سے حاجیوں کے لیے کھانا تیار کرواتا اور اس کو وہ لوگ کھاتے جو تونگر نہ ہوتے اور جن کے پاس زاد راہ نہ ہوتا۔ اس خراج کو قصی نے قریش پر لازمی گردانا تھا۔ جب اس نے انھیں اس کا حکم دیا تو کہا تھا اے گروہ قریش تم اللہ کے پڑوسی ہو اور اس کے گھر والے ہو اور حرم میں رہنے والے ہو اور حجاج اللہ کے مہمان ہیں اور اس کے گھر کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور تمام مہمانوں میں سب سے زیادہ وہ عزت واکرام کے حق دار ہیں۔ اس لیے حج کے زمانے میں ان کے لیے کھانا پانی تیار رکھو اس وقت تک کہ وہ تمھارے پاس سے واپس چلے جائیں انھوں نے اس کی بات مان لی اور ہر سال اپنے مال میں سے اس کے لیے مال نکالتے اور وہ قصی کے حوالے کرتے۔ وہ منیٰ میں حاجیوں کے رہنے کے زمانے میں اس سے کھانا تیار کرواتا۔ اور اس کا یہ حکم زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کی قوم پر برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ اسلام آیا۔ پھر اسلام میں بھی آج تک وہی طریقہ جاری ہے سلطان ہر سال منیٰ میں حج سے فارغ ہونے تک لوگوں کے لیے جو کھانا تیار کرواتا ہے یہ وہی کھانا ہے۔

۱۴۲

ابن اسحٰق نے کہا کہ قصی بن کلاب کے یہ حالات اور اس نے اپنے تمام اختیارات عبدالدار کو دیتے وقت جو کچھ کہا تھا اس کی روایت میرے والد اسحٰق بن یسار نے حسن بن محمد بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے سن کر مجھ سے بیان کی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے حسن سے یہ واقعات اس وقت سنے جب وہ بنی عبدالدار کے ایک شخص سے کہہ رہے تھے جس کا نام نُبَیہ بن وہب بن عامر بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی تھا۔ حسن نے کہا کہ قصی نے ہر وہ چیز جو اس کی قوم کے متعلق اس کے ہاتھ میں تھی اس کے حوالے کر دی۔ اور قصی کا یہ حال تھا کہ وہ اس کے کیے ہوئے کسی کام کو نہ رد کرتا اور نہ اس کے خلاف کرتا۔

قصی کے بعد قریش کا اختلاف اور حلف المطیبین

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر قصی بن کلاب کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد اس کی قوم کے اور اس کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگوں کے انتظامات پر اس کے لڑکے قائم ہوئے انھوں نے مکہ کو چار حصوں میں تقسیم کر لیا جس کو قصی نے اپنی قوم میں تقسیم کر دیا تھا یہ لوگ اپنے اپنے حصوں میں سے اپنی قوم کو اور اپنی قوم کے علاوہ اپنے حلفاء میں سے دوسروں کو دیتے بھی تھے اور فروخت بھی کرتے تھے۔ قریش اسی حالت پر ان کے ساتھ چند روز رہے۔ اور ان میں کوئی جھگڑا یا اختلاف نہ ہوا۔ پھر چند روز کے بعد بنی عبد مناف بن قصی عبد شمس ہاشم مطلب اور نوفل نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ بنی عبدالدار بن قصی کے

لہ۔ خط کشیدہ الفاظ نسخہ (الف) میں نہیں ہیں۔

(احمد محمودی)

ہاتھوں میں جو عہدہائے حجابہ و لواء و سقایہ و رفادہ میں جن کو قصی نے عبدالدار بن قصی کے حوالے کیا تھا وہ ان سے لے لیں۔ انھوں نے بہ نسبت ان کے خود کو ان کاموں کا زیادہ حقدار خیال کیا کیونکہ ان کو ان کی قوم پر برتری اور فضیلت حاصل تھی۔ اس وقت قریش متفرق ہو گئے ایک گروہ تو بنی عبدمناف کے ساتھ ان کی رائے کے موافق ہو گیا جن کی رائے یہ تھی کہ اس کام کے لیے بنی عبدالدار کی بہ نسبت یہ لوگ زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کی قوم میں ان لوگوں کو ایک خاص مرتبہ حاصل تھا۔ اور ایک گروہ بنی عبدالدار کے ساتھ ہو گیا۔ ان کا خیال تھا کہ قصی نے جو عہدے ان لوگوں کے سپرد کروئے تھے وہ ان کے ہاتھوں سے نکال لیے جائیں۔ ۱۴۳

بنی عبدمناف کی حکومت عبدشمس بن عبدمناف کے ہاتھ میں تھی اس لیے کہ وہ بنی عبدمناف میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھا۔ اور بنی عبدالدار کی حکومت عامر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار کے ہاتھ میں۔ اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اور بنی زہرہ بن کلاب اور بنی تیم بن مرہ بن کعب اور بنی الحارث بن فہر بن مالک بن نضر بنی عبدمناف کے ساتھ تھے۔

اور بنی مخزوم بن یقظۃ بن مرۃ اور بنی سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب اور بنی جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب اور بنی عدی بن کعب بنی عبدالدار کے ساتھ تھے۔

اور عامر بن لوئی اور محارب بن فہر ان دونوں سے خارج تھے یہ لوگ فریقین میں سے کسی کے طرفدار نہ تھے۔

فریقین میں سے ہر ایک فریق کے قبائل نے اس معاملے میں تاکیدی قسمیں کھائیں کہ جب تک سمندر کے پانی میں کسی صوف کے ٹکڑے کو تر کرنے کی خاصیت ہے ایک دوسرے کو بے امداد نہ چھوڑے گا ایک دوسرے کی معاونت سے کنارہ کش نہ ہوگا۔ اور بنی عبدمناف نے عطر سے بھرا ہوا ایک کٹورا نکالا۔ بعض کا دعویٰ ہے کہ بنی عبدمناف کی ایک عورت ان کے لیے وہ کٹورہ نکال لائی۔ اور انھوں نے اس کو مسجد میں کعبۃ اللہ کے پاس ان کو قسمیں دینے کے لیے رکھا۔ اور بنی عبدمناف اور ان کے

طرفداروں نے اپنے ہاتھ اس میں ڈبوئے اور آپس میں معاہدہ کیا۔ اور اس کے بعد کعبۃ اللہ کو سبھوں نے چھوا کہ ان پر یہ قسمیں تاکیدی ہو جائیں۔ یہ معاہدین مطیبین کے نام سے مشہور ہوئے۔

۱۴۴ اور بنی عبدالدار اور ان کے طرف داروں نے بھی کعبۃ اللہ کے پاس تاکیدی قسمیں کھائیں اور معاہدہ کیا کہ ایک دوسرے کو بے امداد نہ چھوڑیگا اور ایک دوسرے کی معاونت سے کنارہ کش نہوگا۔ اور ان معاہدین کا نام احلاف پڑگیا۔ پھر ان قبائل میں طرفداریاں پیدا ہوگئیں اور ان میں کے بعض بعض کے سر ہوگئے۔ بنی عبدمناف نے بنی سہم کے لیے اور بنی اسد نے بنی عبدالدار کے لیے اور بنی زہرہ نے بنی جمح کے لیے اور بنی تیم نے بنی مخزوم کے لیے اور بنی حارث بن فہر نے بنی عدی بن کعب کے لیے تیاریاں شروع کیں۔

پھر انھوں نے کہا کہ ہر قبیلے کو چاہیے کہ اپنے مقابل والے قبیلے کے خلاف دوسروں کو ابھارے[ل] لوگ ان حالات میں جنگ کے لیے مستعد ہوگئے تھے کہ یکایک دونوں جانب سے صلح کی استدعا ان شرائط پر ہوی کہ بنی عبدمناف کے ذمہ سقایہ و رفادہ کر دیا جائے اور حجابہ و لواء و ندوہ بنی عبدالدار کے پاس ویسا ہی رہے جیسا ابتک تھا۔ اور صلح ہوگئی اور اس پر فریقین راضی ہوگئے اور لوگ جنگ سے رک گئے۔ اور جو جس کے حلیف تھے اسی حالت پر رہے۔ اور وہ اسی حالت پر برقرار رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا كَانَ مِنْ حِلْفٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ لَمْ يَزِدْهُ إِلَّا شِدَّةً

ل۔ (ب ج د) لتغر (الف) لتغن جس کے معنی کافی ہو جانے (ب) کے حاشیہ پر ایک تیسرا نسخہ ہے لتعن جس کے معنی بالکل برعکس ہوتے ہیں۔ (احمد محمودی)

جاہلیت میں جو کچھ معاہدہ تھا اسلام نے اس کے
استحکام ہی کو بڑھا دیا ہے۔

حِلف الفضول

(ابن ہشام نے کہا کہ) حلف فضول کے متعلق زیاد بن عبد اللہ البکائی نے محمد بن اسحٰق سے روایت بیان کی کہا کہ قریش کے بعض قبائل نے ایک دوسرے کو ایک حلف کے لیے طلب کیا اور سب کے سب عبد اللہ بن جُدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی کے گھر اس کی عزت اور اس کی عمر کے سبب جمع ہوئے اور اس کے پاس بنی ہاشم بنی مطلب اور اسد بن عبد العزیٰ اور زہرہ بن کلاب نے قسمیں کھائیں اور اس بات پر معاہدہ منعقد ہوا کہ مکہ میں وہ کسی مظلوم کو پائیں گے تو اس کی امداد کو کھڑے ہو جائیں گے خواہ وہ مظلوم مکہ کا رہنے والا ہو یا دوسرے لوگوں میں سے کوئی وہاں آیا ہو۔ اور جس نے ظلم کیا ہے اس کا مقابلہ کریں گے یہاں تک کہ وہ مظلوم کو اس کا حق لوٹا دے قریش نے اسی معاہدے کا نام حلف الفضول رکھا۔

۱۴۵

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن زید بن المہاجر بن قُنفُذ تیمی نے بیان کیا اس نے طلحہ بن عبد اللہ بن عوف زہری سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقَدْ شَهِدْتُ فِي دَارِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي
بِهِ حُمُرَ النَّعَمِ وَلَوْ أُدْعَى بِهِ فِي الإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ

عبداللہ بن جدعان کے گھر ایک حلف کے وقت میں
موجود تھا۔ اس کے معاوضہ میں بہت سے سرخ اونٹوں کے
ملنے کو بھی میں پسند نہ کروں گا۔ اگر اس معاہدے کے رو سے
اسلام میں بھی کوئی دعوی ہو تو ضرور میں اس کو قبول کر دوں گا۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن الہاد اللیثی
نے بیان کیا کہ محمد بن ابراہیم بن الحارث تیمی نے ان سے بیان کیا کہ حسین
ابن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما۔ اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے
درمیان کچھ مالی جھگڑا تھا جو ذی المروۃ میں واقع تھا اور ولید ان دنوں مدینہ
پر حاکم تھا اس کے چچا معاویہ بن ابی سفیان نے اس کو وہاں کا حاکم بنایا تھا۔
اور ولید نے اپنی حکومت کے سبب حسین (رضی اللہ عنہ) پر آپ کے حق
میں ظلم و زیادتی کی تھی۔ تو حسین (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا میں خدا کی قسم
کھاتا ہوں کہ تجھے میرے حق میں انصاف کرنا ہوگا ورنہ میں اپنی تلوار لوں گا اور ۱۴۶
اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑا ہو کر حلف الفضول کی رو سے
امداد طلب کروں گا۔ راوی کہتا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو کے
وقت عبداللہ بن زبیر ولید کے پاس ہی تھے انھوں نے کہا میں بھی خدا کی قسم
کھاتا ہوں کہ اگر انھوں نے حلف الفضول کی رو سے امداد طلب کی تو میں بھی
اپنی تلوار لے کر ان کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ یہاں تک وہ ان کے حق میں
انصاف کرے یا ہم سب کے سب مر جائیں راوی کہتا ہے کہ یہ خبر مسور بن
مخرمہ[1] بن نوفل الزہری کو پہنچی تو اس نے بھی وہی کہا اور عبدالرحمن بن عثمان
ابن عبیداللہ التیمی کو یہ معلوم ہوا تو اس نے بھی وہی کہا۔ اور یہ بات جب ولید
ابن عتبہ تک پہنچی تو اس نے حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں انصاف کیا
یہاں تک آپ اس معاملے پر راضی ہو گئے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یزید بن عبداللہ بن اُسامہ بن الہاد اللیثی
نے محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی کی روایت سے بیان کیا انھوں نے کہا کہ
ابن زبیر کے قتل کے وقت جب لوگ عبدالملک کے پاس جمع ہوئے تو محمد بن جُبیر

[1] (الف ب) مخرمہ بائے حطی۔ (ج د) مخرمہ بزائے معجمہ۔ (احمد محمودی)

بنی مُطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بھی جو قریش میں سب سے زیادہ عالم تھے آئے اور جب عبد الملک بن مروان بن الحکم کے پاس گئے تو اس نے کہا اے ابو سعید کیا ہم اور تم یعنی بنی عبد شمس بن عبد مناف اور بنی نوفل بن عبد مناف حلف الفضول میں نہ تھے تو انھوں نے کہا آپ کو خوب معلوم ہے عبد الملک نے کہا اے ابو سعید تمھیں چاہیئے کہ اس میں جو سچ ہو وہ مجھے بتا دو۔ انھوں نے کہا نہیں خدا کی قسم ہم اور آپ دونوں کے دونوں اس عہد سے خارج ہو چکے۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا۔ (قصۂ حلف الفضول ختم ہو گیا)

۱۴۷ ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد رفادہ اور سقایہ کی دیکھ بھال ہاشم بن عبد مناف سے متعلق ہوئی اس لیے کہ عبد الشمس بڑا سیاح تھا مکہ میں کبھی نہیں ٹھیرتا تھا کم آمدنی اور کثیر الاولاد بھی تھا۔ اور ہاشم مالدار تھا لوگوں کا بیان ہے کہ جب حج کا زمانہ آتا تو قریش کے مجمع میں کھڑا ہو جاتا اور کہتا اے گروہ قریش تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ہمسایہ اور اس کے گھر والے ہو۔ زمانہ حج میں تمھارے پاس اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والے اور اس کے گھر کا قصد کرنے والے آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اور تمام مہمانوں میں تعظیم کے سب سے زیادہ مستحق وہی ہیں لہذا ان کے لیے چندہ جمع کرو جس سے[۱] ان کے لیے تم اتنے دنوں کا کھانا تو تیار کر سکو جتنے دن ان کا یہاں رہنا ضروری ہے خدا کی قسم اگر میری آمدنی اس کے لیے کافی ہوتی تو تم پر میں اس کا بار نہ ڈالتا۔ پس قریش کا ہر شخص اپنی اپنی استطاعت کے موافق اپنی آمدنی میں سے مدخرچ نکالتا اور اس سے حاجیوں[۲] کے لیے کھانا تیار کیا جاتا یہاں تک وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔ ان لوگوں کے دعوے کے لحاظ سے ہاشم ہی پہلا شخص تھا جس نے قریش کے لیے سرما و گرما کے دو سفروں کا طریقہ نکالا۔ اور وہی پہلا شخص ہے جس نے حجاج[۳] کو مکہ میں ثرید کھلائی۔ اس کا نام تو عمرو تھا لیکن اپنی قوم کو مکہ میں روٹیاں چور کر کھلانے کے سبب اس کا نام ہاشم مشہور ہو گیا۔ (ہشم کے معنی ہیں توڑا چورا کیا)۔

قریش کے یا عرب کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

---

[۱] خط کشیدہ الفاظ صرف (الف) میں ہیں۔ (احمد محمودی) [۲] (ب ج د) الحج (الف) الحاج یعنے جیسے حجاج آتے (احمد محمودی)

[۳] (ب ج د) الاقامہ (الف) الضیافہ دوسرا نسخہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

[۴] حجاج کا لفظ (الف) میں نہیں ہے جو سہو کاتب معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

عَمْرُو الَّذِی هَشَمَ الثَّرِیدَ لِقَوْمِهِ ۔۔۔ قَوْمٍ بِمَكَّةَ مُسْنِتِینَ[1] عِجَافِ

عمرو ہی وہ شخص ہے جس نے روٹی چور کر ثرید اپنی اس قوم کو کھلائی جو مکہ میں قحط زدہ اور دبلی پتلی ہو گئی تھی۔

ابن ہشام نے کہا کہ حجاز والوں میں سے بعض علماء شعر نے مجھے اس طرح شعر سنایا قوم بمکہ مسنتون[2] عجاف۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد تاجرانہ کاروبار کی حالت میں غَزَّہ نامی بستی میں جو سرزمین شام میں واقع ہے ہاشم بن عبد مناف کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد سقایہ و رفادہ کی نگرانی مطلب بن عبد مناف سے متعلق ہو گئی جو عبد شمس کا چھوٹا بھائی تھا۔ اور اس کی قوم میں اس کو عزت و شرف بھی حاصل تھا۔ اور قریش نے اس کی سخاوت کے سبب سے اس کا نام فیض رکھ دیا تھا۔ اور ہاشم بن عبد مناف مدینہ بھی آیا تھا اور بنی عدی بن نجار کی ایک عورت سلمیٰ بنت عمرو سے شادی کی تھی جو اس سے پہلے اُحَیحَہ بن الجُلاح بن الحریش[3] کی زوجیت میں تھی۔

١٤٨

ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگ الحریش[4] بن جَحجَبی[5] بن کُلفَہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس کہتے ہیں جس سے اس کے ایک لڑکا ہوا جس کا نام عمرو بن اُحیحَہ تھا۔ اور یہ عورت اپنے رتبے کی برتری کے سبب سے کسی سے نکاح کے لیے اس وقت تک راضی نہ ہوتی تھی جب تک کہ وہ یہ شرط نہ کر لیتی کہ اس کی طلاق کا اختیار خود اسی کو ہوگا۔ جب وہ اپنے شوہر سے ناراض ہو گئی تو اس سے علٰحدہ ہو جائے گی۔ اس کو ہاشم سے عبد المطلب پیدا ہوئے۔ سلمیٰ نے عبد المطلب کا نام شیبہ رکھا۔ ہاشم نے اس لڑکے کو سلمیٰ ہی کے پاس ہوش سنبھالنے بلکہ اس سے بھی زیادہ بالغ ہونے تک چھوڑ دیا۔ چند روز بعد انکا چچا المطلب بھتیجے لینے اور

---

[1] (الف ب ج د) میں یہی مصرع ہے (ب د) کے حاشیہ پر در حال مکہ مسنتون عجاف ہے (احمد محمودی)

[2] (الف) میں مسنتون ہے اور یہی نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اصل میں بھی مسنتین اور پھر دوسری روایت میں بھی مسنتین ہو تو دوسری روایت کے کیا معنے ہونگے۔ (ب ج د) میں مسنتین ہے (احمد محمودی)

[3] (ج د) الجریش۔ [4] (ج د) الحریش۔ [5] (ج د) جحجبی۔ (احمد محمودی)

اپنے شہر اور اپنی قوم میں لے آنے کے لئے نکلا سلمیٰ نے اس سے کہا میں اس کو تیرے ساتھ نہیں بھیجتی مطلب نے کہا میں جب تک اس کو اپنے ساتھ نہ لے لوں گا واپس ہی نہوں گا ۔ وہ میرا بھتیجا ہے اور بالغ ہو چکا ہے ۔ اور وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسروں میں اجنبی بنا ہوا ہے ۔ اور ہم اپنی قوم میں اعلیٰ خاندان والے ہیں اپنی قوم کے بہت سے معاملات کی سرپرستی ہمیں حاصل ہے ۔ اس لڑکے لیے اس کی قوم اور اس کا شہر اور اس کا خاندان غیروں میں رہنے کی بہ نسبت بہتر ہے ۔ یہی الفاظ یا اسی طرح کے الفاظ کہے ۔ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ شیبہ نے اپنے چچا المطلب سے کہا کہ میں اپنی ماں کو جب تک وہ مجھے اجازت نہ دے نہ چھوڑوں گا ۔ تو سلمیٰ نے ان کو اجازت دیدی ۔ اور شیبہ کو المطلب کے حوالے کر دیا ۔ اور وہ انھیں اپنے ہمراہ لایا ۔ اور شیبہ کو لیے ہوئے مکہ میں داخل ہوا تو شیبہ اس کے اونٹ پر اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے (یہ دیکھتے ہی) قریش نے کہا کہ یہ المطلب کا غلام ہے جس کو وہ خرید لایا ہے اسی واقعہ کے سبب سے شیبہ کا نام عبدالمطلب مشہور ہو گیا ۔ المطلب نے کہا بھی کہ کمبختو یہ تو میرے بھائی ہاشم کا بیٹا ہے جس کو میں مدینہ سے لایا ہوں ۔ اس کے بعد المطلب کا انتقال ردمان نامی بستی میں ہو گیا جو سرزمین یمن میں واقع ہے ۔ کسی عرب نے ان کے مرثیے میں کہا ہے ۔ ۱۳۹

قَدْ ظَمِئَ الْحَجِیجُ بَعْدَ الْمُطَّلِبْ بَعْدَ الْجِفَانِ وَالشَّرَابِ الْمُنْثَعِبْ

لَیْتَ قُرَیْشًا بَعْدَہُ عَلٰی نَصَبْ

حجاج چھلکتے اور لبریز پیالوں کے پینے کے بعد المطلب کے مر جانے سے پیاسے ہو گئے کاش قریش اس کے بعد کسی ایک جھنڈے پر (متفق ہوتے) ۔

مطرود بن کعب الخزاعی نے المطلب اور بنی عبد مناف دونوں کا مرثیہ

کہا ہے، جب اسے نوفل بن عبد مناف کے موت کی خبر پہنچی جو موت کے لحاظ سے بنی عبد مناف میں سب سے آخری شخص تھا۔

یَا لَیْلَةً هَیَّجَتْ لَیْلَاتِ ... إِحْدَى لَیَالِیَ الْقَسِیَّاتِ

اے سخت راتوں میں کی ایک رات تو نے بہت سی راتوں کو ہیجان اور پریشانی میں گزارنے پر مجبور کیا۔

وَمَا أُقَاسِی مِنْ هُمُومٍ وَمَا ... عَالَجْتُ مِنْ رُزْءِ الْمَنِیَّاتِ

اور اے وہ غم واندوہ جن کو میں سہ رہا ہوں۔ اور اے وہ موت جن کی تکلیف میں برداشت کر رہا ہوں۔

إِذَا تَذَكَّرْتُ أَخِی نَوْفَلًا ... ذَكَّرَنِی بِالْأَوَّلِیَّاتِ

جب میں اپنے بھائی نوفل کو یاد کرتا ہوں تو اس کی یاد مجھے بہت سے اولیات کی یاد دلاتی ہے۔

ذَكَّرَنِی بِالْأُزُرِ الْحُمْرِ وَالْـ ... أَرْدِیَةِ الصُّفْرِ الْقَشِیبَاتِ

اس کی یاد مجھے سرخ تہمدوں اور زرد پاک صاف چادروں کی یاد دلاتی ہے۔

أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ سَیِّدٌ ... أَبْنَاءُ سَادَاتٍ لِسَادَاتِ

چار شخص ایسے تھے کہ وہ چاروں کے چاروں سردار تھے سرداروں کی اولاد تھے اور سردارانہ صفات کے لیے پیدا کیے گئے تھے۔

مَیْتٌ بِرَدْمَانَ وَمَیْتٌ بِسَلْـ ... ـمَانَ وَمَیْتٌ بَیْنَ[الف] غَزَّاتِ[ب]

(الف) عند۔ (ب) اصل میں مقام کا نام غزہ ہے لیکن عرب کی عادت ہے کہ شہر کے ہر ایک حصے کو وہی نام دے کر اس کی جمع بھی استعمال کرتے ہیں۔ (احمد محمودی)

وہ نعش جو مقام رَدمان میں گاڑی گئی اور وہ نعش
جو مقام سَلمان میں دفن کی گئی اور وہ نعش جو مقام غزّات کے درمیان سونپی گئی۔

۱۵۰ وَمَیِّتٌ أُسْكِنَ لَحْدًا الَّذِی الْمَحْجُوبِ شَرْقِیَّ الْمَبْنِیَّاتِ

اور وہ نعش جو اس لحد میں ہے جو کعبۃ اللہ کے
مشرقی مقام میں چھپی ہوئی ہے

أَخْلَصُهُمْ عَبْدُ مَنَافٍ فَهُمْ مِنْ لَوْمِ مَنْ لَامَ بِمَنْجَاةِ

ان سب کا خلاصہ اور ان سب میں ممتاز ہستی تو
عبد مناف کی ہے لیکن وہ سب کے سب ملامت گروں کی
ملامتوں سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔

إِنَّ الْمُغِيرَاتِ وَأَبْنَاءَهَا مِنْ خَيْرِ أَحْيَاءٍ وَأَمْوَاتِ

بنی مغیرۃ اور اس قبیلے کے لڑکے زندوں اور مردوں
(دونوں) میں بہترین ہیں۔

عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ عبد مناف کے لڑکوں میں سب سے پہلے ہاشم کا انتقال سرزمین شام میں بمقام غزّہ ہوا۔ پھر سرزمین یمن کے ایک مقام ردمان میں المطلب کا۔ پھر نواحی عراق کے سلمان نامی مقام میں نوفل کا۔

لوگ کہتے ہیں کہ مطرود کے مذکورہ بالا اشعار کے متعلق کسی نے کہا کہ تم نے شعر تو اچھے کہے لیکن اگر اس سے بہتر شعر ہوتے تو اور بہتر ہوتا۔ اس نے کہا اچھا مجھے چند راتوں کی مہلت دو۔ پھر چند روز کے بعد یہ شعر کہے۔

يَا عَيْنُ جُودِي وَأَذْرِي الدَّمْعَ وَانْهَمِرِي　　وَابْكِي عَلَى السِّرِّ مِنْ كَعْبِ الْمُغِيرَاتِ

اے آنکھ سخاوت کر آنسو بہا اور انڈیل اور بنی مغیرہ کے شرف وشان پر چھپ چھپ کر رو۔

يَا عَيْنُ وَاسْتَحْفِرِي بِالدَّمْعِ وَاحْتَفِلِي　　وَابْكِي خَبِيئَةَ[۱] نَفْسِي فِي الْمُلِمَّاتِ

اے آنکھ خوب تیزی سے آنسوؤں کا تار باندھ دے اور آفات میں جو لوگ میرے دل میں رہتے ہیں ان پر رو۔

وَابْكِي عَلَى كُلِّ فَيَّاضٍ أَخِي ثِقَةٍ　　ضَخْمِ الدَّسِيعَةِ وَهَّابِ الْجَزِيلَاتِ

رو ہر ایسے شخص پر جو فیاض اور بھروسہ کے قابل بڑی بڑی عطاؤں اور بڑے بڑے انعامات دینے والا ہے۔

مَحْضِ الضَّرِيبَةِ عَالِي الْهَمِّ مُخْتَلَقٍ　　جَلْدِ النَّحِيزَةِ نَابٍ[۲] بِالْعَظِيمَاتِ

خالص (فطری) طبیعت والا عالی ہمت مکمل انسان قوی مزاج بڑی بڑی آفتوں میں بار بار جانے والا یا بڑے بڑے کاموں کے لیے اٹھ کھڑا ہونے والا۔

۱۵۱ صَعْبِ الْبَدِيهَةِ لَا نِكْسٍ وَلَا وَكِلٍ　　مَاضِي الْعَزِيمَةِ مِتْلَافِ الْكَرِيمَاتِ

پہلی نظر میں نہایت سخت معلوم ہونے والا نہ کمزور نہ اپنے کام دوسروں کے حوالے کرنے والا مضبوط ارادے والا اچھی اچھی قیمتی چیزوں کو بے قدری کے ساتھ لٹانے والا۔

صَقْرٍ تَوَسَّطَ مِنْ كَعْبٍ إِذَا نُسِبُوا　　بُحْبُوحَةَ الْمَجْدِ وَالشُّمِّ[۳] الرَّفِيعَاتِ

بنی کعب کے وسط فضا کا شہباز نسب پوچھا جائے تو خاندان شرافت اور بلند و اعلیٰ بستیوں میں کا منتخب۔

۱۵۱ ثُمَّ انْدُبِي الْفَيْضَ وَالْفَيَّاضَ مُطَّلِبًا　　وَاسْتَخْرِطِي بَعْدَ فَيْضَاتٍ بِجَمَّاتِ

پھر فیاض مطلب اور سرتاپا فیض پر ماتم کر اور فیوض
کثیرہ کے جاتے رہنے کے بعد خوب رو۔

أَمْسَى بِرَدْمَانَ عَنَّا الْيَوْمَ مُغْتَرِبًا ... يَا لَهْفَ نَفْسِي عَلَيْهِ بَيْنَ أَمْوَاتِ

آج وہ ہم سے دور غریب الدیار ردمان میں پڑا ہے
مجھے دلی افسوس ہے کہ وہ مردوں کے درمیان پڑا ہے۔

وَابْكِي لَكِ الْوَيْلُ إِمَّا كُنْتِ بَاكِيَةً ... لِعَبْدِ شَمْسٍ بِشَرْقِيِّ الْبَنِيَّاتِ[1]

اے کمبخت (آنکھ) اگر تجھے رونا ہے تو عبد شمس
کے لیے رو جو کعبۃ اللہ کے مشرق میں (سو رہا) ہے

وَهَاشِمٍ فِي ضَرِيحٍ وَسْطَ بَلْقَمَةٍ ... تَسْفِي الرِّيَاحُ عَلَيْهِ بَيْنَ غَزَّاتِ

اور ہاشم کے لیے رو جو مقام بلقمہ کے وسط میں ایک
قبر میں (سو رہا) ہے غزات کے درمیان ہوائیں اس پر ریت
اڑاتی رہتی ہیں۔

وَنَوْفَلٍ كَانَ دُونَ الْقَوْمِ خَالِصَتِي ... أَمْسَى بِسَلْمَانَ فِي رَمْسٍ بِمَوْمَاةِ

اور نوفل کے لیے رو جو میرے خالص دوستوں میں
مذکورہ بالا لوگوں سے کچھ ہی کم تھا اور مقام سلمان کے چٹیل
میدان میں زمین دوز قبر میں چلا گیا۔

لَمْ أَلْقَ مِثْلَهُمُ عُجْمًا وَلَا عَرَبًا ... إِذَا اسْتَقَلَّتْ بِهِمْ أُدْمُ الْمَطِيَّاتِ

جب گندمی رنگ کی اونٹنیوں نے انھیں اٹھایا
(یعنی جب وہ اونٹنیوں پر سوار تھے) تو ان لوگوں کا سا نہ
عجم میں مجھے کوئی ملا نہ عرب میں۔

[1] (المضب) البنیات (ج د) الثنیات یعنی جو مشرقی گھاٹیوں میں سو رہا ہے۔ (احمد محمودی)

أَمسَتْ دِيَارُهُم مِنهُم مُعَطَّلَةً وَقَدْ يَكُونُونَ زَيناً فِي السَّرِيَّاتِ

اب تو ان کی بستیاں ان سے خالی ہو گئی ہیں۔ لیکن
ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ وہ منتخب لشکر کی زینت ہوا کرتے تھے۔

أَفنَاهُمُ الدَّهرُ أَم كَلَّتْ سُيُوفُهُمُ أَم كُلُّ مَن عَاشَ أَزْوَادُ المَنِيَّاتِ

زمانے نے انھیں فنا کر دیا یا ان کی تلواریں کند ہو گئیں
یا ہر ایک زندگی والے کے لیے ایک روز موت کا زاد راہ
ہونا ہے۔

أَصبَحتُ أَرضَى مِنَ الأَقوَامِ بَعدَهُمُ بَسطَ الوُجُوهِ وَإِلقَاءَ التَّحِيَّاتِ

ان لوگوں کے (مرجانے کے) بعد میں نے صرف
لوگوں سے خندہ پیشانی اور علیک سلیک پر اکتفا کر لی ہے

يَا عَينُ فَابْكِي أَبَا الشَّعثِ الشَّجِيَّاتِ يَبْكِينَهُ حُسَّراً مِثْلَ البَلِيَّاتِ

اے آنکھ ابو الشعث الشجیات پر رو کہ عورتیں بے چادر
یا کھلے منہ قبر پر بندھی ہوئی اونٹنیوں[1] کی طرح اس پر رو رہی ہیں

۱۵۲ يَبْكِينَ أَكرَمَ مَن يَمشِي عَلَى قَدَمٍ يُعوِلنَهُ بِدُمُوعٍ بَعدَ عَبرَاتِ

عورتیں روتی ہیں اس شخص پر جو روئے زمین پر
چلنے والوں میں سب سے زیادہ عزت والا تھا وہ اس کے
غم میں آنسو بہاتی اور چیخنے لگتی ہیں۔

---

[1] ۔ عرب میں رواج تھا کہ جس اونٹنی کا مالک مرجاتا اس کی اونٹنی اس کی قبر پہ باندھ دی جاتی کہ وہ بھی مرجائے۔ اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ حشر میں وہ اسی اونٹنی پر سوار ہوگا۔ (احمد محمودی)

يُبْكِينَ شَخْصًا طَوِيلَ الْبَاعِ ذَا فَجَرٍ ‏ آبِي الْهَضِيمَةِ فَرَّاجَ الْجَلِيلَاتِ

وہ عورتیں ایسے شخص پر روتی ہیں جو کشادہ دست اور صاحب جود وسخا تھا۔ ظلم کو برداشت نہ کرنے والا بڑی بڑی مہموں کا سر کرنے والا تھا۔

يُبْكِينَ عَمْرَو الْعُلَا إِذْ حَانَ مَصْرَعُهُ ‏ سَمْحَ السَّجِيَّةِ بَسَّامَ الْعَشِيَّاتِ

بلند مرتبہ عمرو پر روتی ہیں جو نہایت وسیع اخلاق اور مہمان نواز تھا جبکہ اس کی موت کا وقت آگیا۔

يُبْكِينَهُ مُسْتَكِينَاتٍ عَلَى حَزَنٍ ‏ يَا طُولَ ذَلِكَ مِنْ حُزْنٍ وَعَوْلَاتِ

اس کے غم میں وہ داڑھیں مار مار کر روتی ہیں ہائے یہ چیخیں اور یہ غم کس قدر دراز ہے۔

يُبْكِينَ لَمَّا جَلَاهُنَّ الزَّمَانُ لَهُ ‏ خُضْرَ الْخُدُودِ كَأَمْثَالِ الْحَمِيَّاتِ

جب زمانے نے ان عورتوں کو اس (پر ماتم کرنے) کے لیے گھر سے نکالا تو وہ اِس حالت میں روتی ہیں کہ ان کے گال (منہ پیٹ لینے کے سبب سے) نیلے اور سیاہ مشکوں کی طرح (پھول گئے) تھے۔

مُحْتَزِمَاتٍ عَلَى أَوْسَاطِهِنَّ لِمَا ‏ جَرَّ الزَّمَانُ مِنْ أَحْدَاثِ الْمُصِيبَاتِ

جب زمانے نے (ان پر) نئی نئی مصیبتیں ڈالیں تو وہ بھی اپنی کمریں باندھ کر تیار ہوگئیں۔

أَبِيتُ لَيْلِي أُرَاعِي النَّجْمَ مِنْ أَلَمٍ[1] ‏ أَبْكِي وَتَبْكِي مَعِي شَجْوِي بُنَيَّاتِي[2]

لہ (ج د) مع۔ ٢ہ (الف) بنیات۔ (احمد محمودی)

رنج والم میں تارے گن گن کر رات گزارتا ہوں خود بھی روتا ہوں
اور میرے غم میں شریک ہو کر میری چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی روتی ہیں

۱۵۳ مَا فِي الْقُرُومِ لَهُمْ عِدْلٌ وَلَا خَطَرٌ ‍ ‍ ‍ وَلَا لِمَنْ تَرَكُوا شَرْوَى بَقِيَّاتِ

سرداران قوم میں نہ ان لوگوں کا برابر والا ان کی
شان وشوکت والا کوئی ہے نہ ان لوگوں کا جن کو انھوں نے
(اپنا جانشین) چھوڑا ہے کوئی ہم رتبہ باقی ہے۔

أَبْنَاؤُهُمْ خَيْرُ أَبْنَاءٍ وَأَنْفُسُهُمْ ‍ ‍ ‍ خَيْرُ النُّفُوسِ لَدَى جَهْدِ الْأُلِيَّاتِ

کوششوں کی کوتاہیوں کے وقت ان کے بچے تمام
بچوں میں بہتر ہیں اور وہ خود تمام اشخاص میں بہتر ہیں یعنی
کوشش کرنے سے جب دوسرے تھک جائیں تو یہ نہیں تھکتے۔

كَمْ وَهَبُوا مِنْ طِمِرٍّ سَابِحٍ أَرِنٍ ‍ ‍ ‍ وَمِنْ طِمِرَّةٍ نَهْبٍ فِي طِمِرَّاتِ

انھوں نے کتنے بہترین چست وچالاک تیز دوڑنیوالے
گھوڑے اور لوٹ مار میں کام آنے والی تیز گھوڑیاں اور عالی شان
محل خیرات کر دئے۔

وَمِنْ سُيُوفٍ مِنَ الْهِنْدِيِّ مُخْلَصَةٍ ‍ ‍ ‍ وَمِنْ رِمَاحٍ كَأَشْطَانِ الرَّكِيَّاتِ

اور کتنی ٹھیٹ ہندی تلواریں اور باولیوں کی رسیوں
کے سے (لمبے لمبے سیدھے) نیزے۔

وَمِنْ تَوَابِعَ مِمَّا يُفْضِلُونَ بِهَا ‍ ‍ ‍ عِنْدَ الْمَسَائِلِ مِنْ بَذْلِ الْعَطِيَّاتِ

اور لونڈی غلام جن پر لوگ فخر کیا کرتے ہیں۔
مطالبوں کے وقت دے دیئے۔

فَلَوْ حَسِبْتُ وَاحْصَى الْحَاسِبُونَ مَعِي ‏ لَمْ أَقْضِ أَفْعَالَهُمْ تِلْكَ الْهَنِيَّاتِ

اگر میں اور میرے ساتھ دوسرے محاسب مل کر
ان کے پسندیدہ افعال کا شمار کرنا چاہیں تو پورا شمار
نہ کرسکیں گے۔

هُمُ الْمَدُلُّونَ إِمَّا مَعْشَرٌ فَخَرُوا ‏ عِنْدَ الْفَخَارِ بِأَنْسَابٍ نَقِيَّاتِ

اگر لوگ فخر کریں تو ایسے فخر کے وقت یہ لوگ ایسے
نسبوں پر ناز کریں گے جو بالکل پاک صاف ہیں۔

زَيْنُ الْبُيُوتِ الَّتِي حَلُّوا[1] مَسَاكِنَهَا ‏ فَأَصْبَحَتْ مِنْهُمُ وَحْشًا خَلِيَّاتِ

جن جگہوں میں وہ بستے تھے ان گھروں کی وہ لوگ
زینت تھے اب وہ مقامات ان لوگوں سے خالی ہوکر ڈراونے
ہوگئے ہیں۔

أَقُولُ وَالْعَيْنُ لَا تَرْقَى مَدَامِعُهَا ‏ لَا يُبْعِدِ اللهُ أَصْحَابَ الرَّزِيَّاتِ

یہ باتیں میں اس حالت میں کہہ رہا ہوں کہ آنکھوں کے
آنسو خشک نہیں ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آفت رسیدہ
لوگوں کو (اپنی رحمت سے) دور نہ فرمائے۔
ابن ہشام نے کہا کہ فجر کے معنی عطاء کے ہیں۔ ابو خراش ہذلی
نے کہا ہے۔

عَجَفَ أَضْيَافِي جَمِيلُ بْنُ مَعْمَرٍ ‏ بِذِي فَجَرٍ تَأْوِي إِلَيْهِ الْأَرَامِلُ

جمیل بن معمر نے جو صاحب جود وسخا ہے جس کے پاس
بیوائیں پناہ لیتی ہیں باوجود کھانے کی خواہش کے خود نہ کھاکر

[1] (الف) خلوا یعنی جن گھروں کو انھوں نے چھوڑ دیا ان کی وہ زینت تھے۔ (احمد محمودی)

میرے مہمانوں کو ترجیح دی۔[ے]
ابن اسحٰق نے کہا کہ ابو الشعث الشجیات ہاشم بن عبد مناف ہی کا نام ہے۔
پھر سقایہ اور رفادہ کی تولیت عبد المطلب بن ہاشم کے سپرد ہوئی جو ان کے چچا مطلب سے متعلق تھی۔ عبد المطلب لوگوں کے لیے سقایہ و رفادہ کا انتظام اور ان تمام معاملات قوم کا انتظام جو ان کے باپ دادا کیا کرتے تھے کرتے رہے۔ اور اپنی قوم میں اس قدر بلند رتبہ حاصل کر لیا کہ ان کے بزرگوں میں سے کوئی اس رتبہ پر نہ پہنچا تھا۔ ان کی قوم ان سے بہت محبت کیا کرتی تھی۔ اور قوم میں ان کی عزت بہت بڑھ گئی تھی۔

۱۵۴

زمزم کی کھدائی

عبد المطلب ایک وقت مقام حجر میں سو رہے تھے کہ (خواب میں) کوئی آیا اور زمزم کے کھودنے کا حکم دیا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے کھودنے کی جو ابتدا عبد المطلب نے کی اس کے متعلق یزید بن ابی حبیب مصری نے مرثد بن عبد اللہ یزنی سے اور انھوں نے عبد اللہ بن زُرَیر غافقی سے روایت بیان کی کہ انھوں نے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کو حدیث زمزم بیان کرتے سنا جس میں عبد المطلب کو اس کے کھودنے کا حکم دئیے جانے کا ذکر ہے۔
(علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: عبد المطلب نے کہا کہ میں مقام حجر میں سو رہا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور کہا طیبہ کو کھود۔ انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا طیبہ کیا چیز ہے انھوں نے کہا پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ پھر جب دوسرا روز ہوا میں پھر اپنی آرام گاہ کو لوٹا اور وہاں سو گیا

ے۔ اس کے معنی پریشانوں اور عمزدوں کا مددگار ہیں۔
(انصاری نیسر۔ احمد محمودی)

تو اس نے کہا برہ کو کھود۔ انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا برہ کیا چیز ہے انھوں نے کہا پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ پھر جب دوسرا روز ہوا میں اپنی آرام گاہ میں آیا اور وہاں سو گیا تو پھر وہ میرے پاس آیا اور کہا مضنونہ کو کھود۔ انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا مضنونہ کیا ہے انھوں نے کہا پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا۔ پھر جب دوسرا روز ہوا میں اپنی آرام گاہ کو لوٹا اور سو گیا تو پھر میرے پاس آیا اور کہا زمزم کھود۔ انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا زمزم کیا چیز ہے اس نے کہا جو کبھی نہ سوکھے گا اور اس کا پانی کم نہ ہوگا وہ بڑے بڑے حج کرنے والوں کو سیراب کرے گا۔ وہ اس وقت لید اور خون کے درمیان غراب اعصم کے گڑھے کے پاس چیونٹیوں کی بستی کے قریب ہے۔ ۱۵۵

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب انھیں اس کے حالات بتلا دیے گئے اور اس کے مقام کی رہنمائی کر دی گئی اور انھوں نے جان لیا کہ وہ بالکل سچ ہے۔ تو صبح اپنی کدال لی۔ اور ان کے ساتھ ان کا لڑکا حارث بن عبدالمطلب بھی تھا۔ جس کے سوا اس وقت تک ان کے اور کوئی لڑکا نہ تھا۔ اور کھودنا شروع کیا۔ اور جب عبدالمطلب پر وہ چیزیں ظاہر ہوئیں جو اس میں تھیں تو انھوں نے تکبیر کہی اور قریش نے جان لیا کہ عبدالمطلب نے اپنا مقصد پا لیا اور وہ ان کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور کہا اے عبدالمطلب یہ باولی تو ہمارے باپ اسمٰعیل کی ہے اور ہمارا بھی اس میں ضرور کچھ نہ کچھ حق ہے۔ ہمیں بھی اس میں اپنے ساتھ شریک کر لو۔ انھوں نے کہا ایسا تو میں نہ کروں گا یہ چیز تو ایسی ہے کہ اس سے مجھے ممتاز کیا گیا ہے نہ کہ تم کو۔ تم سب میں سے مجھی کو یہ امتیاز عطا کیا گیا ہے۔

انھوں نے عبدالمطلب سے کہا ذرا ہمارے ساتھ انصاف سے کام لو۔ ہم تو اس معاملے میں جھگڑا کئے بغیر تمھیں نہ چھوڑیں گے۔ عبدالمطلب نے کہا اچھا تمھارے میرے درمیان کسی ایسے شخص کو جس کو تم چاہو (حکم) مقرر کر دو کہ اس کے سامنے میں تمھارا مقدمہ پیش کر دوں۔ انھوں نے کہا کہ بنی سعد بن ہذیل کی کاہنہ (کو ہم اس معاملے کے لیے منتخب کرتے ہیں)

انھوں نے کہا منظور۔

راوی نے کہا کہ وہ کاہنہ شام کے بلند حصوں میں رہتی تھی۔ اس لیے عبد المطلب اور بنی عبد مناف میں سے عبد المطلب کے ہم جد اور قریش کے ہر ایک قبیلے میں سے ایک ایک شخص سب کے سب سوار ہو کر چلے راوی نے کہا کہ اس زمانے میں (راستے میں) بے آب وگیاہ میدان تھے غرض یہ لوگ نکلے اور جب یہ لوگ حجاز و شام کے درمیان ان میدانوں میں سے کسی میدان میں تھے عبد المطلب اور ان کے ساتھیوں کے پاس کا پانی ختم ہو گیا اور سب کے سب پیاسے ہو گئے یہاں تک کہ سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا قریش کے بعض قبیلوں میں سے کسی کے پاس پانی تھا بھی تو انھوں نے دوسروں کے مانگنے پر انھیں دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا ہم خود بھی تو بے آب وگیاہ جنگل میں ہیں اور ہمیں بھی اسی آفت کا خوف لگا ہوا ہے جو تم پر اس وقت پڑی ہے پھر جب عبد المطلب نے قوم کا یہ برتاو اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جانوں کے لیے خوف و خطر دیکھا تو کہا اب تم لوگوں کی کیا رائے ہے انھوں نے کہا کہ جو آپ مناسب خیال فرمائیں ہم اس رائے کی پیروی کریں گے آپ ہمیں جو مناسب خیال فرمائیں حکم دیں۔ انھوں نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے لیے اس قوت سے جو اس وقت اس میں موجود ہے ایک ایک گڑھا کھود لے۔ کہ جب کوئی شخص مرے تو اس کے ساتھی اس کو اس کے گڑھے میں ڈال کر اس کو چھپا سکیں۔ یہاں تک کہ آخر میں تم میں سے ایک شخص رہ جائے گا، بہ نسبت تمام قافلے کی بربادی کے ایک شخص کا (بے گور و کفن) برباد ہونا زیادہ آسان ہے، انھوں نے کہا اچھا آپ جو حکم دیں غرض ان میں سے ہر شخص اٹھا اور اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھود لیا اور پھر سب کے سب موت کا انتظار کرتے پیاسے بیٹھ گئے۔ پھر عبد المطلب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا خدا کی قسم ہمارا اس طرح اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو موت کے آگے ڈال دینا اور دوڑ دھوپ نہ کرنا اور اپنے لیے کچھ نہ تلاش کرنا بڑی کمزوری ہے

۱۵۶

کوچ کر کے کسی اور طرف چلو کہ شاید اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی بستی میں پانی دلا دے۔
آخر وہ سب کے سب وہاں سے نکلے۔ یہاں تک کہ جب وہ اور ان کے ساتھ قبائل قریش کے جو لوگ تھے وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ اب دیکھیں انھیں کیا کرنا ہوگا تو عبد المطلب اپنی سواری کی طرف بڑھے اور جب سوار ہو چکے اور ان کی اونٹنی انھیں لے کر اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ بہ نکلا تو عبد المطلب اور ان کے ساتھیوں نے تکبیر کہی اور پھر وہ اتر پڑے اور انھوں نے خود بھی اور ان کے سارے ساتھیوں نے بھی پانی پیا۔ اور بھر بھی لیا یہاں تک کہ اپنے پانی کے تمام برتن بھر لیے۔ اور پھر قریش کے تمام قبائل کو بلایا اور کہا کہ لو ہمیں اللہ تعالیٰ نے پانی عنایت فرما دیا۔ پیو اور بھر لو۔ تب تو وہ بھی آئے اور پانی پیا اور بھر لیا پھر انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ نے ہمارے خلاف تمھارے موافق فیصلہ کر دیا۔ اے عبد المطلب اللہ تعالیٰ کی قسم اب ہم آپ سے زمزم کے بارے میں کبھی نہ جھگڑیں گے۔ جس ذات نے اس بے آب وگیاہ جنگل میں اس پانی سے سیراب کیا بے شبہ اسی نے تمھیں زمزم عنایت فرمایا ہے پس اپنے چشمے کی طرف سیدھے لوٹ چلو۔ پھر تو وہ بھی لوٹے اور ان کے ساتھ سب کے سب لوٹ آئے۔ اور کاہنہ کے پاس کوئی نہ گیا اور وہ عبد المطلب اور زمزم کے درمیان حائل ہونے سے باز آگئے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ یہ وہ روایت تھی جو مجھے علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ کے ذریعے زمزم کے بارے میں پہنچی۔ بعض لوگوں کو عبد المطلب سے اس طرح روایت کرتے بھی میں نے سنا ہے کہ عبد المطلب کو جب زمزم کے کھودنے کا حکم دیا گیا تو ان سے یوں کہا گیا۔

ثُمَّ ادْعُ بِالْمَاءِ الرَّوِيِّ غَيْرِ الْكَدِرِ ۔۔۔ يَسْقِي حَجِيجَ اللهِ فِي كُلِّ مَبَرّ

لَيْسَ يُخَافُ مِنْهُ شَيْءٌ مَا عَمَرْ

پھر پانی کے بہت ہونے اور گدلا نہ ہونے کی دعا کر کہ وہ
اللہ تعالیٰ کے حجاج کو مناسک حج میں سیراب کرتا رہے گا اور
اس کے سبب سے عمر بھر کسی چیز کا خوف نہ رہے گا۔

جب عبدالمطلب سے مذکورۂ بالا کلام کہا گیا تو وہ قریش کی طرف نکلے اور کہا تم لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جانا چاہیئے کہ مجھے تمہارے لیے زمزم کھودنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کیا تمھیں بتلایا گیا ہے کہ وہ کہاں ہے عبدالمطلب نے کہا نہیں۔ انھوں نے کہا تو آپ اپنی اس آرام گاہ کی جانب پھر جائیے جہاں آپ کو اس کے متعلق بتایا گیا۔ اگر جو کچھ بتایا گیا ہے وہ صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اس کی اور بھی وضاحت کیجائے گی۔ اور اگر وہ شیطان کی جانب سے ہوگا تو وہ دوبارہ لوٹ کر نہ آئے گا۔ تو عبدالمطلب اپنی آرام گاہ کی جانب گئے اور وہیں سو گئے پھر وہ آیا اور ان سے کہا گیا زمزم کھود اگر تو نے اس کو کھود لیا تو تو نادم نہوگا۔ اور یہ تیرے جد اعلیٰ کی میراث ہے۔ وہ نہ کبھی سوکھے گا اور نہ اس کا پانی کبھی کم ہوگا۔ وہ بڑے بڑے ایسے حجاج کو سیراب کرے گا جو لوگوں سے الگ رہنے والے شتر مرغ کے سے ہوں گے جو تقسیم نہیں کیا جاتا۔ اس کے پاس نذر کرنے والے، فقراء کے لیے اپنی نذریں گزرانیں گے۔ وہ (تیری اولاد کے لیے) میراث ہوگی جس سے (تجھے) مضبوط تعلق ہوگا۔ یہ ان دوسری چیزوں کا سا نہیں ہے جن کو تو جانتا ہے۔ اور وہ لید اور خون کے درمیان ہے۔

ابن ہشام نے کہا یہ کلام اور اس سے پہلے کا کلام جو زمزم کے کھودنے کے متعلق علی رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے جس کی ابتدا "جو کبھی نہ سوکھے گا اور اس کا پانی کم نہ ہوگا" سے آپ کے قول "چیونٹیوں کی بستی کے قریب ہے" تک ہے۔ یہ ہمارے پاس سجع کہلاتا ہے اس کو شعر نہیں کہا جاتا۔

ابن اسحٰق نے کہا لوگوں کا دعویٰ ہے کہ جب ان سے یہ کہا گیا تو انھوں نے کہا وہ کہاں ہے تو ان سے کہا گیا چیونٹیوں کی بستی کے پاس ہے جہاں کوا کل چونچ مارے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ ان میں سے کونسی

١٥٧

بات حقیقت میں ہوئی تھی ۔ پھر جب عبد المطلب صبح میں اٹھے اور ان کے ساتھ ان کا لڑکا حارث بھی تھا ۔ اور اس وقت اس لڑکے کے سوا اور کوئی لڑکا نہ تھا ۔ تو چیونٹیوں کی بستی انھوں نے پائی اور اس کے پاس ہی کوّے کو چونچ مارتے دیکھا اور یہ مقام اِساف و نائلِہ دونوں بتوں کے درمیان تھا جہاں قریش اپنے جانور ذبح کیا کرتے تھے تو انھیں یقین آگیا ۔ اور اٹھ کھڑے ہوئے کہ جہاں کھودنے کا انھیں حکم ملا ہے وہاں کھودیں اور جب ان کا یہ اہتمام دیکھا تو قریش بھی وہاں آکھڑے ہوئے اور کہا اللہ کی قسم ہمارے ان دونوں بتوں کے درمیان جہاں ہم قربانی کیا کرتے ہیں تمھیں کھودنے نہ دیں گے ۔ تو عبد المطلب نے اپنے لڑکے حارث سے کہا انھیں میرے پاس سے دفع کرو کہ میں کھودوں ۔ اللہ کی قسم میں تو اس حکم کی تعمیل کروں گا جو مجھے دیا گیا ہے ۔ اور جب انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ٹلنے والے نہیں تو انھوں نے انھیں کھودنے کے لیے چھوڑ دیا اور ان سے دست کش ہو گئے انھوں نے زیادہ نہ کھودا تھا کہ اس کے اندر کی چیزیں ان پر ظاہر ہو گئیں تو انھوں نے تکبیر کہی اور سب نے جان لیا کہ انھوں نے سچ کہا تھا اور جب وہاں زیادہ کھدائی ہوئی اور اس میں انھوں نے دو سونے کے ہرن پائے ۔ اور یہ دونوں ہرن وہ تھے جن کو جرہم نے مکہ سے نکلتے وقت دفن کر دیا تھا ۔ اور انھوں نے اس میں نہایت سفید تلواریں اور زرہیں بھی پائیں تو قریش نے کہا اے عبد المطلب ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں شریک اور حقدار ہیں ۔ انھوں نے کہا ایسا نہیں ۔ بلکہ تم میں مجھ میں کسی منصفانہ معاملے کے لیے تیار ہو جاؤ ۔ اس پر تیر[1] ڈالیں گے ۔

۱۵۸

---

[1] ۔ کعبۃ اللہ کے پاس تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی کرنا ان کا عام دستور تھا ۔ جس کے متعلق ارشاد باری جل اسمہ ہے ۔ حرمت علیکم ...... وان تستقسموا بالازلام ۔ ازلام کے ذریعہ تقسیم کر لینا تم پر حرام کر دیا گیا ہے ۔ اور ارشاد ہے انما الخمر و المیسر والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ ۔ شراب اور جوا اور ازلام ایک قسم کی گندگی ہے اس لیے اس سے

انھوں نے کہا یہ تم کس طرح کرو گے انھوں نے کہا کعبۃ اللہ کے لیے دو تیر مقرر کروں گا اور اپنے لیے دو تیر اور تمھارے لیے دو تیر۔ پھر جس کے دو تیر جس کسی چیز پر نکلیں وہ چیز اس کی ہو گی اور جس کے لیے دو تیر نہ نکلیں اس کو کچھ نہ ملے گا۔ انھوں نے کہا آپ نے انصاف کی بات کہی پھر انھوں نے دو زرد تیر کعبۃ اللہ کے لیے اور دو کالے تیر عبدالمطلب کے لیے اور دو سپید تیر قریش کے لیے مقرر کیے۔ پھر انھوں نے وہ تیر والے کو دیے جو ہبل کے پاس تیر ڈالا کرتا تھا۔ اور ہبل کعبۃ اللہ کے اندر ایک بت تھا جو ان کے بتوں میں سب سے بڑا تھا اور ابوسفیان بن حرب نے جنگ احد کے روز اسی بت کو پکارا تھا اور کہا تھا "اُعل ھبل" یعنے اے ہبل اپنے دین کو غالب کر۔ اور عبدالمطلب اللہ عزوجل سے دعا کرتے کھڑے ہوگئے اور تیر والے نے تیر ڈالے تو دونوں زرد تیر تو دونوں ہرنوں پر کعبۃ اللہ کے لیے نکلے اور عبدالمطلب کے دونوں سیاہ تیر تلواروں اور زرہوں پر نکلے اور قریش کے دونوں تیر کسی چیز پر نہ نکلے عبدالمطلب نے تلواروں کو تو کعبۃ اللہ میں دروازے کے طور پر لگا دیا اور دروازے میں سونے کے دونوں ہرن نصب کر دیے ان کے دعویے کے لحاظ سے یہ پہلا سونا تھا جس سے کعبۃ اللہ کو مزین کیا گیا۔ پھر عبدالمطلب نے حجاج کو زمزم کے پانی پلانے کا انتظام کیا۔

قبائل قریش کی مکہ کی باؤلیوں کا بیان

۱۵۹

ابن ہشام نے کہا زمزم کے کھودے جانے کے پہلے قریش نے مکہ میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ بجو اگرچہ اس مقام پر قداح کا لفظ ہے۔ اور کلام مجید میں ازلام کا لفظ ہے۔ لیکن طحطاوی نے لکھا ہے "القداح ہی الازلام۔ قداح اور ازلام ایک ہی چیز ہیں۔ (احمد محمودی)

بہت سی باؤلیاں کھودی تھیں ۔ جیساکہ زیاد بن عبد اللہ البکائی نے محمد بن اسحٰق کی روایت ہم سے بیان کی ہے ۔ انھوں نے کہا عبد شمس بن عبد مناف نے الطَّوِیّ نامی باولی کھودی جو مکہ کے بلند حصے میں محمد بن یوسف الثقفی کے گھر البیضاء کے پاس ہے اور ہاشم بن عبد مناف نے بَذَّر نامی باولی مقام المُستَنذَر کے پاس کوہ خَندَمہ کے نکڑ اور شعب ابی طالب کے دہانے پر کھودی ۔ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ جب اس نے باؤلی کھودی تو کہا تھا کہ اس باولی کو میں ایسی بناؤں گا کہ اس کا پانی ہر شخص کو پہنچ سکے[1] ۔

ابن ہشام نے کہا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ۔

سَقَی اللّٰہُ أَمواھًا عَرَفتُ مَکَانَھَا جُرَاباً وَمَلکُوماً وَبَذَّرَ وَالغَمرَا

اللہ تعالیٰ ان باولیوں سے (یا ان باولیوں کو) سیراب کرے جن کے مقامات تم جانتے ہو جن کے نام جُراب مُلکُوم بَذَّر اور غَمر ہیں ۔

١٦٠ اور ایک باولی سَجَلہ نامی بھی کھودی گئی جو المطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کی ہے جس کا آج بھی لوگ پانی پیتے ہیں ۔ بنی نوفل خیال کرتے ہیں کہ مطعم نے اسے اسد بن ہاشم سے خریدا تھا ۔ بنی ہاشم کا خیال ہے کہ جب زمزم نکل آیا تو یہ باؤلی اسے بطور تحفہ دے دی تھی ۔ اور بنی ہاشم اس کی وجہ سے ان تمام باؤلیوں سے بے نیاز ہو گئے ۔ اور امیہ بن عبد شمس نے اپنے لیے الحفر (نامی) ایک کنواں کھودلیا تھا ۔ بنی اسد بن عبد العُزّیٰ نے شُفَیّة[2] نامی باولی کھدوائی جو بنی اسد کی باولی کہلاتی ہے ۔ بنی عبد الدار نے اُمّ أحراد نامی کنواں ١٦١ کھدوایا ۔ بنی جمح نے السُّنبُلَة نامی باولی کھدوائی جو حلف[3] بن وہب کی باولی ١٦٢ کہلاتی ہے ۔ بنی سہم نے الغَمر نامی کنواں کھودا جو سَہم کا کنواں مشہور ہے ۔ اور چند ایسی باولیاں بھی تھی جو مکہ کے باہر کھدی ہوئی تھیں جو مرہ بن کعب اور کلاب بن مرہ نے قریش کے پرانے بڑے بوڑھوں کے زمانے سے بھی پہلے کی ہیں جن میں رُمّ نامی ایک باؤلی ہے جو مرة بن کعب بن لوئی کی باؤلی کہلاتی ہے ۔

[1] (ب ج د) میں بلاغا للناس ہے جس کے معنے ترجمہ میں اختیار کیے گئے ہیں (الف) میں بلاغا بین مہملہ سے ہے جس کے کوئی مناسب مقام معنے مجھے معلوم نہیں ۔ [2] (الف) میں شُفَیّة (ب ج د) میں سُقَیّة ہے [3] (ب ج د) میں خلف باخاء منقوطہ ہے ۔ (احمد محمود ی)

اور خُمّ نامی ایک باولی بنی کلاب بن مرۃ کی طرف منسوب ہے۔ اور الحَفر نامی بھی ایک باولی ہے۔ حذیفۃ بن غانم بنی عدی بن کعب بن لوی کے ایک شخص نے یہ شعر کہا ہے۔
ابن ہشام نے کہا کہ اس کا نام ابو ابی جہم بن حذیفہ تھا۔

وَقِدْمًا غَنِینَا قَبْلَ ذٰلِكَ حِقْبَۃً ‏ ‏ ‏ ‏ وَلَا نَسْتَقِیْ اِلَّا بِخُمٍّ اَوِ الْحَفْرِ

ہم یا تو خُمّ نامی باولی سے پانی پیتے ہیں یا حفر نامی باولی سے اس سے سیکڑوں سال پہلے سے ہمیں دوسری باولیوں کی احتیاج نہیں رہی ہے۔

ابن ہشام نے کہا یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے جس کو ان شاء اللہ اس کے مقام پر ذکر کروں گا۔

۱۶۴ ابن اسحٰق نے کہا پھر زمزم اپنے پہلے کے تمام کنووں سے بڑھ گیا حجاج اسی سے پانی پینے لگے لوگ اسی کی طرف رجوع ہو گئے کہ وہ مسجد حرام میں تھا۔ اور اپنے سوا تمام پانیوں میں برتری رکھتا تھا۔ اور اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما[۱] السلام کا کنواں تھا۔ بنی عبد مناف اسی کے سبب سے قریش اور سارے عرب پر فخر[۲] کرتے تھے۔

چونکہ بنی عبد مناف ایک ہی خاندان ایک ہی گھرانے کے لوگ تھے ان میں کی کسی شاخ کی برتری ان کی دوسری شاخوں کے لیے بھی برتری تھی اور ان کی کسی شاخ کی فضیلت دوسری شاخوں کے لیے بھی وجہ فضیلت تھی۔ اس لیے مسافر بن ابی عمرو بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف نے قریش پر اور سقایہ اور رفادہ کی تولیت و انتظام اور ان کے ہاتھوں زمزم کے ظہور پر فخر کرتے ہوئے کہا ہے۔

وَرِثْنَا الْمَجْدَ مِنْ آبَا ‏ ‏ ‏ ‏ ئِنَا فَنَمٰی بِنَا صُعُدَا

ہم نے اپنے بزرگوں سے بزرگی ورثے میں پائی ہے اور ہمارے پاس آکر اس بزرگی کی بلندی اور زیادہ ہو گئی ہے۔

اَلَمْ نَسْقِ الْحَجِیْجَ وَنَنْحَرُ ‏ ‏ ‏ ‏ الدَّلَافَۃَ الرُّفُدَا

[۱] (الف) میں نہیں ہے۔ [۲] (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

کیا ہم حجاج کو پانی پلاتے نہیں رہے ہیں کیا ہم
موٹی تازی بہت دودھ دینے والی اونٹنیاں ذبح کرتے نہیں رہے۔

وَنُلْفَى عِنْدَ تَصْرِيفِ الْمَنَايَا شُدَدًا رُفُدًا[1]

موت کی حکومت کے مقام پر تو ہم سخت اور دوسروں
کو سہارا دینے والے پائے جائیں گے۔

فَإِنْ نَهْلِكْ فَلَمْ نَمْلِكْ وَمَنْ ذَا خَالِدٌ أَبَدًا[2]

اگر ہم ہلاک بھی ہو جائیں (تو کوئی ہرج نہیں) کیونکہ
ہم (اپنی جان کے) مالک تو ہیں نہیں اور کون ہمیشہ ہمیشہ
رہنے والا ہے۔

وَزَمْزَمُ فِي أُرُومَتِنَا وَنَفْقَأُ عَيْنَ مَنْ حَسَدَا

اور زمزم (کی تولیت) ہمارے ہی بزرگوں میں (رہی ہے)
جو شخص (ہم سے) حسد کرے ہم (اس کی) آنکھ پھوڑ ڈالیں گے۔

۱۲۴ ابن ہشام نے کہا کہ یہ اشعار اس کے ایک قصیدے میں کے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ حذیفۃ بن غانم جو بنی عدی بن کعب بن لوی میں کا ایک شخص ہے کہتا ہے۔

وَسَاقِي الْحَجِيجِ ثُمَّ لِلْخُبْزِ[3] هَاشِمٌ وَعَبْدُ مَنَافٍ ذَلِكَ السَّيِّدُ الْفِهْرِي

عبد مناف بنی فہر کا سردار حجاج کو (زمزم) پلانے والا

---

[1] ۔ (ب ج د) میں تلفی یعنی تو ہمیں ایسا پائے گا۔ (احمد محمودی)
[2] ۔ (الف) میں خالد خلدا ہے خلدا مفعول مطلق ہوگا اور معنی وہی ہوں گے لیکن (ب ج د) کا نسخہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)
[3] ۔ (الف ب) میں للخیر ہے تو اس کے معنی نیکی کی عظمت کرنے والا ہوں گے۔
(احمد محمودی)

اور روٹی کو چورہ (کر ثرید بنا کر کھلا) نے والا ہے۔

لَهُوَ حَفَرَ زَمْزَمًا عِنْدَ الْمَقَامِ فَأَصْبَحَتْ سِقَايَتُهُ فَخْرًا عَلَى كُلِّ ذِي فَخْرِ

اس نے زمزم کو مقام ابراہیم کے پاس پتھروں سے
بنایا تو اس کا یہ کنواں ہر فخر کے قابل شخص پر فخر کرنے کے قابل
ہوگیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ ان اشعار میں حذیفہ بن غانم نے عبد المطلب ابن ہاشم کی مدح کی ہے اور یہ دونوں شعر اس کے ایک قصیدے کے ہیں جس کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کے مناسب مقام پر ذکر کریں گے۔

عبد المطلب کا اپنے لڑکے کو ذبح کرنے کی نذر ماننا

ابن اسحٰق نے کہا کہ خدا جانے یہ کہاں تک صحیح ہے لیکن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ عبد المطلب بن ہاشم نے زمزم کے کھودنے کے وقت جب قریش کی جانب سے رکاوٹیں دیکھیں تو نذر مانی کہ اگر انھیں دس لڑکے ہوں گے اور وہ سن بلوغ کو پہنچ کر قریش کے مقابلے میں ان کی حفاظت کریں گے تو ان میں سے ایک لڑکے کو کعبۃ اللہ کے پاس اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لیے ذبح کردیں گے۔ جب انھیں پورے دس لڑکے ہوئے اور انھیں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ ان کی حفاظت کریں گے تو ان سب کو جمع کیا۔ اور اپنی نذر کی انھیں خبر دی اور انھیں اللہ تعالیٰ کی نذر کے پورے کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے ان کی بات مانی اور دریافت کیا کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ عبد المطلب نے کہا تم میں کا ہر شخص ایک ایک تیر لے اور اس پر اپنا نام لکھ کر میرے پاس لائے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور عبد المطلب کے پاس آئے عبد المطلب

انھیں لے کر کعبۃ اللہ کے اندر ہبل کے پاس آئے اور ہبل کعبۃ اللہ کے اندر ایک باؤلی پر تھا اور یہ باولی وہ تھی جس پر کعبۃ اللہ کی نذر و نیاز میں جو جو چیزیں آتیں وہاں جمع رہتی تھیں اور ہبل کے پاس سات تیر رکھے تھے اور ہر تیر پر کچھ لکھا ہوا تھا ایک تیر پر خون بہا لکھا تھا جب کسی خون بہا کی ادائی میں کوئی ایسا اختلاف ہوتا کہ اس کی ادائی ان میں سے کس پر ہوگی تو ان ساتوں تیروں کو حرکت دیجاتی اور خون بہا کی ادائی اس میں جس کے نام پر نکلتی اس پر خون بہا کا بار ڈالا جاتا ایک تیر پر "ہاں" کسی کام کے کرنے کے لیے لکھا ہوا تھا۔ جب کسی کام کرنے کا ارادہ ہوتا تو اس تیر کو دوسرے تیروں کے ساتھ ملا کر حرکت دیجاتی اگر "ہاں" لکھا ہوا تیر نکلتا تو اس کے موافق عمل کرتے۔ ایک تیر پر "نہیں" لکھا تھا جب کوئی کام کرنا چاہتے تو اس کو بھی دوسرے تیروں کے ساتھ ملا کر جنبش دیجاتی اگر یہی تیر نکلتا تو وہ کام نہ کرتے ۱۶۵

ایک تیر پر "تھیں میں سے" لکھا تھا۔ ایک تیر پر "تم میں ملا ہوا" لکھا تھا ایک تیر پر "تم میں سے نہیں" لکھا تھا۔ ایک تیر پر پانیوں کے متعلق کچھ لکھا تھا۔ جب وہ پانی کے لیے کوئی کنواں کھودنا چاہتے ان تیروں کو اور ان میں اس پانی کے متعلقہ تیر کو بھی رکھ دیتے۔ پھر جس طرح نکلتا اس کے موافق عمل کرتے۔ اور جب وہ کسی لڑکے کا ختنہ کرنا یا کوئی نکاح کرنا یا کسی میت کو دفن کرنا چاہتے یا کسی شخص کے نسب میں انھیں کچھ شک ہوتا تو اس کو اور اس کے ساتھ سو درہم اور ذبح کرنے کے کچھ جانور بھی ہبل کے پاس لے جاتے۔ اور یہ سب کچھ تیروں والے کو دیتے جو تیروں کو ہلا کر نکالا کرتا تھا۔ اور اس شخص کو بھی اس کے پاس لے جاتے جس کے متعلق وہ کوئی کام کرنا چاہتے۔ پھر کہتے اے ہمارے معبود فلاں بن فلاں کے ساتھ ہم اس طرح کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں جو بات حق ہو وہ ہمارے لیے ظاہر کر۔ پھر تیروں والے سے کہتے کہ تیروں کو حرکت دے۔ اگر اس شخص کے لیے ان تیروں میں سے وہ تیر نکلتا جس پر "تمھیں میں سے"

لکھا ہے تو وہ ان میں نہایت شریف سمجھا جاتا۔ اور اگر اس کے لیے وہ تیر نکلتا جس پر "تم میں ملا ہوا" لکھا ہوتا تو اس شخص کا جو درجہ ان میں پہلے سے تھا وہ اسی مرتبے پر رہتا لیکن وہ شخص نہ کسی کے نسب میں شامل ہو سکتا تھا نہ کسی کا حلیف شمار ہوتا۔ اور اگر اس قرعہ اندازی میں اس کے علاوہ اور کوئی معاملہ ہوتا جس کو وہ کرنا چاہتے اور اس میں "ہاں" نکلتا تو ویسا ہی عمل کرتے۔ اور اگر "نہیں" نکلتا تو اس معاملے کو اس سال ملتوی کر دیتے یہاں تک کہ اس کو پھر دوبارہ لاتے اور اس وقت تک اپنے معاملات روکے رکھتے جب تک اس پر تیر نکلے عبدالمطلب نے بھی تیروں والے کے پاس آکر کہا کہ میرے ان بچوں کے یہ تیر ہلا کر نکالو۔ اور جو نذر انھوں نے مانی تھی اس کی کیفیت بھی اسے سنادی ان میں سے ہر ایک لڑکے نے اپنا تیر اس کو دیا جس پر اس کا نام لکھا تھا۔ اور عبداللہ بن عبدالمطلب اپنے والد کے تمام لڑکوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ وہ اور زبیر اور ابوطالب فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظۃ بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کے بطن سے تھے۔

ابن ہشام نے کہا عائذ بن عمران بن مخزوم۔ ۱۶۶

ابن اسحٰق نے کہا کہ لوگوں کے خیال کے موافق عبداللہ عبدالمطلب کے بہت چہیتے فرزند تھے۔ اور عبدالمطلب یہی دیکھ رہے تھے کہ اگر تیر ان پر سے نکل گیا تو گویا وہ خود بچ گئے۔ اور یہ بات بھی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (ہونے والے) والد بھی تھے۔ جب تیر والے نے تیر لیے تاکہ انھیں حرکت دے کر نکالے تو عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہوئے اللہ سے دعا کرنے لگے۔ اور تیروں والے نے تیر ہلائے اور عبداللہ کے نام تیر نکلا۔ پھر تو عبدالمطلب نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور چھری لی۔ اور انھیں لے کر اساف و نائلہ کے پاس آئے۔ تاکہ انھیں ذبح کریں تو قریش اپنی مجلسوں سے اٹھ کر ان کے پاس آئے۔ اور کہا عبدالمطلب تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا میں اسے ذبح کر دینا چاہتا ہوں تو قریش اور

ان کے دوسرے لڑکوں نے کہا خدا کی قسم اس کو ہرگز ذبح نہ کیجئے جب تک
آپ مجبور نہ ہو جائیں ۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو ہر ایک شخص ہمیشہ اپنے بچے
کو لایا کرے گا کہ اس کو ذبح کرے اس طرح انسانی نسل باقی نہ رہے گی ۔
اور مغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظۃ نے جو ان لوگوں کی بہن کے
لڑکے کا لڑکا تھا کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ کیجئے جب تک کہ آپ مجبور نہ ہو جائیں
اگر ان کا عوض ہمارے مال سے ہو سکے تو ہم ان کا فدیہ اپنے مال سے
دیں گے ۔ اور قریش اور ان کے دوسرے بچوں نے کہا ان کو ذبح نہ کیجئے بلکہ
انھیں حجاز لے چلئے وہاں ایک عرافہ (غیب کی باتیں بتانے والی) ہے جس کا کوئی
(موکل یا شیطان یا کوئی روح) تابع ہے ۔ اس سے آپ دریافت کیجئے ۔
اگر اس نے بھی ان کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو آپ کو ان کے ذبح کر ڈالنے کا پورا
اختیار ہوگا ۔ اور اگر اس نے کوئی ایسا حکم دیا جس میں آپ کے اور اس لڑکے
کے لیے اس مشکل سے نکلنے کی کوئی شکل ہو تو آپ اس کو قبول کرلیں تو پھر وہ
سب کے سب وہاں سے چلے اور مدینہ پہنچے ۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہاں انھیں
معلوم ہوا کہ وہ خیبر میں ہے تو پھر وہاں سے سوار ہو کر خیبر میں آئے اور
اس عورت سے دریافت کیا اور عبد المطلب نے اپنے اور اپنے لڑکے کے
حالات اسے سنائے اور ان کے متعلق اپنی نذر اور اپنے ارادے کا اظہار
کیا ۔ اس عورت نے کہا آج تو میرے پاس سے تم لوگ واپس جاؤ یہاں تک
کہ میرا تابع میرے پاس آئے اور میں اس سے دریافت کرلوں ۔ پس سب کے
سب اس کے پاس سے لوٹ آئے ۔ اور عبد المطلب اس کے پاس سے ۱۶۷
آکر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کھڑے رہے ۔ اور دوسرے روز سویرے
سب اس کے پاس گئے ۔ اس عورت نے کہا ہاں تمھارے متعلق مجھے کچھ
معلومات ہوئے ہیں ۔ تم لوگوں میں دیت کی مقدار کیا ہے سب نے کہا
دس اونٹ اور واقعۃً یہی مقدار تھی ۔ اس عورت نے کہا تم لوگ اپنی بستیوں
کی جانب لوٹ جاؤ اور تم اپنے اس آدمی کو (یعنی اپنے لڑکے کو) اور دس
اونٹوں کو پاس پاس رکھو اور ان دونوں پر تیروں کے ذریعے قرعہ ڈالو اگر

تیر تمھارے اس لڑکے پر نکلے تو اونٹوں کو اور بڑھاتے جاؤ۔ یہاں تک کہ تمھارا پروردگار راضی ہوجائے (اور) اونٹوں پر تیر نکل آئے تو اس کے بجائے اونٹ ذبح کر دو۔ کہ تمھارا رب بھی تم سے راضی ہو گیا اور تمھارا یہ لڑکا بھی بچ گیا۔ (یہ سُن کر) وہ وہاں سے نکل کر مکہ پہنچے۔ اور جب سب اس رائے پر متفق ہو گئے۔ تو عبد المطلب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور عبد اللہ کو اور دس اونٹوں کو وہاں لے آئے اس حالت میں کہ عبد المطلب ہبل کے پاس کھڑے اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا گیا تو عبد اللہ پر نکلا۔ تو اور دس اونٹ زیادہ کئے اور اونٹوں کی تعداد بیس ہو گئی۔ اور عبد المطلب کھڑے اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا گیا تو عبد اللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد تیس ہو گئی اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکلا تو عبد اللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کئے اور اونٹوں کی تعداد چالیس ہو گئی اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکلا تو عبد اللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد پچاس ہو گئی اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبد اللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد ساٹھ ہو گئی۔ اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبد اللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد ستّر ہو گئی اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبد اللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کئے اور اونٹوں کی تعداد اسّی ہو گئی اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبد اللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد نوّے ہو گئی اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالےٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو عبد اللہ ہی پر نکلا تو اور دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی تعداد سو ہو گئی اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو اب کے تیر اونٹوں پر نکلا۔ تو قریش اور جو لوگ

اس وقت وہاں موجود تھے سبھوں نے کہا اے عبد المطلب اب تم اپنے رب کی رضامندی کو پہنچ گئے۔ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ عبد المطلب نے کہا اللہ کی قسم ایسا نہیں یہاں تک کہ تین وقت اونٹوں ہی پر تیر نکلے۔ پھر عبداللہ اور اونٹوں کے لیے تیر نکالے اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے کہ تیر اونٹوں ہی پر نکلا۔ پھر مکرر یہ عمل کیا اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو تیر اونٹوں ہی پر نکلا پھر تیسری بار اس عمل کی تکرار کی اور عبد المطلب کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے پھر تیر نکالا تو تیر اونٹوں ہی پر نکلا پھر تو اونٹ ذبح کیے گئے اور اس طرح رکھ چھوڑا کہ کسی شخص کو ان کے گوشت سے نہ محروم کیا جاتا تھا اور نہ کسی کو روکا جاتا تھا۔ ۱۶۸

ابن ہشام نے کہا بعضوں نے تو یہ کہا ہے کہ نہ کسی انسان کو روکا جاتا تھا اور نہ کسی درندے کو۔

ابن ہشام نے کہا اس واقعے کی بہت سی روایتوں میں سے بعض روایتوں میں رجزیہ اشعار بھی ہیں جن کی روایت علماء شعر میں سے کسی سے ہم تک صحت کے ساتھ نہیں پہنچی۔

اس عورت کا بیان جو عبداللہ بن عبد المطلب سے نکاح کرنے کے لیے آئی

ابن اسحٰق نے کہا پھر تو عبد المطلب عبداللہ کا ہاتھ پکڑے وہاں سے لوٹے اور لوگوں کا خیال ہے کہ وہ انہیں ساتھ لیے بنی اسد بن عبد العزیٰ ابن قصی بن کلاب ابن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ورقۃ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کی بہن تھی اور کعبۃ اللہ کے قریب ہی تھی اس عورت نے جب عبداللہ کے چہرے کو دیکھا ۱۶۹

تو ان سے کہا اے عبد اللہ کہاں جاتے ہو انھوں نے کہا اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اس نے کہا تمھیں اُتنے ہی اونٹ دوں گی جتنے تمھارے فدیے میں ذبح کیے گئے ہیں تم اس وقت میرے ساتھ ہمبستر ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا میں اپنے والد کے ساتھ ہوں وہ جس راستے جا رہے ہیں میں نہ اس راستے کے خلاف دوسرے راستے جا سکتا ہوں اور نہ انھیں چھوڑ سکتا ہوں۔ عبد المطلب انھیں (ساتھ) لے کر چلے (اور) وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کے پاس انھیں لائے۔ اور وہب ان دنوں بنی زہرۃ میں عزت و نسب[1] دونوں کے لحاظ سے سردار تھے انھوں نے اپنی بیٹی آمنہ بنت وہب کو ان کے نکاح میں دے دیا جو ان دنوں قریش کی عورتوں میں نسب اور رتبے کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھیں۔ اور برۃ بنت عبد العزیٰ بن عثمان ابن عبد الدار بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی لڑکی تھیں۔ اور برّہ ام حبیب بنت اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کی لڑکی تھیں۔ اور ام حبیب برہ بنت عوف بن عبد عویج[2] بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر کی بیٹی تھیں لوگوں کا بیان ہے کہ جب وہب نے عبد اللہ کی زوجیت میں آمنہ کو دیدیا تو انھوں نے وہیں ان سے ہمبستری کی اور آمنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حمل میں لے لیا۔ پھر وہاں سے نکل کر عبد اللہ اس عورت کے پاس آئے جس نے آپ کے آگے اپنی ذات کو پیش کیا تھا۔ اور اس سے کہا وہ اونٹ جو تو نے کل پیش کیے تھے (کیا) آج بھی دے گی؟ اس نے کہا آج وہ نور تمھارے پاس نہیں رہا جو کل تھا اس لیے اب مجھے تمھاری کوئی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے بھائی وَرَقَۃ بن نوفل سے جو نصرانی ہو گیا تھا اور اگلی کتابوں سے کے

---

[1] (الف) میں بجائے نسبا کے سنا ہے یعنی عمر کے لحاظ سے۔ (احمد محمودی)

[2] (الف) میں ابن عویج نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

مطالعے میں مصروف رہا کرتا تھا سنا کرتی تھی کہ اس قوم میں ایک نبی ہونے والا ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے میرے والد اسحٰق بن یسار نے بیان کیا
کہ عبداللہ اپنی ایک بی بی کے پاس جو آمنہ بنت وہب کے علاوہ تھیں
کیچڑ کا کچھ کام کرنے گئے اور آپ کو کچھ کیچڑ بھی لگی ہوئی تھی۔ انھیں اپنے
پاس بلایا تو کیچڑ کے آثار دیکھ کر انھوں نے آنے میں دیر کی تو آپ ان کے
پاس سے چلے اور وضو کیا اور جو کیچڑ لگی تھی وہ دھو ڈالی۔ پھر آمنہ کے ۱۷۰
پاس جانے کے ارادے سے نکلے اور اس بی بی کے پاس سے گذرے۔
انھوں نے آپ کو اپنی طرف بلایا تو آپ نے ان کے پاس جانے سے
انکار فرمائے آمنہ کی جانب قصد فرمایا ان کے پاس آئے اور ہمبستری کی۔
تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حمل ہو گیا۔ پھر عبداللہ اس بی بی
کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا تمھیں کچھ رغبت ہے۔ انھوں نے کہا نہیں
آپ جب میرے پاس سے گزرے تو آپ کے آنکھوں کے درمیان ایک
چمک تھی اس لیے میں نے آپ کو بلایا تھا لیکن آپ نے میرے پاس
آنے سے انکار فرمایا اور آپ آمنہ کے پاس چلے گئے اس چمک کو انھوں نے
لے لیا۔
ابن اسحٰق نے کہا لوگوں کا دعویٰ ہے کہ آپ کی نسبت وہ بی بی
بیان کیا کرتی تھیں کہ عبداللہ ان کے پاس سے گزرے تو ان کی آنکھوں کے
درمیان اس طرح کی سفیدی تھی جس طرح گھوڑے کی پیشانی میں سفیدی
ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا اس لیے میں نے ان کو بلایا کہ وہ مجھ میں آجائے
لیکن انھوں نے میرے پاس آنے سے انکار کیا۔ اور آمنہ کے پاس چلے گئے
اور ان سے ہم صحبت ہوئے تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
حمل ہو گیا۔
غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں نسب کے لحاظ
سے بھی سب سے بہتر اور عزت کے لحاظ سے بھی سب سے بڑھ کر
تھے اپنے والد کی جانب سے بھی اور والدہ کی جانب سے بھی۔

اللہ تعالیٰ آپ پر برکات و سلام نازل فرمائے[1]
اجزائے ابن ہشام میں سے دوسرا جز ختم ہوا۔

آمنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل میں آنے کے وقت جو باتیں کہی گئیں

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن لوگ تو اپنی گفتگو میں اس بات کا دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وہب بیان کیا کرتی تھیں کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاملہ ہوئیں تو آپ کے پاس کوئی آیا اور آپ سے کہا گیا کہ تو اس امت کے سردار کی حاملہ ہے۔ جب وہ زمین پر آئے تو اس طرح کہہ "ہر ایک حاسد کی برائی سے میں اسے ذات یکتا کی پناہ میں دیتی ہوں اور اس کا نام محمد رکھ"۔ اور جب آپ حاملہ ہوئیں تو آپ نے دیکھا کہ آپ کے اندر سے ایک نور نکلا جس کی روشنی میں مقام بُصریٰ کے محل جو سرزمین شام میں ہیں آپ نے دیکھے اس کے بعد عبداللہ بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد زیادہ مدت نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حاملہ ہی تھیں کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ۱۰۱

---

[1] (الف) میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں۔
(احمد محمودی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت (باسعادت) اور رضاعت

کہاکہ[1] ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے ہم سے بیان کیا۔ انھوں نے کہاکہ زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحٰق المطلبی کی روایت سے بیان کیا انھوں نے کہاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولات باسعادت دوشنبے کے روز ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے کے بعد سنہ فیل میں ہوی۔

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے المطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ نے اپنے والد اور اپنے دادا قیس بن مخرمہ سے روایت کی کہاکہ میری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سنہ فیل میں ہوئی ہم دونوں ہم عمر ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہاکہ صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف نے یحییٰ ابن عبداللہ بن عبد الرحمٰن بن سعد[2] بن زرارۃ الانصاری کی روایت سے حدیث بیان کی۔ انھوں نے کہاکہ حسان بن ثابت کی روایت مجھ سے میری قوم کے ان لوگوں نے بیان کی جن کا بیان مجھے مطلوب تھا۔ حسان بن ثابت نے کہا خدا کی قسم میں سات یا آٹھ سال کا قریب البلوغ لڑکا تھا جو بات سنتا تھا اسے سمجھتا تھا۔ کہ اچانک میں نے ایک یہودی کو یثرب کے ایک بلند مقام پر بلند آواز سے اے گروہ یہود چیختے[3] سنا۔ یہاں تک کہ جب ۱۷۲

---

[1] (الف) میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

[2] (الف) میں اسعد ہے۔ (احمد محمودی)

[3] (الف) میں بجائے یصرخ کے یصرج ہے جو اس مقام پر بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

وہ اس کے پاس جمع ہو گئے تو انھوں نے اس سے کہا کمبخت تجھے ہوا کیا ہے۔ اس نے کہا آج رات احمدؐ کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس میں وہ پیدا ہو گیا۔

محمد بن اسحٰق نے کہا کہ میں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت سے دریافت کیا ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے وقت حسان بن ثابتؓ کس عمر کے تھے۔ انھوں نے کہا ساٹھ سالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تشریف آوری کے وقت ترپن سال کی تھی اس لیے حسان نے جو کچھ سنا وہ سات سال کی عمر میں سنا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب آپ پیدا ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کے دادا عبدالمطلب کو اطلاع کی گئی کہ آپ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ آئیے اور اس کو دیکھئے۔ وہ آئے اور آپ کو دیکھا اور آپ کی والدہ نے جو کچھ اپنے حمل کے زمانے میں دیکھا تھا اور جو کچھ کہا گیا تھا اور جو نام رکھنے کا حکم ملا تھا سب ان سے بیان کیا لوگوں کا خیال ہے کہ عبدالمطلب نے آپ کو اٹھا لیا۔ اور آپ کو لے کر کعبۃ اللہ میں گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور اس کی عطا پر اس کا شکر ادا کرتے کھڑے رہے۔ پھر آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے گئے۔ اور آپ کو آپ کی والدہ کے حوالے کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رضعاء یعنی دودھ پلانے والیوں کی تلاش میں لگ گئے۔

ابن ہشام نے کہا کہ الرضعاء کے معنی المراضع ہیں۔ دودھ پلانے والی عورتیں۔ اللہ تبارک[1] وتعالیٰ[2] کی کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں "وحرمنا علیہ المراضع" ہے یعنی ہم نے اس پر دودھ پلانے والیوں (کے دودھ

۱۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

۲۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

کو حرام کر دیا۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ آپ کے دودھ پلانے کے لیے بنی سعد بن بکر کی ایک عورت کو جس کا نام حلیمہ بنت ابی ذویب تھا مقرر کیا۔ اور ابوذویب کا نام عبداللہ بن الحارث بن شجنۃ بن جابر بن رزام بن ناصرۃ بن قصیّۃ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفۃ بن قیس بن عیلان تھا اور آپ کے رضاعی والد جن (کی بی بی) کا دودھ آپ نے پیا صلی اللہ علیہ وسلم الحارث بن عبد العزیٰ بن رفاعۃ بن مِلّان بن ناصرۃ بن قصیّۃ[1] بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن تھا۔
ابن ہشام نے کہا کہ بعض لوگ ہلال بن ناصرۃ کہتے ہیں۔
۱۰۳ ابن اسحٰق نے کہا کہ آپ کے رضاعی بھائی بہنوں کا نام عبداللہ بن الحارث اور انیسۃ بنت الحارث اور خذامۃ بنت الحارث تھا جس کا اصلی نام الشیماء تھا لیکن خذامۃ کے نام کا غلبہ ان کے اصلی نام پر ہوگیا اور وہ اپنے خاندان میں اسی نام سے مشہور ہوگئی تھیں۔ اور یہ سب حلیمہ بنت ابی ذویب عبداللہ بن الحارث ہی کے بچے تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ تھیں۔ کہتے ہیں کہ جب آپ ان کے پاس رہتے تو الشیماء آپ کی والدہ کے ساتھ مل کر آپ کی پرورش اور دیکھ بھال کرتیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے جہم بن ابی جہم مولی الحارث بن حاطب الجمحی نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی روایت سے یا کسی اور شخص کی روایت سے جس نے ان سے بیان کیا ہے حدیث سنائی کہا کہ حلیمہ بنت ابی ذویب السعدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ بیان کرتی تھیں کہ وہ اپنی بستی سے اپنے شوہر اور اپنے ایک شیر خوار بچے کو لیکر بنی سعد بن بکر کی چند عورتوں کے ساتھ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں نکلیں انھوں نے کہا کہ وہ زمانہ قحط کا تھا۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ تھا۔

---

[1] ۔ (ب ج) میں قُصَیَّۃ بالفاد ہے ۔ (احمد محمودی)

کہا کہ میں ایک بھوری یا سبزی مائل گدھی پر نکلی اور ہمارے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی جس سے خدا کی قسم ایک قطرہ دودھ بھی نہ مل سکتا تھا ہمارا حال یہ تھا کہ ہمارے اس بچے کے، بھوک سے رونے کے سبب، جو ہمارے ساتھ تھا تمام رات نہ سو سکتے تھے۔ میری چھاتی میں اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہو۔ اور نہ ہماری بوڑھی اونٹنی کے پاس کچھ تھا جو اس کے ناشتے کے کام آئے۔ ۱۷۴

ابن ہشام نے کہا کہ ناشتے کے کام آئے کے بعد بعضوں نے ان الفاظ کی بھی روایت کی ہے لیکن ہم بارش اور خوش حالی کے امیدوار تھے۔

غرض میں اپنی اس گدھی پر نکلی تو وہ تھک گئی اور قافلے سے پیچھے رہ گئی (اور) اس کی کمزوری اور دبلاپن ان لوگوں پر بار ہو گیا یہاں تک کہ ہم دودھ پینے والے بچوں کی تلاش کرتے مکہ آئے۔ ہم میں کوئی عورت ایسی نہ تھی جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نہ کیا گیا ہو لیکن جب اس سے کہا جاتا تھا کہ آپ یتیم ہیں تو وہ آپ کو لینے سے انکار کرتی۔ اس لیے کہ ہم لوگ بچے کے باپ کی طرف سے نیک سلوک کی امید رکھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ وہ یتیم ہے تو اس کی ماں اور دادا سے حسن سلوک کی کیا امید ہے۔ اس لیے ہم آپ کے لینے کو پسند نہ کرتے تھے۔ میرے ساتھ آئی ہوئی عورتوں میں سے بجز میرے کوئی عورت باقی نہ رہی جس نے کوئی شیر خوار[۱] نہ لے لیا ہو۔ پھر جب ہم چلنے کے لیے تیار ہو گئے تو میں نے اپنے شوہر سے کہا بخدا میں اس بات کو ناپسند کرتی ہوں کہ کسی شیر خوار کو لیے بغیر میں اپنی ساتھ والیوں میں لوٹوں۔ خدا کی قسم میں تو اس یتیم کے پاس جاؤنگی اور اسے ضرور لے لوں گی۔ انھوں کہا ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اسی میں برکت دے دے۔ انھوں نے کہا پس میں اس کے پاس گئی اور اسے

[۱] ۔ (الف) میں بجائے رضیعا کے ضرلیا لکھا ہے جو اس مقام پر بالکل مہمل سا معلوم ہوتا ہے۔
(احمد محمودی)

لے لیا۔ اور میرے اس فعل کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ مجھے آپ کے سوا کوئی اور نہیں ملا۔ انھوں نے کہا جب میں نے آپ کو لے لیا تو آپ کو لے کر اپنی سواری کی طرف لوٹی۔ اور جب میں نے آپ کو اپنی گود میں بٹھا لیا تو آپ کے لیے میری چھاتیوں میں حسب خواہش دودھ اتر آیا۔ آپ نے پیا اور سیر ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ آپ کے بھائی نے بھی پیا اور وہ بھی سیر ہو گیا۔ پھر دونوں سو گئے حالانکہ اس سے پہلے اس کے ساتھ ہم سوتے بھی نہ تھے اور میرا شوہر اپنی اس بوڑھی اونٹنی کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ دودھ سے بھری ہوئی ہے۔ تو اس نے اس سے اتنا دودھ دوہا کہ اس نے خود بھی پیا اور اس کے ساتھ میں نے بھی پیا یہاں تک کہ ہماری سیری اور سیر آبی انتہا کو پہنچ گئی اور آرام سے وہ رات گزاری۔ انھوں نے کہا کہ جب صبح ہوی تو میرے شوہر نے کہا کہ اے حلیمہ خدا کی قسم اس بات کو خوب سمجھ لو کہ تم نے ایک ذات مبارک کو پایا ہے۔ انھوں نے کہا میں نے جواب دیا خدا کی قسم مجھے یہی امید تھی۔ (حلیمہ نے) کہا پھر ہم نکلے۔ اور میں اپنی گدھی پر سوار ہو گئی۔ اور آپ کو بھی اپنے ساتھ اس پر سوار کرا لیا۔ خدا کی قسم پھر تو وہ گدھی قافلے سے آگے ہو گئی۔ قافلے والوں کے گدھوں میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ میری ساتھ والیاں مجھ سے کہنے لگیں۔ اے ابوذویب کی لڑکی تجھ پر افسوس ہے ہماری خاطر سے ذرا درمیانی چال چل۔ کیا یہ تیری وہ گدھی نہیں ہے جس پر تو گھر سے نکلی تھی میں ان سے کہتی کیوں نہیں یہ وہی تو ہے۔ وہ کہتیں خدا کی قسم اس کی تو حالت ہی کچھ اور ہے۔ کہا پھر ہم بنی سعد کی بستیوں میں اپنے گھر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی سرزمین میں کسی ایسی سرزمین کو میں نہیں جانتی جو اس سے زیادہ قحط زدہ ہو (لیکن باوجود اس کے) جب ہم آپ کو اپنے ساتھ لائے تو میری بکریاں چراگاہ سے شام میں دودھ سے خوب بھری ہوئی اور سیر واپس آئیں اور ہم دودھ دوہتے اور پیتے اور دوسرے لوگوں میں سے کوئی شخص (اپنی بکریوں کے) دودھ کا ایک قطرہ تک نہ دوہتا۔ اور نہ تھنوں میں ایک قطرہ پاتا تھا۔ ہماری

۱۷۵

قوم کے جو لوگ ہمارے قریب ہی رہا کرتے اپنے چرواہوں سے کہتے کہ
ارے کمبختو ابوذویب کی لڑکی کا چرواہا جہاں بکریاں چرنے چھوڑتا ہے
تم بھی وہیں چھوڑو ۔ لیکن پھر بھی ان کی بکریاں بھوکی ہی واپس آتیں۔ ایک
قطرہ دودھ نہ دیتیں اور میری بکریاں دودھ سے بھری ہوئی اور سیر ہو کر لوٹتیں۔
ہم اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر و برکت ہی دیکھتے رہے ۔ یہاں تک
کہ آپ کے دو سال گزر گئے ۔ اور دودھ بڑھائی ہوگئی تو آپ کا نشوونما
ایسا ہوا کہ اس کو دوسرے بچوں کے نشوونما سے کوئی مشابہت نہ تھی۔
آپ کی عمر دو سال کی بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ بڑے لوگوں کی طرح موٹے تازے
ہو گئے پھر ہم آپ کو لے کر آپ کی والدہ کے پاس آئے اور چونکہ ہم آپ
کے برکات کو دیکھتے رہے تھے ۔ اس لیے ہم آپ کو اپنے پاس ہی رکھنے
کے بہت آرزومند تھے ۔ ہم نے آپ کی والدہ سے بات چیت کی۔ میں نے
ان سے کہا اگر آپ میرے بچے کو میرے پاس کچھ دنوں اور چھوڑ دیں
کہ خوب موٹا تازہ ہو جائے تو بہتر ہے کیونکہ مجھے مکّہ کی وبا سے اس
کے لیے ڈر لگتا ہے ۔ کہا کہ ہم یہاں تک اس بات پر اصرار کرتے رہے
کہ آپ کی والدہ نے آپ کو ہمارے ساتھ لوٹا دیا ۔ پھر تو ہم آپ کو لے کر
لوٹے ۔ خدا کی قسم آپ کو اپنے ساتھ لے کر ہمارے آنے کے چند ماہ
۱۷۶ بعد آپ اپنے بھائی کے ساتھ ہمارا تھا بکریوں کے بچوں میں ہمارے گھر کے
پیچھے ہی تھے کہ آپ کا بھائی ہانپتا کانپتا ہمارے پاس آیا اور مجھ سے اور
اپنے باپ سے کہا میرا جو قریشی بھائی ہے اس کو دو شخصوں نے جو سفید کپڑے
پہنے ہوئے ہیں پکڑ لیا ۔ اور اس کو لٹا کر اس کا پیٹ چاک کر ڈالا ۔ اور اس کو
مار رہے ہیں (انھوں نے) کہا (یہ سنتے ہی) میں اور آپ کے والد آپ کی طرف دوڑے
تو ہم نے آپ کو اس حال میں کھڑا پایا کہ آپ کے چہرے کا رنگ سیاہ تھا۔
میں نے آپ کو گلے سے لگا لیا اور آپ کے والد نے بھی آپ کو گلے سے
لگا لیا ۔ اور ہم نے آپ سے کہا میرے پیارے بیٹے تجھے کیا ہوا فرمایا
میرے پاس دو شخص جو سفید کپڑے پہنے تھے آئے اور مجھے لٹا کر میرا

پیٹ چاک کیا۔ اور انھوں نے اس میں کوئی چیز تلاش کی میں نہیں جانتا کہ وہ
کیا تھی (انھوں نے)۔ کہا کہ پھر ہم آپ کو لے کر اپنے ڈیروں کی طرف لوٹے
کہا آپ کے والد نے مجھ سے کہا اے حلیمہ مجھے خوف ہے کہ اس لڑکے
پر کہیں کوئی اثر نہ ہو گیا ہو۔ اس پر اس اثر کے ظاہر ہونے سے پہلے اس
کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔ کہا پھر تو ہم نے آپ کو اٹھا لیا اور
آپ کو لے کر آپ کی والدہ کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا انا تم اس کو
(ابھی) کیوں لائیں حالانکہ تم تو اس کو اپنے پاس رکھنے کی بہت آرزومند تھیں میں
نے کہا جی ہاں اللہ تعالیٰ نے اب اسے سن تمیز کو پہنچا دیا ہے اور مجھ پر
جو فرائض تھے وہ میں نے ادا کر دئیے۔ اور مجھے اس پر حوادث کا خوف ہوا۔
اس لیے میں نے آپ کی مرضی کے موافق اسے آپ تک پہنچا دیا۔ (حضرت آمنہ
نے) کہا نہیں تمھاری حالت ایسی تو نہیں ہے۔ اپنا حال مجھ سے سچ سچ کہو
(حلیمہ نے) کہا کہ جب تک میں نے نہ بتایا انھوں نے مجھے نہ چھوڑا۔ ۱۷۷
انھوں نے پوچھا کیا تمھیں اس پر شیطانی اثر کا خوف ہوا میں نے کہا جی ہاں
انھوں نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا خدا کی قسم شیطان کا اس پر کچھ بس نہ
چلے گا۔ میرے بچے کی عجیب شان ہے۔ کیا میں اس کے کچھ حالات بیان کروں کہا
ضرور بیان فرمائے (حضرت آمنہ نے) کہا جب مجھے اس لڑکے کا حمل ہوا
تو میں نے دیکھا کہ مجھ میں سے ایک نور نکلا جس کی روشنی سے سرزمین شام
کی بُصریٰ نامی بستی کے محل مجھ پر روشن ہو گئے۔ اور جب مجھے اس کا حمل ہوا
تو خدا کی قسم اس سے زیادہ سبک اور اس سے زیادہ آسان حمل میں نے
کبھی کوئی نہیں دیکھا۔ اور جب آپ کی پیدائش ہوئی تو یہ حالت دیکھی کہ آپ
دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔
(پھر آپ کی والدہ نے حلیمہ سے کہا) تم اپنے یہ خیالات چھوڑ دو۔ اور سیدھی
اپنی راہ لو۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ثور بن یزید نے بعض اہل علم سے
روایت بیان کی۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ روایت خالد بن معدان الکلاعی کی

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے آپ سے کہا اے اللہ کے رسول اپنے کچھ حالات بیان فرمائیے۔ فرمایا:

(نعم) أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرٰهِيمَ[1]، وَبُشْرَى أَخِي عِيسَى، وَرَأَتْ أُمِّي حِينَ حَمَلَتْ بِي أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَ لَهَا قُصُورُ الشَّامِ وَاسْتُرْضِعْتُ فِي بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ، فَبَيْنَا أَنَا مَعَ أَخٍ لِي خَلْفَ بُيُوتِنَا نَرْعَى بَهْمًا لَنَا إِذْ أَتَانِي[2] رَجُلَانِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ بِطَسْتٍ[3] مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوءَةٍ ثَلْجًا فَأَخَذَانِي فَشَقَّا بَطْنِي، وَاسْتَخْرَجَا قَلْبِي فَشَقَّاهُ، فَاسْتَخْرَجَا مِنْهُ عَلَقَةً سَوْدَاءَ فَطَرَحَاهَا، ثُمَّ غَسَلَا قَلْبِي وَبَطْنِي بِذٰلِكَ الثَّلْجِ حَتَّى أَنْقَيَاهُ) قال: (ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: زِنْهُ بِعَشَرَةٍ مِنْ أُمَّتِهِ فَوَزَنَنِي بِهِمْ، فَوَزَنْتُهُمْ ثُمَّ قَالَ: زِنْهُ بِمِائَةٍ مِنْ أُمَّتِهِ، فَوَزَنَنِي بِهِمْ فَوَزَنْتُهُمْ، ثُمَّ قَالَ: زِنْهُ بِأَلْفٍ مِنْ أُمَّتِهِ فَوَزَنَنِي بِهِمْ، فَوَزَنْتُهُمْ،

---

[1] (الف) میں نہیں ہے (احمد محمودی)

[2] (الف) اتانا (ب ج د) اتانی۔ (احمد محمودی)

[3] (الف) بطشت (ب ج) لطست (د) بسطت۔ آخری نسخہ بالکل غلط ہے۔ (احمد محمودی)

فَقَالَ: دَعْهُ عَنْكَ، فَوَاللهِ لَوْ وَزَنْتَهُ بِأُمَّتِهِ لَوَزَنَهَا))

اچھا (سنو) میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔
اور عیسیٰ کی بشارت ہوں۔ اور جب میں اپنی ماں کے بطن میں
آیا تو انھوں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک نور نکلا جس
سے سر زمین شام کے محل ان پر روشن ہو گئے۔ اور بنی سعد
بن بکر کے قبیلے میں۔ دودھ پی کر میں نے پرورش پائی ہیں
اپنے گھروں کے پیچھے اپنے ایک بھائی کے ساتھ تھا اور ہم
اپنی بکریوں کے بچوں کو چرا رہے تھے کہ دو شخص سفید کپڑے
پہنے ہوئے میرے پاس برف سے بھرا ہوا ایک سونے کا
طشت لے کر آئے۔ انھوں نے مجھے پکڑا اور میرا پیٹ چاک
کیا اور میرے دل کو نکالا اور اسے بھی چاک کیا اور اس میں
سے ایک کالا گوشت کا ٹکڑا نکالا اور پھینک دیا۔ پھر انھوں
نے میرا دل اور پیٹ اس برف سے یہاں تک دھویا کہ اس
کو پاک کر دیا فرمایا پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے
کہا انھیں ان کی امت کے دس شخصوں کے مقابل تو لو۔ پس
اس نے مجھے ان کے ساتھ تولا تو میں ان سے وزن میں بڑھ
گیا۔ پھر اس نے کہا ان کی امت کے سو شخصوں کے ساتھ تو لو جب
اس نے مجھے ان کے ساتھ تولا تو میں ان سے بھی وزن میں بڑھ
گیا پھر اس نے کہا ان کی امت کے ہزار افراد کے ساتھ تو لو۔
اس نے مجھے ہزار کے ساتھ وزن کیا تو جب بھی میں وزن میں بڑھ گیا۔
(یہ دیکھکر کر) اس نے کہا ان کو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم اگر تو انھیں
ان کی (پوری) امت کے مقابل بھی تولے گا تو یہ بڑھ جائیں گے۔
ابن اسحٰق نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ رَعَى الْغَنَمَ قِيلَ، وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟

قَالَ: وَأَنَا

کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔
کہا گیا اے اللہ کے رسول کیا آپ نے بھی فرمایا (ہاں)
میں نے بھی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے۔

أَنَا أَعْرَبُكُمْ أَنَا قُرَشِيٌّ وَاسْتُرْضِعْتُ فِي بَنِي سَعْدِ ابْنِ بَكْرٍ

میں تم میں سب سے زیادہ خالص عرب ہوں۔
میں قرشی ہوں اور میں نے بنی سعد بن بکر کے قبیلے میں دودھ پی کر پرورش پائی ہے۔

ابن اسحٰق[1] نے کہا بعض حدیثوں میں لوگوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ آپ کی والدہ سعدیہ جب آپ کو لے کر مکہ آئیں اور آپ کو لیے آپ کے خاندان میں آرہی تھیں تو آپ ان سے چھوٹ کر لوگوں (کی بھیڑ) میں گم ہو گئے۔ انھوں نے آپ کو (بہت) ڈھونڈا لیکن (کہیں) نہ پایا۔ تو عبدالمطلب کے پاس آئیں اور ان سے کہا میں آج رات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر آئی۔ اور جب میں مکہ کے بلند حصے میں تھی تو مجھ سے الگ ہو کر (وہیں) کھو گیا۔ خدا کی قسم مجھے خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ تو عبدالمطلب آپ کے لوٹ آنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کعبۃ اللہ کے پاس کھڑے ہوئے۔ ان لوگوں کا ۱۷۹

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

خیال ہے کہ ورقہ بن نوفل بن اسد اور ایک دوسرے شخص کو آپ مل گئے۔ اور (وہ دونوں) آپ کو لے کر عبدالمطلب کے پاس آئے اور ان سے کہا یہ آپ کا بچہ مکہ کے بلند حصے میں ہمیں ملا۔ تو عبدالمطلب نے آپ کو لے کر اپنی گردن پر بٹھا لیا۔ آپ کو لیے کعبۃ اللہ کے گرد گھومتے جاتے اور آپ کے لیے دعا کرتے اور پناہ مانگتے جاتے تھے۔ پھر آپ کو آپ کی والدہ آمنہ کے پاس بھجوا دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کی والدہ سعدیہ کو آپ کی والدہ (آمنہ) کے پاس آپ کو واپس پہنچا دینے کے محرکات میں سے علاوہ ان کے جو انھوں (سعدیہ) نے آپ کی کی والدہ (آمنہ) سے بیان کیا جس کا ذکر میں نے آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کر دیا ہے۔ یہ بھی ایک محرک تھا کہ جلشہ کے چند نصرانیوں نے آپ کو ان کے ساتھ اس وقت دیکھا جب آپ کی دودھ بڑھائی کے بعد آپ کو لے کر وہ لوٹیں، تو انھوں نے آپ کو غور سے دیکھا اور خوب جانچا اور آپ کے متعلق بی بی حلیمہ سے سوالات کئے پھر ان سے کہا کہ ہم اس لڑکے کو لے لیں گے اور اسے ہم اپنے ملک اور شہر کو لے جائیں گے۔ کیونکہ یہ ایسا لڑکا ہے جس کی بڑی شان ہوگی۔ ہم اس کے حالات خوب جانتے ہیں۔

جس نے یہ روایت مجھ سے بیان کی اس کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ حلیمہ کا آپ کو لے کر ان سے الگ ہونا مشکل ہو گیا تھا۔

حضرت آمنہ کی وفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دادا عبدالمطلب کے ساتھ رہنا

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ آمنہ

بنت وہب اور اپنے دادا عبد المطلب بن ہاشم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور حفاظت میں تھے ۔ اللہ تعالیٰ جس عظمت و بزرگی تک آپ کو پہنچانا چاہتا تھا اس کے لیے آپ کی بہترین پرورش فرما رہا تھا۔ جب آپ کی عمر (شریف) چھے سال کو پہنچی تو آپ کی والدہ آمنہ بنت وہب انتقال فرما گئیں ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھے سال کے تھے کہ آپ کی والدہ آمنہ جب آپ کو لے کر بنی عدی بن النجار کے قبیلے میں آئیں کہ آپ کی ملاقات آپ کے ماموؤں سے کرائیں تو وہاں سے مکے کی جانب واپسی میں مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء میں انتقال فرما گئیں ۔

ابن ہشام نے کہا کہ عبد المطلب بن ہاشم کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو نجاریہ تھیں

ابن اسحٰق نے بنی نجار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہونے کا جو رشتہ[1] بتایا ہے وہ یہی ہے ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دادا عبد المطلب بن ہاشم کے ساتھ رہا کرتے تھے ۔ عبد المطلب کے لیے کعبۃ اللہ کے زیر سایہ فرش بچھایا جاتا تھا۔ اور ان کے لڑکے ان کے اس فرش کے اطراف بیٹھے رہتے یہاں تک وہ خود اس کی طرف آتے ان کے لڑکوں میں سے کوئی بھی ان کی عظمت کے خیال سے اس پر نہ بیٹھتا تھا ۔ (راوی نے) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں کہ سن شعور کو پہنچ چکے تھے (آپ جب، تشریف لاتے اس فرش پر بیٹھ جاتے آپ کو وہاں سے ہٹا دینے کے لیے آپ کے چچا آپ

[1] ۔ یعنی بنی نجار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا ننہیال تھا۔
(احمد محمودی)

کو پکڑ لیتے تو عبد المطلب کہتے میرے بچے کو چھوڑ دو۔ خدا کی قسم اس کی تو بہت بڑی شان ہے اور آپ کو اپنے ساتھ اُس فرش پر بٹھا لیتے اور آپ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ اور آپ کو جو کام بھی کرتے دیکھتے انھیں خوشی ہوتی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھویں سال میں قدم رکھا تو عبد المطلب بن ہاشم رحلت کر گئے۔ اور یہ واقعہ واقعہ فیل کے آٹھ سال بعد ہوا۔

عبد المطلب کی وفات اور آپکے مرثیے کے اشعار

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عباس بن عبد اللہ بن معبد بن عباس نے اپنے بعض گھر والوں سے روایت کی کہ جب عبد المطلب کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ سال کے تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے محمد بن سعید بن المسیب نے بیان کیا کہ جب عبد المطلب کی رحلت کا وقت آیا اور انھیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تو انھوں نے اپنی لڑکیوں کو جو چھے تھیں جمع کیا جن کے نام صفیہ برہ عاتکہ ام الحکیم البیضا امیمۃ اور اروی تھے۔ اور ان سے کہا تم سب مجھ پر گریہ و زاری کرو تا کہ میں اپنے مرنے سے پہلے سن لوں کہ تم کیسے بین کرو گی اور کیا کہو گی۔

ابن ہشام نے کہا کہ میں نے علماء شعر میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا جو ان اشعار کو جانتا ہو لیکن ان کی روایت محمد بن سعید بن المسیب نے کی ہے جس طرح ہم نے لکھ دیا۔

صفیہ بنت عبد المطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

أَرِقْتُ لِصَوْتِ نَائِحَةٍ بِلَيْلٍ ... عَلَى رَجُلٍ بِقَارِعَةِ الصَّعِيدِ

رات میں ایک رونے والی کی آواز سے میری نیند

اچٹ گئی جو ایک بالکل راستے پر کھڑے ہوئے شخص پر رو رہی تھی۔

فَفَاضَتْ عِنْدَ ذٰلِکُم دُمُوعِي عَلَى خَدِّي کَمُنْحَدِرِ الْفَرِيدِ

اسی وقت میرے آنسو میرے رخسار پر ڈھلکنے والے موتیوں کی طرح بہنے لگے

عَلَى رَجُلٍ کَرِيمٍ غَيْرِ وَغْلٍ لَهُ الْفَضْلُ الْمُبِينُ عَلَى الْعَبِيدِ

اس شریف شخص پر جو دوسروں کے نسب میں ملنے کا جھوٹا دعویدار نہ تھا جس کو بندگان خدا پر نمایاں فضیلت حاصل تھی۔

عَلَى الْفَيَّاضِ شَيْبَةَ ذِي الْمَعَالِي أَبِيكَ الْخَيْرِ وَارِثِ کُلِّ جُودِ

شیبۃ پر جو بڑا فیاض اور بلند مرتبے والا تھا۔ اپنے اچھے باپ پر جو ہر قسم کی سخاوت والا تھا۔

صَدُوقٍ فِي الْمَوَاطِنِ غَيْرِ نِکْسٍ وَلَا شَخْتِ الْمَقَامِ وَلَا سَنِيدِ

اس پر جو جنگ کے میدانوں میں خوب لڑنے والا اپنے ہمسروں سے کسی بات میں پیچھے نہ رہنے والا نہ کم رتبہ اور نہ دوسروں کے نسب میں مل جانے والا تھا۔

طَوِيلِ الْبَاعِ أَرْوَعَ شَيْظَمِيٍّ مُطَاعٍ فِي عَشِيرَتِهِ حَمِيدِ

اس پر جو بہت ہی کشادہ دست عجیب حسن و شجاعت والا بھاری بھرکم گھرانے کا قابل تعریف سردار تھا۔

رَفِيعِ الْبَيْتِ أَبْلَجَ ذِي فُضُولٍ وَغَيْثِ النَّاسِ فِي الزَّمَنِ الْحَرُودِ[1]

---

[1] (الف) الجرود بالجیم معنی اسی کے قریب ہیں (احمد محمودی)

اس پر، جو عالی خاندان روشن چہرہ اقسام کے فضائل والا اور قحط سالی میں لوگوں کا فریاد رس تھا۔

كَرِيمِ الْجَدِّ لَيْسَ بِذِي وُصُومٍ ... يَرُوقُ عَلَى الْمُسَوَّدِ وَالْمَسُودِ

اس پر، جو اعلیٰ شان والا۔ ننگ و عار سے بری۔ سرداروں اور خادموں پر فضل و انعام کرنے والا تھا۔

عَظِيمِ الْحِلْمِ مِنْ نَفَرٍ كِرَامٍ ... خَضَارِمَةٍ[1] مَلَاوِثَةِ الْأُسُودِ

اس پر، جو بڑے علم والا اعلیٰ شان والوں میں کا ایک فرد دوسروں کے بار اٹھانے والا سردار شیروں کے لیے پشت پناہ تھا۔

فَلَوْ خَلَدَ امْرُؤٌ لِقَدِيمِ مَجْدٍ ... وَلَكِنْ لَا سَبِيلَ إِلَى الْخُلُودِ ۱۸۲

اگر کوئی شخص اپنی دیرینہ عزت و شان کے سبب ہمیشہ رہ سکتا۔

لَكَانَ مُخَلَّدًا أُخْرَى اللَّيَالِي ... لِفَضْلِ الْمَجْدِ وَالْحَسَبِ التَّلِيدِ

تو ضرور وہ اپنی فضیلت و شان اور دیرینہ خاندانی وقار کے سبب زمانے کی انتہا تک رہتا۔ لیکن بقا کی طرف تو کوئی راستہ ہی نہیں۔ اور برہ بنت عبدالمطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

أَعَيْنَيَّ جُودَا بِدَمْعٍ دُرَرْ ... عَلَى طَيِّبِ الْخِيمِ وَالْمُعْتَصَرْ

---

[1] ۔ (الف) حضارمۃ بجائے حطمی دونوں کے معنی ایک ہیں۔ (احمد محمودی)

اے میری آنکھو نیک سیرت اور سخی پر موتیوں کے سے
آنسوؤں سے سخاوت کرو۔

عَلَى مَاجِدِ الْجَدِّ وَارِي الزِّنَادِ ۔ جَمِيلِ الْمُحَيَّا عَظِيمِ الْخَطَرْ

اعلیٰ شان والے پر لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے والے
پر حسین چہرے اور بڑے رتبے والے پر۔

عَلَى شَيْبَةِ الْحَمْدِ ذِي الْمَكْرُمَاتِ وَذِي الْمَجْدِ وَالْعِزِّ وَالْمُفْتَخَرْ

بزرگیوں والے شیبۃ الحمد پر عزت وشان والے
اور افتخار والے پر۔

وَذِي الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ فِي النَّائِبَاتِ كَثِيرِ الْمَكَارِمِ جَمِّ الْفَجَرْ

آفات میں فضل وعطا وحلم کرنے والے پر بہت
خوبیوں والے بڑے سخی مالدار پر۔

لَهُ فَضْلُ مَجْدٍ عَلَى قَوْمِهِ مُنِيرٌ يَلُوحُ كَضَوْءِ الْقَمَرْ

اپنی قوم پر اسے بڑی فضیلت حاصل تھی وہ ایسا
نور والا تھا کہ چاند کی روشنی کی طرح چمکتا رہتا تھا۔

أَتَتْهُ الْمَنَايَا فَلَمْ تُشْوِهِ بِصَرْفِ اللَّيَالِي وَرَيْبِ الْقَدَرْ

زمانہ کی گردشوں اور مکروہات تقدیر کو لیے ہوئے
موتیں اس کے پاس آئیں اور اس پر اچٹتی ہوئی ضرب نہیں (بلکہ) کاری وار کیا۔
اور عاتکہ بنت عبدالمطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

أَعَيْنَيَّ جُودَا وَلَا تَبْخَلَا بِدَمْعِكُمَا بَعْدَ نَوْمِ النِّيَامْ

اے میری آنکھو سونے والوں کے سو جانے کے بعد
اپنے آنسو کی سخاوت کرو اور بخل نہ کرو۔

أَعَيْنَيَّ وَاسْحَنْفِرَا وَاسْكُبَا   وَشُوبَا بُكَاءً كُمَا بِالتِّدَامِ[1]

اے میری آنکھو خوب تیز جھڑی لگا دو اور بہ پڑو اور
اپنے رونے کے ساتھ رخساروں پر طمانچے بھی مارو

۱۸۳

أَعَيْنَيَّ وَاسْتَخْرِطَا وَاسْجُمَا   عَلَى رَجُلٍ غَيْرِ نِكْسٍ كَهَامْ

اے میری آنکھو خوب جم کر رو لو اور ایسے شخص پر
آنسو بہاؤ جو نہ پیچھے رہنے والا تھا اور نہ کمزور۔

عَلَى الْجَحْفَلِ الْغَمْرِ فِي النَّائِبَاتِ   كَرِيمِ الْمَسَاعِي وَفِيِّ الذِّمَامْ

بزرگ سردار پر آفات میں اپنے احسانات میں
ڈبو لینے والے پر بزرگانہ کوششوں والے پر ذمہ داری
کو پورا کرنے والے پر۔

عَلَى شَيْبَةِ الْحَمْدِ وَارِي الزِّنَادِ[2]   وَذِي مَصْدَقٍ بَعْدَ ثَبْتِ الْمَقَامْ

مہمان نواز شیبۃ الحمد پر اور (اپنے) مقام پر جمے رہ کر
سخت حملہ کرنے والے پر۔

وَسَيْفٍ لَدَى الْحَرْبِ صَمْصَامَةٍ   وَمُرْدِي الْمُخَاصِمِ عِنْدَ الْخِصَامْ

---

[1] (الف) الثدام ثاء مثلثہ سے یعنی ایک نقطہ زیادہ ہو گیا ہے جو غالباً کاتب کی غلطی ہے جس کے کوئی مناسب معنی اس مقام پر نہیں سمجھ میں آتے۔

[2] یہ شعر (الف) میں نہیں ہے۔

(احمد محمودی)

اس پر جو جنگ کے وقت ختم نہ ہونے والی تلوار اور
جھگڑے کے وقت دشمن کو ہلاک کرنے والا تھا۔

وَسَهْلِ الْخَلِيقَةِ طَلْقِ الْيَدَيْنِ وَفِيٍّ عُدْمُلِيٍّ صَمِيمٍ لُهَامِ

نرم سیرت والے کشادہ ہاتھوں والے وفادار
سخت پختہ ارادے والے کثیر الخیر شخص پر۔

تَبَنَّكَ فِي بَاذِخٍ بَيْتُهُ رَفِيعِ الذُّؤَابَةِ[1] صَعْبِ الْمَرَامِ

اس پر جس کے گھر کی اساس علو شان پر مستحکم تھی
بلند طرے والے اعلیٰ مقاصد والے پر۔

اور ام حکیم البیضا نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

أَلَا يَا عَيْنُ جُودِي وَاسْتَهِلِّي وَبَكِّي ذَا النَّدَى وَالْمَكْرُمَاتِ

ہاں اے آنکھ سخاوت اور آہ و فغاں کر۔ اور
بزرگیوں والے اور سخاوت والے پر رو۔

أَلَا يَا عَيْنُ وَيْحَكِ أَسْعِفِينِي[2] بِدَمْعٍ مِنْ دُمُوعٍ هَاطِلَاتِ

ہاں اے کمبخت آنکھ لگاتار برسنے والے آنسوؤں
سے میری امداد کر۔

وَبَكِّي خَيْرَ مَنْ رَكِبَ الْمَطَايَا أَبَاكِ الْخَيْرَ تَيَّارَ الْفُرَاتِ

سواریوں پر سوار ہونے والوں میں جو سب سے

۱۔ (الف) میں "الدوابۃ" دال مہملہ سے لکھا ہے، جس کے کوئی مناسب معنی نہیں۔ (احمد محمودی)
۲۔ (الف) میں اسعدینی ہے معنی دونوں کے ایک ہیں۔ (احمد محمودی)

اچھا تھا اس پر آہ و فغاں کر۔ اپنے اچھے باپ پر جو میٹھے
پانی کا موج زن دریا تھا۔

طَوِيلَ الْبَاعِ شَيْبَةَ ذَا الْمَعَالِي   كَرِيمَ الْخِيمِ مَحْمُودَ الْهِبَاتِ ۱۸۴

شیبہ پر جو بڑا سخی اور بلند رتبوں والا نیک سیرت
سخاوت میں قابل مدح وستائش تھا۔

وَصُولًا لِلْقَرَابَةِ هِبْرِزِيًّا   وَغَيْثًا فِي السِّنِينَ الْمُمْحِلَاتِ

صلہ رحمی کرنے والے پر اس پر جس کے چہرے سے
شرافت وجمال ظاہر ہوتا تھا۔ جو قحط سالیوں میں برستا ہوا
بادل تھا۔

وَلَيْثًا حِينَ تَشْتَجِرُ الْعَوَالِي   تَرُوقُ لَهُ عُيُونُ النَّاظِرَاتِ

جو نیزوں کے ایک دوسرے سے ملکر جھاڑی کی طرح
بن جانے کے وقت کا شیر تھا۔ جس کے لیے دیکھنے والوں کی
آنکھیں بہ پڑتی ہیں۔

عَقِيلَ بَنِي كِنَانَةَ وَالْمُرَجَّى   إِذَا مَا الدَّهْرُ أَقْبَلَ بِالْهَنَاتِ

جو بنی کنانہ کا سردار تھا اور زمانے کے اقسام کی آفتیں
سر پر پڑنے کے وقت امیدوں کا آسرا تھا۔

وَمَفْزَعَهَا إِذَا مَا هَاجَ هَيْجٌ   بِدَاهِيَةٍ وَخَصْمَ الْمُعْضِلَاتِ

جب کوئی سخت آفت آتی تو اس کے خوف کو
وہ دور کر دینے والا اور مشکلات کا مقابلہ
کرنے والا تھا۔

فَبَکِّیْہِ وَلَا تَسْمَیْ بِحُزْنٍ ۔۔۔ وَبَکِّیْ مَا بَقِیْتِ الْبَاکِیَاتِ

پس ایسے شخص پر آہ وفغاں کر اور غم کرنے میں سستی نہ کر اور دوسری رونے والیوں کو اس وقت تک رلاتی رہ جب تک تو باقی رہے۔

اور امیمہ بنت عبدالمطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا

أَلَا هَلَكَ الرَّاعِی الْعَشِیْرَۃَ ذُو الْفَقْدِ ۔۔۔ وَسَاقِی الْحَجِیْجِ وَالْمُحَامِیْ عَنِ[2] الْمَجْدِ

سن لو کہ خاندان کا محافظ خاندان والوں کو ڈھونڈ نکالنے والا حاجیوں کا ساقی عزت وشان کی حمایت کرنے والا چل بسا

وَمَنْ یُؤْلِفُ الضَّیْفَ الْغَرِیْبَ بُیُوْتُہٗ ۔۔۔ إِذَا مَا سَمَاءُ النَّاسِ تَبْخَلُ بِالرَّعْدِ

جس کا گھر مسافر مہمانوں کو اس وقت جمع کر لیتا تھا جب لوگوں کا آسمان گرج کے باوجود بخل بھی کرتا تھا۔

۱۸۵ كَسَبْتَ وَلِیْدًا خَیْرَ مَا یَكْسِبُ الْفَتٰی ۔۔۔ فَلَمْ تَنْفَكِكْ تَزْدَادُ یَا شَیْبَۃَ الْحَمْدِ

جو خوبیاں ایک جوانمرد حاصل کیا کرتا ہے اے شیبۃ الحمد تو نے ان خوبیوں میں کی بہترین صفتیں اپنی کم سنی ہی

---

[1] ۔ (الف) ابکی معنی دونوں کے ایک ہیں۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ (الف) میں عن کے بجائے من ہے، حالانکہ حمی کا صلہ عن سے آتا ہے تو اس کے معنی مدافعت کرنے اور حفاظت کرنے کے ہوتے ہیں اور من سے آتا ہے تو اس کے معنی نفرت کرنے کے ہوتے ہیں اس لیے محامی من المجد کے معنی عزت سے نفرت کرنے کے ہوجائیں گے اس لیے (الف) کا نسخہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

میں حاصل کرلیں اور پھر ان میں، تو ہمیشہ ترقی ہی کرتا رہا۔

أَبُو الْحَارِثِ الْفَيَّاضُ خَلَّى مَكَانَهُ، فَلَا تَبْعَدَنْ[1] فَكُلُّ حَيٍّ إِلَى بُعْدِ

ایک فیاض شیر نے اپنی جگہ خالی کردی پس تو (اسے اپنے دل سے) دور نہ کر کہ ہر زندہ (کسی نہ کسی روز) دور ہونے والا ہے۔

فَإِنِّي لَبَاكٍ[2] مَا بَقِيتُ، وَمُوجَعٌ، وَكَانَ لَهُ أَهْلًا لِمَا كَانَ مِنْ وَجْدِي

میں تو جب تک رہوں گا آبدیدہ اور غمگین ہی رہوں گا۔ اور میری محبت کے لحاظ سے وہ اسی کا سزاوار تھا۔

سَقَاكَ وَلِيُّ النَّاسِ فِي الْقَبْرِ مُمْطِرًا، فَسَوْفَ أُبَكِّيهِ وَإِنْ كَانَ فِي اللَّحْدِ

قبر میں بھی تمام لوگوں کی سرپرستی کرنے والا (خدا) تجھ کو (اپنی رحمت کی) بارش سے سیراب رکھے۔ میں تو اس پر روتا ہی رہوں گا۔ اگرچہ وہ قبر ہی میں رہے۔

فَقَدْ كَانَ زَيْنًا لِلْعَشِيرَةِ كُلِّهَا، وَكَانَ حَمِيدًا حَيْثُمَا كَانَ مِنْ حَمْدِ

وہ اپنے پورے گھرانے کی زینت تھا۔ اور جہاں کہیں جو تعریف بھی ہو وہ اس تعریف کا سزاوار تھا۔

---

[1] ۔ (الف) میں یبعدن یائے تحتانیہ سے ہے معنی "وہ دور نہ ہوجائے" ہوں گے۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ اگرچہ کہ بیان تو یہ کیا گیا ہے کہ یہ اشعار عبدالمطلب کی بیٹی کے ہیں لیکن باک اور موجع مذکر کے صیغے ہیں اس لیے ہم نے بھی مذکر ہی کے صیغوں سے ترجمہ کیا ہے فلیتدبر۔ (احمد محمودی)

اور اروی بنت عبد المطلب نے اپنے باپ پر روتے ہوئے کہا۔

بَکَتْ عَیْنِی وَحُقَّ لَهَا الْبُکَاءُ ۔۔۔ عَلَی سَمْحٍ سَجِیَّتُهُ الْحَیَاءُ

میری آنکھ ایک سرتا پا سخاوت اور حیا شعار پر روتی ہے اور اس آنکھ کے لیے رونا ہی سزاوار ہے۔

عَلَی سَهْلِ الْخَلِیقَةِ أَبْطَحِیٍّ ۔۔۔ کَرِیمِ الْخِیمِ نِیَّتُهُ الْعَلَاءُ

نرم خو بطاح کے رہنے والے بزرگانہ سیرت والے پر جس کی نیت عروج حاصل کرنے کی تھی۔

عَلَی الْفَیَّاضِ شَیْبَةَ ذِی الْمَعَالِی ۔۔۔ أَبِیكِ الْخَیْرِ لَیْسَ لَهُ کِفَاءُ

بلند رتبوں والے فیاض شیبة پر جو تیرا بہترین باپ تھا جس کا کوئی ہمسر نہیں۔

۱۸۶

طَوِیلِ الْبَاعِ أَمْلَسَ شَیْظَمِیٍّ ۔۔۔ أَغَرَّ کَأَنَّ غُرَّتَهُ ضِیَاءُ

کشادہ اور نرم ہاتھ والے بھاری بھرکم سفید پیشانی والے پر جس کی سفیدی ایسی تھی گویا ایک روشنی ہے۔

أَقَبِّ الْکَشْحِ أَرْوَعَ ذِی فُضُولٍ ۔۔۔ لَهُ الْمَجْدُ الْمُقَدَّمُ وَالثَّنَاءُ

پتلی کمر والے عجیب حسن و شجاعت والے بہت سی فضیلتوں والے پر جو قدیم سے عزت و بزرگی اور مدح و ثنا کا مالک ہے۔

أَبِیِّ الضَّیْمِ أَبْلَجَ هِبْرِزِیٍّ ۔۔۔ قَدِیمِ الْمَجْدِ لَیْسَ بِهِ خَفَاءُ

ظلم کی برداشت نہ کرنے والے روشن چہرے والے پر

جس کے چہرے سے شرافت اور جمال ظاہر ہوتا تھا۔
جس کی بزرگی اور شرف قدیم ہے جس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔

وَمَعقِلِ مَالِكٍ وَرَبِيعِ فِهْرٍ وَفَاصِلِهَا إِذَا التُمِسَ الْقَضَاءُ

جو بنی مالک کے لیے پناہ کی جگہ اور بنی فہر کے لیے
بہار کی بارش اور جب جھگڑوں کے فیصلے کے لیے تلاش ہوتی
تو وہی ان میں فیصلہ کرنے والا ہوتا تھا۔

وَكَانَ هُوَ الْفَتَى كَرَمًا وَجُودًا وَبَأْساً حِينَ تَنْسَكِبُ الدِّمَاءُ

جود وسخا میں وہ ایک جوانمرد تھا اور دبدبے میں
بھی وہی یکتا تھا جبکہ خون بہتے تھے۔

إِذَا هَابَ الْكُمَاةُ الْمَوْتَ حَتَّى كَأَنَّ قُلُوبَ أَكْثَرِهِمْ هَوَاءُ

اور جب کہ زرہ پوش بہادر موت سے یہاں تک
ڈرتے کہ ان میں کے اکثروں کے دلوں کا یہ حال ہوتا کہ
گویا وہ ہوا ہیں۔

مَضَى قُدُمًا بِذِي رُبَدٍ خَشِيبٍ عَلَيْهِ حِينَ تُبْصِرُهُ الْبَهَاءُ

قدیم سے اس کا یہ حال رہا ہے کہ جب تو اسے
جوہر والی صیقل کی ہوئی (تلوار) کے ساتھ دیکھتا تو اس
پر رونق نظر آتی تھی۔

ابن اسحٰق[1] نے کہا کہ محمد بن سعید بن مسیب نے وعوے سے
بیان کیا ہے کہ جب زبان بند ہوگئی تو عبدالمطلب نے اپنے سر سے

---

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

اشارہ کر کے کہا کہ ہاں مجھ پر ایسے ہی بین کرو۔
ابن ہشام نے کہا کہ مسیب، حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کا بیٹا تھا۔

۱۸۷

ابن اسحٰق نے کہا کہ حذیفۃ بن غانم بنی عدی بن کعب بن لوئی والا عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف پر روتا اور اس کی فضیلت اور قریش پر قصی کی۔ اور پھر اس کے لڑکوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اور یہ مدح و ستایش اس نے اس لیے کی کہ وہ چار ہزار درم کے بدلے پکڑ لیا گیا اور مکہ میں روک لیا گیا تھا تو اس کے پاس سے ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب گزرا اور اس نے اس کی ادائی کی وہ شعر یہ ہیں۔

أَعَیْنَیَّ جُودَا بِالدُّمُوعِ عَلَی الصَّدْرِ وَلَا تَسْأَمَا اسْقِیتُمَا سَبَلَ الْقَطْرِ

اے میری آنکھو آنسوؤں سے میرے سینے پر سخاوت کرو اور سستی نہ کرو خدا تمھیں بارش کے ان قطروں سے سیراب کرے جو زمین پر نہ گرے ہوں۔

وَجُودَا بِدَمْعٍ وَاسْفَحَا کُلَّ شَارِقٍ بُکَاءَ امْرِئٍ لَمْ یَشْوِہِ نَائِبُ الدَّہْرِ

آنسوؤں سے سخاوت کرو اور ہر صبح ایسے شخص کی سی فریاد کرو جس کو زمانے نے کاری ضرب لگا کر ختم نہ کیا ہو۔

وَسُحَّا وَجُمَّا وَاسْجُمَا مَا بَقِیتُمَا[1] عَلَی ذِی حَیَاءٍ مِنْ قُرَیْشٍ وَذِی سِتْرِ

اے آنکھو قریش میں کے شرم و حجاب والے پر آنسو بہاؤ اور جب تک تم رہو اپنے پیمانے بھر بھر کر انڈیلتے رہو۔

عَلَی رَجُلٍ جَلْدِ الْقُوَی ذِی حَفِیظَۃٍ جَمِیلِ الْمُحَیَّا غَیْرِ نِکْسٍ وَلَا ہَذْرِ

ایسے شخص پر جو مضبوط قویٰ والا اور لوگوں کا ہر قسم کا حساب رکھنے والا خوبصورت ہے۔ ناقص و ناکارہ نہیں ہے۔

عَلَی الْمَاجِدِ الْبُہْلُولِ ذِی الْبَاعِ وَاللُّہَا[2] رَبِیعِ لُؤَیٍّ فِی الْقُحُوطِ وَفِی الْعُسْرِ

---

[1] یہ شعر (الف) میں ہے اور (ب) کے حاشیہ پر بھی ہے (ج د) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)
[2] (الف) میں الندی ہے معنی دونوں کے قریب قریب ہیں۔ (احمد محمودی)

ایسے شخص پر جو عظمت اور شان والا ہے ہر قسم کی بھلائیوں
کا جامع ہے ۔ کشادہ دست اور انعام و اکرام والا ہے ۔
تنگدستی اور قحط کے زمانوں میں بنی لوی کے لیے ابر بہار ہے ۔

عَلٰی خَیْرِ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَنَاعِلٍ ۔۔۔ کَرِیْمِ الْمَسَاعِیْ طَیِّبِ الْخِیْمِ وَالنَّجْرِ

ایسے شخص پر جو بنی معد کے ننگے پاؤں چلنے والے
اور جوتا پہن کر چلنے والے دونوں میں کا بہترین ہے شریفانہ
کوششوں والا نیک سیرت نیک فطرت ہے ۔

وَخَیْرِہِمْ أَصْلًا وَفَرْعًا وَمَعْدِنًا ۔۔۔ وَأَحْظَاہُمْ بِالْمَکْرُمَاتِ وَبِالذِّکْرِ

اصل و فرع اور معدن کے لحاظ سے ان میں سب
سے بہتر ہے بزرگیوں اور شہرت کے لحاظ سے بھی ان سب
میں اسی کا بڑا حصہ ہے ۔

وَأَوْلَاہُمْ بِالْمَجْدِ وَالْحِلْمِ وَالنُّہٰی ۔۔۔ وَبِالْفَضْلِ عِنْدَ الْمُجْحِفَاتِ مِنَ الْغَبْرِ

۱۸۸

عظمت و شان اور حلم و عقل کے لحاظ سے بھی ان سب
سے بڑھ کر ہے ۔ اور کینہ جو مصیبتوں میں فضل و کرم کے
لحاظ سے بھی وہی سب میں بلند ہے ۔

عَلٰی شَیْبَۃِ الْحَمْدِ الَّذِیْ کَانَ وَجْہُہٗ ۔۔۔ یُضِیْءُ سَوَادَ اللَّیْلِ کَالْقَمَرِ الْبَدْرِ

شیبۃ الحمد پر جس کا چہرہ رات کی تاریکی کو چودھویں رات
کے چاند کی طرح جگمگا دیتا ہے ۔

وَسَاقِی الْحَجِیْجِ ثُمَّ لِلْخُبْزِ[۱] ہَاشِمٌ ۔۔۔ وَعَبْدِ مَنَافٍ ذٰلِکَ السَّیِّدُ الْفِہْرِیْ

[۱] ۔ (الف ب) للخیر یعنی نیکی کی عظمت کرنے والا ۔ (احمد محمودی)

عبدمناف بنی فہر کا سردار حجاج کو زمزم پلانے والا
اور روٹی کو چور کر (ثرید بنا کر کھلا) نے والا ہے

طَوَی زَمْزَمًا عِنْدَ الْمَقَامِ فَأَصْبَحَتْ سِقَایَتُهُ فَخْرًا عَلٰی کُلِّ ذِی فَخْرِ

اس نے زمزم کو مقام ابراہیم کے پاس پتھروں سے
بنایا تو اس کا یہ کنواں ہر فخر کے قابل شخص پر فخر کرنے کے
قابل ہو گیا۔

لِیَبْکِ عَلَیْهِ کُلُّ عَانٍ بِکُرْبَةٍ وَآلُ قُصَیٍّ مِنْ مُقِلٍّ وَذِی وَفْرِ

ہر ایک آفت میں پھنسے ہوئے کو چاہیئے کہ اس پر
روئے اور بنی قصی کے تو محتاجوں اور مالداروں سب کو اس پر
رونا چاہیئے۔

بَنُوهُ سَرَاةٌ کَهْلُهُمْ وَشَبَابُهُمْ تَفَلَّقَ عَنْهُمْ بَیْضَةُ الطَّائِرِ الصَّقْرِ

اس کے لڑکے خواہ وہ نوعمر ہوں یا عمر رسیدہ سب کے
سب جوانمرد ہیں گویا شہباز کا انڈا پھٹ کر وہ سب کے سب
نکل آئے ہیں۔

قُصَیُّ الَّذِی عَادَی کِنَانَةَ کُلَّهَا وَرَابَطَ بَیْتَ اللّٰهِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ

قصی وہ شخص ہے جس نے تمام بنی کنانہ سے
دشمنی کرلی اور تنگدستی اور خوشحالی میں بیت اللہ سے دائمی
تعلق رکھا۔

فَإِنْ تَکُ غَالَتْهُ الْمَنَایَا وَصَرْفُهَا فَقَدْ عَاشَ مَیْمُونَ النَّقِیبَةِ وَالْأَمْرِ

اگر موتوں کی گردش نے اس کو مار ڈالا (تو کوئی حرج نہیں)

کیونکہ اس نے اطمینان نفس کے ساتھ کامیاب زندگی گزاری ہے۔

وَأَبْقَى رِجَالًا سَادَةً غَيْرَ عُزَّلٍ[1] مَصَالِيتَ أَمْثَالَ الرُّدَيْنِيَّةِ[2] السُّمْرِ

اور ایسے جوانمردوں سرداروں کو باقی چھوڑ گیا ہے
جو کمزور یا نہتے نہیں (بلکہ ہر معاملے ہیں) گندمی رنگ کے ردینی
نیزوں کی طرح گھس پڑنے والے ہیں۔

۱۸۹ أَبُو عُتْبَةَ الْمُلْقِي إِلَيَّ حِبَاءَهُ أَغَرُّ هِجَانُ اللَّوْنِ مِنْ نَفَرٍ غُرِّ

ابوعتبہ جس سے مجھے فیض پہنچا ہے نورانی پیشانی والا
سرخ وسفید رنگ والا نیک لوگوں میں سے ہے۔

وَحَمْزَةُ مِثْلُ الْبَدْرِ يَهْتَزُّ لِلنَّدَى نَقِيُّ الثِّيَابِ وَالذِّمَامِ مِنَ الْغَدْرِ

اور حمزہ بدر کی طرح روشن جبیں ہے، اور سخاوت
کر کے سرور میں جھومنے لگتا ہے اور اس کا لباس اور اس کی
ذمہ داریاں بے وفائی کے دھبوں سے پاک صاف ہیں۔

وَعَبْدُ مَنَافٍ مَاجِدٌ ذُو حَفِيظَةٍ وَصُولٌ لِذِي الْقُرْبَى رَحِيمٌ بِذِي الصِّهْرِ

اور عبد مناف بزرگیوں والا اور لوگوں کے اعمال
کا نگران ہے۔ نسبی رشتہ کو مضبوط کرنے والا اور سمد ہیانے
کے تعلقات میں مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔

---

[1] (الف) غزل با غین معجمہ ہے جس کے کوئی مناسب معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ (احمد محمودی)

[2] ردینیہ ایک عورت کا نام تھا، جو خطۂ ہجر (واقع البحرین) میں رہتی تھی اور وہ خود اور اس کا شوہر نیزوں کی اصلاح کیا کرتے تھے۔ اس لیے نیزے اس کی جانب منسوب ہوا کرتے ہیں۔ (احمد محمودی)

كُهُولُهُم خَيرُ الكُهُولِ وَنَسلُهُم كَنَسلِ المُلُوكِ لَا تَبُورُ وَلَا تَحرِي

ان کے بڑے بوڑھے تمام بڑے بوڑھوں میں بہترین
اوران کی اولاد پادشاہوں کی اولاد کی طرح نہ ہلاک ہوتی ہے
نہ گھٹتی ہے۔

مَتَى مَا تُلَاقِي مِنهُمُ الدَّهرَ نَاشِئًا تَجِدهُ بِإِجرِيَّا أَوَائِلِهِ يَجرِي

زمانہ بھر میں جب کبھی ان میں کے کسی نوعمر جوان سے تو ملے گا
تو اس کو اس کے اسلاف ہی کی عادتوں پر پائے گا۔

هُمُ مَلَأُوا البَطحَاءَ مَجدًا وَعِزَّةً إِذَا استَبَقَ الخَيرَاتِ فِي سَالِفِ العَصرِ

اگلے زمانے میں جب لوگوں نے نیکیوں میں ایک
دوسرے سے سبقت کی تو یہی نکلے جنھوں نے بطحا کو عزت و
شان سے بھر دیا۔

وَفِيهِم بُنَاةٌ[1] لِلعُلَا وَعِمَارَةٌ وَعَبدُ مَنَافٍ جَدُّهُم جَابِرُ الكَسرِ

اوران ہی میں عزو شرف کے بانی بھی ہیں اور بستیوں
کے بانی بھی اور عبد مناف جو ان کا دادا تھا،

بِإِنكَاحِ عَوفٍ بِنتَهُ لِيُجِيرَنَا مِن اَعدَائِنَا إِذ أَسلَمَتنَا بَنُو فِهرِ

اپنی بیٹی کو عوف کے نکاح میں دے کر ٹوٹے ہوؤں
کو جوڑ دینے والا تھا تاکہ وہ ہمارے دشمنوں کے مقابل میں
ہمیں پناہ دے جب بنو فہر نے ہماری امداد چھوڑ دی۔

---

[1] ۔ (الف) میں نباہ ہے جس کے معنی ۔ اوران ہی میں ایسے بھی ہیں جو عالی مرتبہ کے لیے شرف و تاج ہیں ۔ (احمد محمودی)

فَسِرْنَا تِهَامِيَّ الْبِلَادِ وَنَجْدَهَا ‏ ‏ بِأَمْنِهِ حَتَّى خَاضَتِ الْعِيرُ فِي الْبَحْرِ

تو ہم تہامہ اور نجد کے شہروں میں اس کے امن وامان
میں سفر کرنے لگے یہاں تک کہ قافلے سمندر میں رواں ہوگئے۔

وَهُمْ حَضَرُوا وَالنَّاسُ بَادٍ فَرِيقُهُمْ ‏ ‏ وَلَيْسَ بِهَا إِلَّا شُيُوخُ بَنِي عَمْرِو ‏ ۱۹۰

ان ہی لوگوں نے تمدن اختیار کیا جب لوگوں کا ایک
گروہ دیہاتی زندگی ہی میں تھا۔ اور وہاں بنی عمرو کے چند
شیوخ کے سوا کوئی نہ تھا۔

بَنَوْهَا دِيَارًا جَمَّةً وَطَوَوْا بِهَا ‏ ‏ بِئَارًا تَسِحُّ الْمَاءَ مِنْ ثَبَجِ الْبَحْرِ[1]

اور ان شہروں کو بڑی آبادی والے شہر بناوے ان
میں ایسی پختہ باولیاں بنائیں کہ ان میں سمندر کے بیچ سے پانی
رس رس کر آتا تھا۔

لِكَيْ يَشْرَبَ الْحُجَّاجُ مِنْهَا وَغَيْرُهُمْ ‏ ‏ إِذَا ابْتَدَرُوهَا صُبْحَ تَابِعَةِ النَّحْرِ

تاکہ حجاج اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ سیراب ہوں
جب وہ قربانی کے دوسرے روز صبح سویرے وہاں آئیں۔

ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ تَظَلُّ رِكَابُهُمْ ‏ ‏ مُخَيِّسَةً بَيْنَ الْأَخَاشِبِ وَالْحِجْرِ

تاکہ ان کے سدھے ہوئے اونٹ تین روز تک
پہاڑوں اور باولیوں کے درمیان گزاریں۔

---

[1] ۔ (الف) بحر پر بالف لام تعریف نہیں ہے۔
(احمد محمود دی)

وَقَدِ مَّا غَنِینَا قَبْلَ ذٰلِكَ حِقْبَةً وَلَا نَسْتَقِی إِلَّا بِخُمٍّ أَوِ الْحَفْرِ

ہم یا تو خم نامی باولی سے پانی پیتے ہیں یا حفر نامی باولی سے آج سے سیکڑوں برس پہلے سے ہمیں دوسری باولیوں کی کچھ پروا نہیں رہی ہے۔

وَهُمْ يَغْفِرُونَ الذَّنْبَ يُنْقَمُ دُونَهُ وَيَعْفُونَ عَنْ قَوْلِ السَّفَاهَةِ وَالْهُجْرِ

اور یہ لوگ ایسے ایسے گناہ معاف کر دیتے ہیں جن سے کمتر گناہوں کا دوسرے لوگ انتقام لیا کرتے ہیں اور بیہودگی اور بے وقوفی کی باتوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

وَهُمْ جَمَعُوا حِلْفَ الْأَحَابِيشِ كُلَّهَا وَهُمْ نَكَّلُوا عَنَّا غُوَاةَ بَنِي بَكْرِ

ان ہی لوگوں نے تمام حبش والوں کو معاہدہ کے لیے جمع کیا اور ان ہی لوگوں نے بنی بکر کے گمراہوں کو ہم سے دفع کیا۔

فَخَارِجَ، إِمَّا أُهْلِكَنَّ فَلَا تَزَلْ لَهُمْ شَاكِرًا حَتَّى تُغَيَّبَ فِي الْقَبْرِ

پس اے خارجہ اگر میں مر بھی جاؤں تو تو ان لوگوں کا ہمیشہ شکر گزار رہ یہاں تک کہ تو قبر میں غائب ہو جائے۔

وَلَا تَنْسَ مَا أَسْدَى ابْنُ لُبْنَى فَإِنَّهُ قَدَ اَسْدَى يَدًا مَحْقُوقَةً مِنْكَ بِالشُّكْرِ

ابن لُبنٰی نے جو احسان کیا ہے اس کو بھول نہ جا کیونکہ اس نے ایسا احسان کیا ہے جو تیری شکر گزاری کا طالب ہے یعنی تجھ پر اس کی شکر گزاری لازم ہے۔

وَأَنْتَ ابْنُ لُبْنَى مِنْ قُصَيٍّ إِذَا انْتَمَوْا بِحَيْثُ انْتَهَى قَصْدُ الْفُؤَادِ مِنَ الصَّدْرِ

اے ابن لبنیٰ جب لوگ اپنے بزرگوں کی جانب منسوب ہوں تو تو بنی قصی میں شمار ہوگا۔ جہاں سینوں میں رہنے والے دلوں کے مقاصد منتہی ہوتے ہیں۔

وَأَنْتَ تَنَاوَلْتَ الْعُلَا فَجَمَعْتَهَا ... إِلَى مَحْتِدٍ لِلْمَجْدِ ذِي ثَبَجٍ جَسْرِ

تو نے برتری حاصل کرلی اور اس برتری کو ایک ایسی اصل خالص تک ملا دیا ہے جو بزرگی کے لیے عظمت و جرأت والی ہے۔

سَبَقْتَ وَفُتَّ الْقَوْمَ بَذْلًا وَنَائِلًا ... وَسُدْتَ وَلِيدًا كُلَّ ذِي سُؤْدَدٍ غَمْرِ

تو جود و سخا میں تمام لوگوں سے اتنا آگے بڑھ گیا کہ سب کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور تو کم سنی ہی میں سیادت میں ڈوبے ہوئے بڑے بڑے سرداروں کا سردار بن گیا۔

وَأُمُّكَ سِرٌّ مِنْ خُزَاعَةَ جَوْهَرٌ ... إِذَا حَصَّلَ الْأَنْسَابَ يَوْمًا ذَوُو الْخُبْرِ

علم انساب کے ماہروں نے جب نسب دیکھے تو معلوم ہوا کہ تیری ماں خزاعہ میں کا ایک بہترین جوہر ہے۔

إِلَى سَبَإِ الْأَبْطَالِ تُنْمَى وَتَنْتَمِي ... فَأَكْرِمْ بِهَا مَنْسُوبَةً فِي ذُرَا الزُّهْرِ

اس کو سبا کے مشاہیر کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اور وہ حقیقۃً یہ نسبت رکھتی بھی ہے۔ تو وہ کیسی کچھ عظمت والی ہوئی جو رونق (یا پھول) کی انتہائی چوٹی سے نسبت رکھنے والی ہے۔

أَبُو شَمِرٍ مِنْهُمْ وَعَمْرُو بْنُ مَالِكٍ ... وَذُو جَدَنٍ مِنْ قَوْمِهَا وَأَبُو الْجَبْرِ

ابو شمر اور عمرو بن مالک بھی انھیں میں کے ہیں اور

ذوجدن اور ابو الجبر بھی اسی کی قوم کے افراد ہیں۔

وَاَسْعَدُ قَادَ النَّاسَ عِشْرِیْنَ حِجَّۃً ‌ ‌ یُؤَیَّدُ فِیْ تِلْکَ الْمَوَاطِنِ بِالنَّصْرِ

۱۹۲

اور اسعد جس نے بیس حجوں میں تمام لوگوں کی قیادت کی ان مقامات میں اس کی امداد اور حمایت کیجاتی رہی ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ "اُمَّاکَ سَعْرِمِنْ خُزَاعَۃ" سے شاعر کی مراد ابو لہب ہے اس کی ماں لُبنیٰ ہاجر خزاعی کی بیٹی تھی۔ اور ہاجر یا آدائلہ کی روایت ابن اسحٰق کے سوا دوسروں سے ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مطرود بن کعب الخزاعی نے عبد المطلب اور بنی عبد مناف کا مرثیہ لکھا ہے۔

یَا اَیُّھَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رَحْلَہٗ ‌ ‌ ھَلَّا سَأَلْتَ عَنْ آلِ عَبْدِ مَنَافِ

اے سفر کرنے والے شخص تونے عبد مناف کے خاندان والوں کا پتا کیوں نہ پوچھ لیا۔

ھَبِلَتْکَ اُمُّکَ لَوْحَلَلْتَ بِدَارِھِمْ ‌ ‌ ضَمِنُوْکَ مِنْ جُرْمٍ وَّمِنْ اِقْرَافِ

تیری ماں تجھ پر آہ وزاری کرے۔ اگر تو ان کے محلہ میں اترتا تو تیرے جرموں کی وہ ضمانت کرتے اور دوغلے پن سے وہ تجھ کو بچاتے۔ (یعنی تیری بیٹیوں کو ذلیل خاندانوں میں بیاہے جانے سے جس کی وجہ سے تیری نسل دوغلی ہوجائے وہ بچالیتے)۔

لہ ـ یعنی بیسواں شعر جس کے دوسرے مصرع میں "تنجل یا جریا اوائلہ تجوی" ہے اس کی روایت ابن اسحٰق کے سوا دوسروں نے کی ہے۔ ابن اسحٰق نے نہیں کی۔

(احمد محمودی)

الْمُنْعِمِينَ إِذَا النُّجُومُ تَغَيَّرَتْ وَالظَّاعِنِينَ لِرِحْلَةِ الْإِيلَافِ

وہ ناز و نعم میں بسر کرنے والے جو ستاروں کے متغیر ہونے تک خواب راحت میں رہتے ہیں اور وہ سفر کرنے والے جو (صرف) شوقیہ سفر کیا کرتے ہیں۔

وَالْمُطْعِمِينَ إِذَا الرِّيَاحُ تَنَاوَحَتْ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ فِي الرَّجَّافِ

جب مختلف ہوائیں چل رہی ہوں یہاں تک کہ آفتاب بھی بحر طوفان خیز میں غائب ہو جائے وہ کھانا کھلانے والے ہیں۔ یعنی یہ لوگ سخت قحط کے اندھیری راتوں میں بھی مسافروں کی مہمان نوازی کرنے والے ہیں۔

الْخَالِطِينَ غَنِيَّهُمْ بِفَقِيرِهِمْ[1] حَتَّى يَعُودَ فَقِيرُهُمْ كَالْكَافِي

اور ان میں کے مالداروں کو ان میں کے تنگدستوں کے ساتھ میل جول کرانے والے ہیں تاکہ ان میں کا تنگدست بھی دولتمندوں کی طرح ہو جائے۔

۱۹۳ إِمَّا هَلَكْتَ أَبَا الْفِعَالِ فَمَا جَرَى مِنْ فَوْقِ مِثْلِكَ عَقْدُ ذَاتِ نِطَافِ

اے نیک کردار شخص خدا کرے تجھ کو موت نہ آئے کیونکہ کسی نطفے والی کے عقد نے تیرے جیسے افراد سے برتر افراد کو پیدا نہیں کیا۔

إِلَّا أَبِيكَ أَخِي الْمَكَارِمِ وَحْدَهُ وَالْفَيْضِ مُطَّلِبٍ أَبِي الْأَضْيَافِ

[1] یہ شعر (الف) کے سوا دوسرے نسخوں میں نہیں ہے (احمد محمودی)

بجز تیرے باپ مطلب کے جو کریمانہ صفات میں
یکتا اور سرتاپا سخاوت۔ اور ایسا مہمان نواز (تھا) کہ گویا
مہمانوں کا باپ ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر جب عبدالمطلب بن ہاشم کا انتقال ہوگیا تو زمزم اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت ان کے بعد العباس بن عبدالمطلب متولی ہوئے۔ حالانکہ وہ اس وقت اپنے تمام بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ اور یہ تولیت اسلام کے ظہور اور قوت حاصل کرنے تک بھی انھیں سے وابستہ اور انھیں کے ہاتھ میں رہی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی دیرینہ تولیت کو برقرار رکھا۔ اور آج تک بھی عباس کے سبب سے وہ تولیت آل عباس ہی میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوطالب کی سرپرستی میں رہنا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے بعد اپنے چچا ابوطالب ہی کے ساتھ رہتے تھے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کے چچا ابوطالب کو عبدالمطلب اس بات کی وصیت بھی کرتے رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ اور ابوطالب دونوں ماں اور باپ کی طرف سے ایک تھے یعنی حقیقی بھائی بھائی تھے۔ ان کی نانی فاطمہ عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم کی بیٹی تھیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ عائذ عمران بن مخزوم کا بیٹا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کے بعد آپ کی

سرپرستی ابو طالب ہی کیا کرتے تھے۔ آپ، انھیں کے پاس اور انھیں کے ساتھ رہا کرتے تھے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن الزبیر نے بیان کیا
کہ ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ بنی لہب میں کا ایک شخص۔
ابن ہشام نے کہا کہ لہب از دشنواہ کی اولاد میں سے تھا۔ جو پیش گوئی ۱۹۴
کرنے والا تھا۔ جب وہ مکہ آتا تو لوگ اس کے پاس اپنے لڑکوں کو لاتے۔
وہ انھیں دیکھتا اور لوگوں سے ان کے متعلق پیش گوئیاں کرتا۔ راوی نے
کہا کہ آپ جب کم عمر تھے تو ابو طالب، ان لڑکوں کے ساتھ جن کو اس کے
پاس لا رہے تھے آپ کو بھی لائے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا اور پھر بعض مصروفیتوں نے اس کو آپ کی جانب سے دوسری
طرف مصروف کر دیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو کہا کہ اس لڑکے کو تو میرے
پاس لاؤ۔ ابو طالب نے جب آپ کی جانب اس سے متوجہ دیکھا تو آپ کو
اس کے پاس سے الگ کر دیا۔ وہ کہنے لگا ارے تم لوگوں پر افسوس ہے
اس لڑکے کو جس کو میں نے ابھی دیکھا تھا میرے پاس لوٹا لاؤ۔ خدا کی قسم
اس کی تو بڑی شان ہو گی۔ راوی نے کہا کہ پھر تو ابو طالب آپ کو لے گئے۔

قصۂ بحیرا[1]

ابن اسحٰق نے کہا کہ اس کے بعد ابو طالب تاجرانہ حیثیت سے ایک
قافلے کے ساتھ شام کی جانب چل کھڑے ہوئے۔ جب سفر کے لیے تیار
ہو گئے۔ اور سامان سفر باندھا گیا۔ تو لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بھی اشتیاق ظاہر فرمایا ابو طالب کا دل بھر آیا اور کہا خدا کی قسم

[1] - یہ سرخی (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

ضرور انھیں اپنے ساتھ لے چلوں گا ۔ وہ ہر گز مجھ سے جدا نہوں گے اور نہ میں ان سے کبھی جدا ہوں گا۔ یہی یا اسی کے مثل الفاظ انھوں نے کہے ۔ غرض انھوں نے آپ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ اور جب قافلہ سرزمین شام کے مقام بُصریٰ میں اترا جہاں بَحِیرا نامی ایک راہب اپنے کلیسا میں رہتا تھا۔ اور وہ نصرانیوں کے علم کا مرجع تھا۔ اور جب سے اس نے رہبانیت اختیار کی اسی کلیسا میں اس کی سکونت رہی اس کلیسا میں ایک کتاب تھی جس کا علم اسی راہب کو تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کتاب اس کے اسلاف سے ورثے میں چلی آرہی تھی ۔ جب اس سال یہ لوگ بحیرا کے پاس اترے ۔ حالانکہ بارہا اس سے پہلے بھی اس کے پاس ان لوگوں کا گزر رہوا ۔ وہ ان سے نہ کسی قسم کا تعارض کرتا تھا نہ ان سے کوئی بات کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ یہ سال آیا ۔ اور یہی لوگ اس کے کلیسا کے قریب اترے تو ان کے لیے اس نے بہت سا کھانا تیار کیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس دعوت کی یہ وجہ تھی کہ جب وہ اپنے کلیسا میں بیٹھا ہوا تھا تو اس نے ایک چیز دیکھی ان کا خیال ہے کہ جب وہ اپنے کلیسا میں تھا اور یہ لوگ آرہے تھے تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قافلے میں اس حال میں دیکھا کہ آپ لوگوں کے درمیان ہیں اور آپ پر ایک ابر کا ٹکڑا سایہ فگن ہے ۔ راوی[1] نے کہا کہ یہ لوگ آکر اس کے قریب ہی ایک درخت کے سایہ میں اترے تو اس نے ابر کے ٹکڑے کو اس وقت دیکھا جبکہ وہ درخت پر سایہ فگن تھا ۔ اور درخت کی ڈالیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئی تھیں ۔ کہ آپ اس کے نیچے سایہ میں تشریف فرما ہوں ۔ جب بحیرا نے یہ دیکھا تو اپنے کلیسا سے اترا ۔ اور کھانے کی تیاری کا حکم دے کر آیا ۔ کھانا تیار ہوا ۔ اور اس نے ان لوگوں کے پاس آدمی کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اے گروہ قریش میں نے تمھارے لیے کھانا تیار کیا ہے ۔ اور میری خواہش ہے کہ تم سب کے سب آؤ ۔ خواہ تم میں کوئی چھوٹا ہو یا بڑا غلام ہو یا آزاد ۔ ان میں کے ایک شخص نے

۱۹۵

---

[1] ۔ (الف) میں نہیں ہے ۔ (احمد محمودی)

اس سے کہا کہ آج تو تمھاری حالت ہی کچھ اور ہے۔ ہم تو تمھارے پاس سے بار ہا گزرے ہیں۔ تم ایسا برتاؤ تو ہمارے ساتھ کرتے نہ تھے۔ آج کونسی غیر معمولی بات ہے۔ بحیرا نے کہا تو نے سچ کہا۔ جو کچھ تو کہہ رہا ہے حالت تو ویسی ہی تھی۔ لیکن تم لوگ مہمان ہو۔ میری خواہش ہے کہ تمھاری عزت کروں اور تمھارے لیے کھانا تیار کروں کہ تم سب کھاؤ۔ پھر سب کے سب اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کم عمری کے سبب ان لوگوں کے کجاووں کے پاس اسی درخت کے نیچے رہ گئے۔ جب بحیرا نے ان لوگوں کو دیکھا اور وہ صفت، جو اس کے خیال میں تھی، اور جس کو وہ جانتا تھا، نہ دیکھی تو کہا اے گروہ قریش تم میں کا کوئی شخص میرے پاس کے کھانے سے رہ نہ جائے۔ انھوں نے کہا اے بزرگ تیرے پاس آنے سے بجز ایک لڑکے کے کوئی ایسا شخص نہیں چھوٹا جس کو تیرے پاس آنا چاہیئے تھا۔ وہ لڑکا عمر میں سب سے چھوٹا ہے۔ اس لیے وہ ہمارے کجاووں کے پاس رہ گیا ہے۔ اس نے کہا ایسا نہ کرو۔ اس کو بھی بلواؤ کہ وہ بھی اس کھانے میں تم سب کے ساتھ رہے۔ قریش کے ایک شخص نے جو انھیں کے ساتھ تھا کہا لات وعزی کی قسم ہمارے لیے باعث ذلت ہے کہ ہم میں کا عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا کھانے سے چھوٹ رہے۔ پھر وہ آپ کے پاس گیا۔ اور آپ کو گود میں اٹھا لایا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ آپ کو بٹھا دیا۔ اور جب آپ کو بحیرا نے دیکھا تو نہایت ہی غور سے آپ کو دیکھنے لگا۔ اور آپ کے جسد مبارک کے ان خاص خاص جسموں کا معاینہ کرنے لگا جن کے صفات آپ کی شناخت میں اپنے پاس پاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے اور ادھر ادھر چلے گئے تو وہ اٹھ کر آپ کے پاس آیا۔ اور کہا اے لڑکے لات وعزی کی قسم دے کر میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ جو جو بات میں تجھ سے پوچھوں مجھے بتاتا جا۔ اور بحیرا نے ایسا آپ سے اس لیے کہا کہ اس نے آپ کی قوم کو ان دونوں کی قسمیں کھاتے ہوئے سنا تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَسْأَلْنِي بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى شَيْئًا فَوَاللّٰهِ مَا أَبْغَضْتُ شَيْئًا قَطُّ بُغْضَهُمَا۔

196

لات وعزیٰ کی قسم دے کر مجھ سے کوئی بات نہ پوچھ
خدا کی قسم مجھے ان دونوں سے جتنا بغض ہے اور کسی چیز سے
کبھی بھی نہیں رہا۔ تو بحیرا نے آپ سے کہا اللہ کی قسم کہ آپ
مجھے وہ بتلایئے جو آپ سے میں پوچھتا جاؤں۔ تو آپ نے
فرمایا۔
سَلْنِي عَمَّا بَدَا لَكَ جو تمھیں مناسب معلوم ہو وہ مجھ سے دریافت کرو۔
پھر وہ آپ سے آپ کے حالات آپ کی نیند[1] آپ کی ہئیت اور آپ کے معاملات کے متعلق سوالات کرنے لگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو اپنے حالات کی نسبت خبر دینے لگے۔ اور وہ تمام باتیں آپ کے ان صفات کے موافق ہوئی گئیں۔ جو اس کے پاس تھیں پھر اس نے آپ کی پشت مبارک کو دیکھا اس نے دیکھا کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت (کا نشان) اسی مقام پر موجود ہے جہاں آپ کی صفت میں اس کے پاس (مرقوم) تھا۔
ابن ہشام نے کہا کہ وہ سینگیوں کے نشان کا سا تھا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ جب وہ اس سے فارغ ہوا تو آپ کے چچا ابو طالب کی جانب متوجہ ہوا۔ اور ان سے کہا اس لڑکے کا تم سے کیا رشتہ ہے۔ انھوں نے اس سے کہا میرا بیٹا ہے۔ بحیرا نے ان سے کہا یہ تمھارا بیٹا نہیں۔ اس لڑکے کا باپ زندہ ہونا چاہیئے۔ انھوں نے کہا میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ اس نے کہا پھر اس کے باپ نے کیا کیا۔ یعنی وہ کہاں ہے۔ انھوں نے کہا کہ ان کا اس وقت انتقال ہوا جب اس لڑکے کی ماں حاملہ تھیں۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا تم اپنے بھتیجے کو لیکر اس کے شہر کو واپس جاؤ۔ اور یہود سے اس کی حفاظت کرو خدا کی قسم اگر انھوں نے اس کو دیکھ لیا۔ اور اس کے متعلق جو کچھ میں نے جانا انھوں نے بھی جان لیا تو ضرور اسے ضرر پہنچانا چاہیں گے۔ کیونکہ تمھارے اس بھتیجے کی ایک بڑی شان

---

[1] ۔ (ب ج د) میں عن اشیاء من حالہ من نومہ ہے (الف) میں فی نومہ ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ نیند میں کیا حالت رہتی ہے۔ (احمد محمودی)

ہونے والی ہے۔ پس اسے لیے ہوئے اس کے شہر جلد چلے جاؤ آپ کے چچا ابوطالب جب اپنی شام کی تجارت سے فارغ ہو گئے تو وہاں سے جلد نکلے اور آپ کو لے کر مکہ چلے آئے۔ لوگوں نے اپنی روایتوں میں یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ زُرَیر اور تمّام اور دَرِیس نے بھی جو اہل کتاب ہی میں سے تھے اسی سفر میں جس میں آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تھے انھیں نظروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا جس نظر سے بحیرا نے دیکھا تھا[1] اور انھوں نے آپ کو ضرر پہنچانا بھی چاہا لیکن بحیرا نے ان کو آپ سے باز رکھا اور انھیں اللہ کی یاد دلائی[2] اور انھیں وہ سب باتیں یاد دلائیں جن کو وہ اپنی کتاب میں آپ کے اوصاف اور تذکرہ میں پاتے ہیں۔ اور یہ بات بھی جتائی کہ اگر وہ سب کے سب اس ارادے پر جو وہ آپ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں متفق بھی ہو گئے تو وہ آپ تک بے روک نہ پہنچ سکیں گے۔ اور اس نے انھیں نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ اس بات کو سمجھ گئے جو وہ ان سے کہہ رہا تھا۔ آخر اس نے جو کچھ کہا اس کی انھوں نے بھی تصدیق کی۔ اور انھوں نے آپ کو چھوڑ دیا[3]۔ اور آپ کے پاس سے لوٹ گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانی کے میدان میں اس طرح قدم رکھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی نگرانی اور حفاظت فرما رہا ہے اور آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے کہ کہیں جاہلیت کی گندگی آپ کو نہ چھو جائے۔ اس لیے کہ وہ آپ کا اعزاز اور آپ کی رسالت چاہتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ سن بلوغ کو پہنچے تو اپنی قوم میں مروت کے لحاظ سے بہتر بن، اخلاق میں ان سب سے اچھے، حسب نسب میں ان سب سے زیادہ شریف، پڑوس کے اعتبار سے ان سب میں بہترین، حلم میں ان سب سے بڑھ کر بات چیت میں ان سب سے زیادہ سچے، امانت داری میں ان سب سے بڑھے ہوئے،

197

---

[1] یعنی انھوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علامات سے پہچان لیا تھا۔

[2] یعنی خوف خدا سے ڈرایا۔

[3] یعنی آپ کو ضرر پہنچانے کے خیال کو۔ (احمد محمودی)

پاک، دامنی اور عزت نفس کے لحاظ سے فحش اور ان اخلاق سے جو مشہور لوگوں کے دامن کو ناپاک کر دیتے ہیں، ان سب سے کوسوں دور تھے۔ یہاں تک کہ آپ میں تمام بھلائیوں کو اکٹھا کر کے آپ کی قوم میں آپ کا نام ہی امین مشہور کر دیا۔ ہم تک جو روایتیں پہنچی ہیں ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کم سنی اور ناواقفیت کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ جن چیزوں سے آپ کو بچاتا رہا اس کے متعلق آپ ذکر فرمایا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ۔

لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي غِلْمَانِ قُرَيْشٍ نَنْقُلُ حِجَارَةً لِبَعْضِ مَا يَلْعَبُ بِهِ الْغِلْمَانُ، كُلُّنَا قَدْ تَعَرَّى وَأَخَذَ إِزَارَهُ فَجَعَلَهُ عَلَى رَقَبَتِهِ يَحْمِلُ عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ، فَإِنِّي لَأُقْبِلُ مَعَهُمْ كَذَلِكَ وَأُدْبِرُ إِذْ لَكَمَنِي لَاكِمٌ مَا أَرَاهُ لَكْمَةً وَجِيعَةً، ثُمَّ قَالَ: شُدَّ عَلَيْكَ إِزَارَكَ،

میں نے اپنے آپ کو قریش کے لڑکوں میں پایا جو لڑکپن کے بعض کھیلوں کے لیے پتھر اٹھاتے تھے۔ ہم میں کا ہر ایک برہنہ ہوگیا اور اپنا تہمد لیکر اس کو گردن پر رکھ لیا ہے تاکہ اس پر پتھر اٹھائے۔ میں بھی ان کے ساتھ اسی طرح آتا جاتا ہونگا یکایک کسی نے مجھے ایک مکا مارا جو میرے خیال میں تکلیف دہ نہ تھا اور کہا کہ اپنا تہمد باندھ لے۔ فرمایا

فَأَخَذْتُهُ وَشَدَدْتُهُ عَلَيَّ، ثُمَّ جَعَلْتُ أَحْمِلُ الْحِجَارَةَ عَلَى رَقَبَتِي، وَإِزَارِي عَلَيَّ مِنْ بَيْنِ أَصْحَابِي

تو میں نے اسے لے کر باندھ لیا۔ پھر پتھر اپنی گردن پر اٹھانے لگا اور

میرے تمام ساتھیوں میں میرا تہمد ہی بندھا ہوا تھا۔

۱۹۸

جنگ فجار

ابن ہشام نے کہا کہ ان روایتوں میں سے جن کو مجھ سے ابو عبیدہ نحوی نے ابو عمرو بن العلا کی روایت سے بیان کیا یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چودہ یا پندرہ سال کی عمر ہوئی قریش اور بنی کنانہ میں سے جو لوگ ان کے ساتھ تھے اور بنی قیس عیلان میں لڑائی چھڑ گئی۔ اور اس کے چھڑنے کا سبب یہ تھا کہ عُروۃ الرحّال بن عُتبۃ بن جعفر بن کلاب بن ربیعۃ بن عامر بن صعصعۃ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن نے نعمان بن المنذر کے سامان کے اونٹوں کو پناہ دی تھی تو البرّاض بن قیس نے جو بنی ضمرۃ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھا کہنے لگا کیا تو بنی کنانہ کے مقابلے میں ان اونٹوں کو پناہ دیتا ہے تو اس نے کہا ہاں بلکہ تمام لوگوں کے مقابلے میں تو عروۃ الرحّال اس معاملے میں دلچسپی لیکر نکلا۔ ۱۹۹ اور البرّاض بھی اس کی غفلت کا موقع تلاش کرتا نکلا۔ یہاں تک کہ جب وہ ذی طِلال میں مقام تیمن کے بلند مقام پر تھا تو عروہ غافل ہو گیا اور البرّاض نے اس پر حملہ کر کے اس کو حرمت والے مہینوں میں قتل کر ڈالا اسی لیے اس جنگ کا نام جنگ فجار رکھا گیا۔ البرّاض نے اسی کے متعلق یہ شعر کہے ہیں۔

وَدَاهِيَةٍ تُهِمُّ النَّاسَ قَبْلِي ... شَدَدْتُ لَهَا بَنِي بَكْرٍ ضُلُوعِي

اے بنی بکر میں نے ایسی آفت کے لیے، جس کو مجھ سے پہلے والے نہایت اہم سمجھتے تھے، کمر ہمت باندھ لی۔

هَدَمْتُ بِهَا بُيُوتَ بَنِي كِلَابٍ ... وَأَرْضَعْتُ الْمَوَالِيَ بِالضُّرُوعِ ۲۰۰

میں نے اس ہمت کے ذریعے بنی کلاب کے گھر ڈھا دئے
اور غلاموں کو ان کی ماں کی چھاتیوں کا دودھ پلا دیا (یعنی انھیں
ان کی چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔ ان پر سخت آفت ڈھائی۔
انھیں خوب ذلیل کیا)۔

دَفَعْتُ لَہٗ یَدَیَّ بِذِیْ طِلَالٍ[۱] فَخَرَّ یَمِیْدُ کَالْجِذْعِ الصَّرِیْعِ

مقام ذی طِلَال میں میں نے اپنے ہاتھ اس پر اٹھائے
تو وہ گھوم کر شہتیر کی طرح زمین پر اوندھا گرا
اور لبید بن ربیعۃ بن مالک بن جعفر بن کلاب نے کہا ہے۔

أَبْلِغْ إِنْ عَرَضْتَ بَنِيْ كِلَابٍ وَعَامِرَ وَالْخُطُوْبُ لَهَا مَوَالِيْ

اے شخص اگر تو بنی کلاب سے ملے تو یہ پیام پہنچا دے
اور بنی عامر اور بنی الخطوب تو ان کے غلام ہی ہیں۔ یا ان کے
چچازاد بھائی اور رشتہ دار ہی ہیں۔

وَبَلِّغْ إِنْ عَرَضْتَ بَنِيْ نُمَيْرٍ وَأَخْوَالَ الْقَتِيْلِ بَنِيْ هِلَالِ

اور بنی نمیر سے تو ملے تو انھیں بھی یہی پیام پہنچا دینا۔
اور مقتول کے ماموؤں یعنی بنی ہلال سے ملاقات ہو تو ان سے
بھی یہی کہدینا۔

بِأَنَّ الْوَافِدَ الرَّحَّالَ أَمْسَىٰ مُقِيْمًا عِنْدَ تَيْمَنَ ذِيْ طِلَالِ

کہ وافد الرحال ذی طلال کے مقام تیمن میں سر شام

۱۔ (ب ج د) میں "رفعت لہ بذی طلال" کہی گئی ہے جس میں ضرورت شعری کے سبب سے طلال کی لام مشدد کی گئی ہے۔ (احمد محمودی)

اگر ٹھہر گیا ہے (یعنی تمھارے مقابلہ کے لیے تیار ہے)۔

ابن ہشام نے اس کی جن ابیات کا ذکر کیا ہے، ان میں یہ ابیات موجود ہیں۔

پھر ایک شخص نے قریش کے پاس آکر کہا کہ البراض نے عروہ کو قتل کردیا ہے اور حرمت والے مہینوں میں مقام عکاظ (میں آنے) کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو انھوں نے ایسی حالت میں کوچ کیا کہ ہوازن کو اس کی خبر بھی نہ ہوی پھر انھیں خبر پہنچی تو انھوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان کے حرم میں داخل ہونے سے پہلے انھیں ملالیا ان میں جنگ ہوئی یہاں تک کہ رات ہوگئی اور وہ حرم میں داخل ہوگئے تو ہوازن نے ان سے ہاتھ روک لیا اس آج کی جنگ کے بعد کئی بار آپس میں جھڑپیں ہوئیں اور لوگوں کے مختلف جتھے ہو گئے۔ قریش اور کنانہ کے ہر قبیلے کا سردار انھیں میں کا ایک ایک اور قیس کے ہر قبیلے کا سردار انھیں میں کا ایک شخص ہوگیا۔ ان کے بعض جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی ہے آپ کے چچاؤں نے آپ کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كنت أنبل على أعمامي

میں اپنے چچاؤں کو وہ تیر دیتا جاتا تھا جو ان کے دشمنوں کی جانب سے آتے تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جنگ فجار چھڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیس سال کے تھے۔ اس جنگ کا نام فجار اس وجہ سے پڑا کہ اس جنگ میں ان دونوں قبیلوں کنانہ اور قیس عیلان نے اپنے درمیانی تعلقات میں بعض حرام کاموں کو بھی حلال قرار دے لیا تھا قریش وکنانہ کا قائد حرب بن امیہ ابن عبدالشمس تھا۔ اس روز دن کے پہلے حصے میں تو بنی قیس بنی کنانہ پر فتحیاب رہے۔ اور جب دن کا درمیانی حصہ شروع ہوا تو بنی کنانہ کو بنی قیس پر فتح حاصل ہوگئی۔

ابن ہشام نے کہا کہ جتنا میں نے جنگ فجار کا بیان کیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ طویل ہے۔ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا انقطاع مجھے اس کے مکمل بیان کرنے سے مانع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدیجہ رضی اللہ عنہا[1] سے عقد

۲۰۲
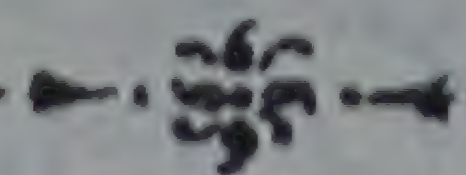
ابن ہشام نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو آپ نے خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب سے عقد فرمایا اور یہ ان واقعات میں سے ہے جس کی روایت ابوعمرو المدنی سے متعدد اہل علم نے مجھ سے کی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ خدیجہ بنت خویلد ایک شریف مالدار اور تاجر عورت تھیں۔ اپنا مال دے کر لوگوں کو تجارت میں لگا دیتیں اور ان کے ساتھ شریک تجارت ہوتیں اور ان کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ مقرر کر دیتیں۔ اور خود قریش کے لوگ بھی تاجر ہی تھے۔ جب انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اعلیٰ امانتداری، شرافت اخلاق کے (حیرت انگیز) واقعات کی خبر پہنچی تو آپ کو بلوا بھیجا۔ اور آپ سے درخواست کی کہ ان کا مال لے کر ان کے ایک غلام کے ساتھ جس کا نام میسرہ تھا تجارت کے لیے آپ شام تشریف لے جائیں! اور وہ آپ کو معاوضہ اس معاوضے سے زیادہ دیں گی جو دوسرے تاجروں کو دیتی تھیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کا وہ مال لے کر نکلے۔ اور آپ کے ساتھ ان کا غلام میسرہ بھی نکلا۔ اور شام پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راہبوں میں سے ایک راہب کے کلیسا کے قریب ایک درخت کے سائے میں نزول فرمایا۔ اس راہب نے اوپر سے میسرہ کو دیکھ کر اس سے کہا کہ یہ کون ہے جو اس درخت کے نیچے اترا ہے میسرہ نے اس سے کہا کہ یہ شخص حرم والے قریشیوں میں سے

۲۰۳

---

[1] (الف) میں رحمہا اللہ ہے۔ (احمد محمودی)

ہے راہب نے اس سے کہا اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کبھی کوئی شخص نہیں اترا ہے
غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سامان کو فروخت فرمایا جس کو لے کر
آپ نکلے تھے۔ اور جو سامان خریدنا چاہا خرید فرمالیا۔ پھر واپس مکہ تشریف لائے
اور میسرہ آپ کے ساتھ ہی رہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب دوپہر کا وقت ہوتا اور گرمی
سخت ہوتی تو میسرہ دیکھا کرتا کہ دھوپ سے بچاؤ کے لیے دو فرشتے آپ پر
سایہ افگن رہتے اور آپ اونٹ پر بیٹھے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ پھر جب آپ
خدیجہ کے پاس ان کا مال لے کر تشریف لائے تو جو مال آپ لائے تھے اس کو
انھوں نے بیچا تو مال دگنا یا اس کے قریب قریب ہو گیا۔ اور میسرہ نے راہب کی
باتیں اور آپ پر فرشتوں کا سایہ افگن ہونا جو دیکھا کرتا تھا ان سے بیان کیا
اور جناب خدیجہ عقل مند شریف اور ہوشیار عورت تھیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ
آپ کی عظمت کے طفیل ان کے لیے بھی سرفرازیاں چاہتا تھا۔ تو جب میسرہ نے
انھیں وہ عظیم الشان خبریں سنائیں تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آدمی بھیجا اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ کہلا بھیجا کہ اے میرے چچا کے بیٹے آپ
کے ساتھ رشتہ داری اپنی قوم میں آپ کی بے مثلی آپ کی امانت داری آپ کے
حسن اخلاق اور سچائی کی وجہ سے آپ کی جانب میرا میلان خاطر ہے پھر آپ سے
اپنے نکاح کی استدعا کی اور جناب خدیجہ ان دنوں قریش کی عورتوں میں نسب
و شرف کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ اور مال کے اعتبار سے تمام عورتوں میں بڑی
مالدار تھیں۔ ان کی قوم میں سے ہر ایک آرزومند تھا کہ کاش اس کو اس امر پر
قدرت ہوتی۔ آپ کا نسب خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی
ابن کلاب بن مرۃ بن کعب بن غالب بن فہر ہے آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت
زائدۃ بن الاصم بن رواحۃ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی ابن غالب بن
فہر۔ فاطمہ کی ماں کا نام ہالۃ بنت عبد مناف بن الحارث بن عمرو[1] بن منقذ بن
عمرو بن معیص بن عامر بن لوئی بن غالب بن فہر۔ ہالۃ کی ماں کا نام قلابۃ بنت سعید

۲۰۴
۲۰۵

[1] ۔ (الف) میں پہلا ابن عمرو نہیں ہے۔ (ب ج د) میں ہے۔ (احمد محمودی)

بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہُصیص بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر تھا۔

مذکورہ بالا پیام جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تو آپ نے اپنے چچاؤں سے اس کا ذکر کیا اور آپ کے ساتھ آپ کے چچا حمزۃ بن عبدالمطلب رحمہ اللہ نکلے۔ اور خویلد بن اسد کے پاس جاکر خدیجہ سے آپ کی نسبت قرار دی۔ اور ان سے آپ کا عقد ہوگیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مہر میں بیس جوان اونٹنیاں دیں۔ اور یہ پہلی بی بی تھیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد فرمایا۔ ان کی زندگی میں آپ نے کوئی دوسرا عقد نہیں فرمایا یہاں تک کہ انتقال فرماگئیں۔ اللہ تعالیٰ انؓ سے راضی رہے۔ ۲۰۶

ابن اسحٰق نے کہا کہ آپ کے فرزند ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی سے ہوی القاسم جن کے نام سے آپ کنیت فرمایا کرتے تھے۔ اور طاہر۔ طیب۔ زینب رقیہ ام کلثوم اور فاطمہ علیہم السلام (حضرت خدیجہ ہی سے) تھے۔

ابن ہشام نے کہا کہ آپ کے فرزندوں میں سب سے بڑے قاسم تھے ان کے بعد طیب ان کے بعد طاہر اور صاحب زادیوں میں سب سے بڑی رقیہ ان کے بعد زینب ان کے بعد ام کلثوم ان کے بعد فاطمہ تھیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ قاسم طیب اور طاہر کی تو اسلام سے پہلے ہی وفات ہوئی صاحب زادیاں سب کی سب زمانہ اسلام تک رہیں اور اسلام اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔

ابن ہشام نے کہا کہ ابراہیم کی والدہ ماریہ تھیں۔

ابن ہشام نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن وہب نے ابن لہیعہ کی حدیث بیان کی کہا کہ ابراہیم کی والدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواص ماریہ تھیں جن کو مُقوقس نے آپ کے پاس بطور ہدیہ روانہ کیا تھا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جناب خدیجہ نے ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ سے اس کا ذکر کیا تھا۔ اور یہ ان کے چچازاد بھائی نصرانی تھے۔ اور کتب بینی میں

ے۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمود دہی)

انھوں نے زمانہ گزارا تھا۔ اور لوگوں کے معلومات میں سے ان واقعات کو بھی جانتے تھے۔ جو جناب خدیجہ کے غلام میسرہ نے راہب کی باتیں اور اپنے چشم دید حالات کا ان سے ذکر کیا تھا کہ دو فرشتے آپ پر سایہ افگن رہا کرتے تھے۔ تو ورقہ نے کہا کہ اے خدیجہ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ بات ضرور ہونے والی ہے اس امت کے لیے ایک نبی ہونے والا ہے جس کا انتظار ہے اور یہی اس کا زمانہ ہے۔ یا جیسا کچھ انھوں نے کہا۔ راوی نے کہا کہ ورقہ اس معاملے کی نسبت خیال کرتے تھے کہ اس کے وقوع میں تاخیر ہوگئی ہے۔ اور کہتے تھے کہ آخر کب تک انتظار کیا جائے۔ اس کے متعلق ورقہ نے یہ اشعار کہے ہیں۔ ۲۰۷

لَجِجْتَ وَكُنْتَ فِي الذِّكْرَى لَجُوجًا لِهَمٍّ طَالَمَا بَعَثَ النَّشِيجَا

میں نے ایک ایسے اہم معاملے کا بہت کچھ انتظار کیا ہے جس نے بے فکری سے گانے والے اور تانیں لگانے والے ریاروں کو گلوگرفتہ ہوکر بیٹھ جانے والے اکو بھی اکثر مستعد بنا دیا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میں پند و نصیحت کا ہمیشہ سے منتظر ہی رہا ہوں۔

وَوَصْفٍ مِنْ خَدِيجَةَ بَعْدَ وَصْفٍ فَقَدْ طَالَ انْتِظَارِي يَا خَدِيجَا

خدیجہ سے میں نے ایک کے بعد ایک وصف سنا اے خدیجہ میرا انتظار بہت دراز ہوگیا ہے۔

بِبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ عَلَى رَجَائِي حَدِيثَكِ أَنْ أَرَى مِنْهُ خُرُوجَا

اے خدیجہ میں سمجھتا اور امید رکھتا ہوں کہ تمھاری بات کا ظہور مکہ کے دونوں بطنوں کے درمیاں ہوگا۔

بِمَا خَبَّرْتِنَا مِنْ قَوْلِ قَسٍّ مِنَ الرُّهْبَانِ أَكْرَهُ أَنْ يَعُوجَا

میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ راہبوں میں سے قسّ نامی راہب کی جس بات کی تم نے ہمیں خبر دی وہ ٹیڑھی یا غلط ہو جائے۔

۲۰۸ بِأَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُودُ فِينَا[1] وَيَخْصِمُ مَنْ يَكُونُ لَهُ حَجِيجَا

کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں عنقریب سردار ہو جائیں گے اور ان کی جانب سے جو شخص کسی سے بحث کرے گا وہی غالب رہے گا۔

وَيَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُورٍ يُقِيمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ أَنْ تَمُوجَا

اور تمام شہروں میں اس نور کی روشنی پھیل جائے گی۔ جو خلق خدا کو سیدھا چلائے گی۔ اور منتشر ہونے سے بچائیگی۔

فَيَلْقَى مَنْ يُحَارِبُهُ خَسَارًا وَيَلْقَى مَنْ يُسَالِمُهُ فُلُوجَا

اس کے بعد جو آپ سے جنگ کرے گا نقصان اٹھائیگا۔ اور جو آپ سے مصالحت کرلے گا فتحمند رہے گا۔

فَيَا لَيْتِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ شَهِدْتُ وَكُنْتُ أَكْثَرَهُمْ[2] وُلُوجَا

کاش میں بھی اس وقت رہوں جب تمہارے آگے ان واقعات کا ظہور ہو۔ اور کاش اس میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصے دار رہوں۔

---

[1] ۔ (الف) میں فینا کے بجائے قوما ہے۔
(احمد محمودی)

[2] ۔ (الف) اولہم ہے۔ (احمد محمودی)

وَلَوجَافِی الَّذِی کَرِهَت قُرَیشٌ　　وَلَو عَجَّت بِمَکَّتِهَا عَجِیجَا

اس دین میں داخل ہو جاوں جس سے قریش کو کراہت
رہے گی۔ اگرچہ وہ اپنے مکہ میں بہت کچھ چیخ پکار کریں (اور
لبیک لبیک پکاریں)

أُرَجِّی بِالَّذِی کَرِهُوا جَمِیعاً　　إِلَی ذِی الْعَرشِ إِن سَفَلُوا عُرُوجَا

جس چیز سے قریش کو یقیناً کراہت ہو گی میں اسی چیز
سے مالک عرش کے پاس سے سرفرازی کا امیدوار ہوں
جبکہ ان کو ذلت ہو گی ۔

وَهَل أَمرُ السَّفَالَةِ غَیرُ کُفرٍ　　بِمَن یَختَارُ مَن سَمَكَ الْبُرُوجَا[1]

جس نے بلندی کو برجوں کے لیے منتخب فرمایا ہے
اس سے انکار و کفر کے سوا کیا کوئی اور ذلت بھی ہے ۔

فَإِن یَبقَوا وَأَبقَ تَکُن أُمُورٌ　　یَضِجُّ الْکَافِرُونَ لَهَا ضَجِیجَا

اگر وہ بھی رہیں اور میں بھی رہوں تو وہ دیکھ لیں گے۔
کہ ایسے ایسے واقعات رونما ہوں گے کہ کافر ان سے سخت
آہ وزاری کریں گے ۔

وَإِن أَهلِك فَکُلُّ فَتًی سَیَلقَی　　مِنَ الْأَقدَارِ مُتلِفَةً خُرُوجَا

اور اگر میں مر جاوں تو (تعجب کا مقام نہیں کہ) ہر جوان مرد
قضا و قدر کے حکم کے بموجب ہلاکت (اور اس دنیا سے)

---

[1] ۔ (الف) میں نختار جمع متکلم کا صیغہ ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے۔ (احمد محمودی)

نکل جانے کے وقت سے قریب میں ملاقات کرنے والا ہے۔

۲۰۹

کعبۃ اللہ کی تعمیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر اسود کے معاملے میں حکم بننا

ابن اسحٰق[۱] نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینتیس سال کے ہوئے تو قریش نے تعمیر کعبہ پر اتفاق کیا۔ وہ اس بات کی فکر میں تھے کہ اس پر چھت ڈالیں اور کعبہ کو ڈھانے سے ڈرتے بھی تھے۔ اور وہ آدمی کے قد سے کچھ اونچا سنگ بستہ تھا۔ انھوں نے چاہا کہ اس کو بلند کریں اور اس پر چھت ڈالیں۔ یہ خیال انھیں اس وجہ سے پیدا ہوا کہ بعض لوگوں نے کعبہ میں سے خزانہ چرا لیا تھا۔ جو کعبہ کے اندر ایک چہ بچہ میں رہا کرتا تھا۔ اور یہ خزانہ جس شخص کے پاس پایا گیا اس کا نام دُوَیک تھا جو بنی مُلَیح بن عمرو خزاعی کا غلام تھا۔

ابن ہشام نے کہا کہ قریش نے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا حالانکہ قریش کا یہ بھی خیال تھا کہ اس کو جن لوگوں نے چرایا تھا انھوں نے اس کو دُوَیک کے پاس رکھا تھا۔

روم کے ایک تاجر کی ایک کشتی سمندر نے ساحل جدہ پر لا ڈالی تھی اور وہ ٹوٹ پھوٹ گئی تھی تو ان لوگوں نے اس کی لکڑی لے لی اور کعبہ کی چھت بنانے کے لیے اس کو تیار کیا۔ اور مکہ میں ایک قبطی بڑھئی رہتا تھا۔ اس نے انھیں میں رہ کر بعض ایسی چیزیں تیار کر دیں جو اس کے قابل تھیں اور ایک سانپ تھا جو کعبہ کے چہ بچہ سے نکلا کرتا تھا۔ جہاں وہ تمام چیزیں رکھی جاتی

---

[۱] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)
[۲] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)
[۳] ۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

تھیں جو کعبہ کے لیے روزانہ بطور نذرانہ آتی تھیں یہ سانپ دھوپ کھانے کے لیے
کعبہ کی دیواروں پر آ بیٹھتا اور لوگ اس سے ڈرتے اس لیے کہ جب کوئی اس کے
نزدیک جاتا تو وہ اپنا سر اٹھاتا اور منہ کھولتا اور پھنکاریں مارتا۔ تو لوگ اس سے ۲۱۰
ڈر جاتے۔ ایک روز جب وہ اپنی عادت کے موافق کعبہ کی دیواروں پر دھوپ
کھانے کے لیے بیٹھا تھا اللہ تعالیٰ نے ایک پرندکو اس کی طرف بھیجا اور وہ
اس کو اڑا لے گیا تو قریش نے کہا کہ اب ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس
بات سے راضی ہو گیا ہے جس کا ہم ارادہ رکھتے ہیں ہمارے پاس کام کرنے والا
ساتھی ہے اور ہمارے پاس چوبینہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں سانپ کے
شر سے بھی بچا دیا۔ پھر تو اس کو ڈھا کر نئی تعمیر کرنے کے لیے سب کے سب
متفق ہو گئے۔ اور ابو وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم اٹھا
ابن ہشام نے کہا کہ عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم اٹھا اور کعبہ میں کا
ایک پتھر نکالا تو پتھر اس کے ہاتھ میں سے اچھل کر پھر اپنی جگہ جا بیٹھا تو اس نے
کہا اے گروہ قریش اس کی تعمیر میں اپنی پاک کمائی کے سوا کوئی چیز نہ داخل
ہونے دو۔ اس میں خرچی کا پیسہ نہ لگے۔ سود کی کمائی نہ شریک ہو لوگوں
میں کسی پر ظلم کر کے حاصل کی ہوئی شئے نہ داخل ہو۔ لوگ اس بات کی نسبت
ولید بن مغیرۃ ابن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی جانب کرتے ہیں۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن نجیح مکی نے بیان کیا انھوں نے
عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافۃ بن جمح بن عمرو بن
ہصیص بن کعب بن لوی سے روایت کی کہ انھوں نے جعدۃ بن ہبیرۃ بن
ابی وہب بن عمرو کے ایک لڑکے کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا تو اس
کے متعلق دریافت کیا گیا کہا گیا کہ وہ جعدۃ بن ہبیرہ کا بیٹا ہے اس وقت عبداللہ بن
صفوان نے کہا کہ اس شخص کا دادا یعنی ابو وہب ہی وہ شخص ہے جس نے کعبۃ اللہ
کا ایک پتھر اس وقت نکالا تھا جب قریش اس کے ڈھانے پر متفق ہو گئے تھے
تو پتھر اس کے ہاتھ سے اچھل کر اپنی جگہ جا بیٹھا تھا تو اس نے اس وقت کہا
تھا کہ اے گروہ قریش اس کی تعمیر میں اپنی پاک کمائی کے سوا کوئی چیز

نہ داخل ہونے دو ۔ اس میں خرچی کا پیسہ نہ لگاؤ ۔ سود کی کمائی نہ شریک کرو
کسی پر ظلم کر کے حاصل کی ہوئی چیز نہ داخل کرو ۔

۲۱۱ ابن اسحٰق نے کہا کہ ابو وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے ماموں اور شریف آدمی تھے ۔ انھیں کی مدح میں عرب کے کسی شاعر نے کہا ہے ۔

وَلَوْ بِأَبِي وَهْبٍ أَنَخْتُ مَطِيَّتِي غَدَتْ مِنْ نَدَاهُ رَحْلُهَا غَيْرُ خَائِبِ

اگر ابو وہب کے پاس میں اپنی اونٹنی کو بٹھاوں تو ان کی سخاوت سے اس کی سواری محروم نہ رہے گی (یعنی اس کا سوار محروم نہ رہے گا)

بِأَبْيَضَ[1] مِنْ فَرْعَيْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ إِذَا حُصِّلَتْ أَنْسَابُهَا فِي الذَّوَائِبِ

اگر میں اپنی اونٹنی اس گورے شخص کے پاس بٹھاوں جس کے طرّہائے امتیاز کو دیکھا جائے تو وہ لوئی بن غالب کی دونوں شاخوں میں شمار ہوگا ۔

أَبِيٌّ لِأَخْذِ الضَّيْمِ يَرْتَاحُ لِلنَّدَى تَوَسَّطَ جَدَّاهُ فُرُوعَ الْأَطَايِبِ

وہ بدلہ لینے سے نفرت کرنے والا اور سخاوت سے راحت حاصل کرنے والا ہے اس کے دونوں[2] دادا محاسن کی تمام شاخوں میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے ۔

عَظِيمُ رَمَادِ الْقِدْرِ يَمْلَأُ جِفَانَهُ مِنَ الْخُبْزِ يَعْلُوهُنَّ مِثْلُ السَّبَائِبِ

(وہ ایسا سخی تھا کہ) اس کی دیگوں کے نیچے کی راکھ ڈھیروں ہوتی ۔ وہ اپنے بڑے کاسے روٹی سے اتنے بھرتا کہ ان پر روٹی اس طرح بلند ہوتی تھی کہ) گویا وہ عید کا روز ہے ۔

[1] ۔ (الف) میں بابیض کے بجائے صرف ابیض ہے جس سے مصرع کا وزن باقی نہیں رہتا ۔ (احمد محمودی)

پھر قریش نے کعبے کے ٹکڑے ٹکڑے ٹھیرا لیے۔ دروازے کا حصہ بنی عبد مناف[1] اور بنی زہرہ کا۔ رکن اسود و رکن یمانی کے درمیان کا حصہ بنی مخزوم اور قریش کے ان قبیلوں کا جو ان سے مل گئے تھے۔ کعبے کا پچھلا حصہ بنی جمح اور بنی سہم کا جو عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی کے دو بیٹے تھے۔ حجر کا حصہ بنی عبدالدار بن قصی اور بنی اسد بن عبد العزی بن قصی اور بنی عدی ابن کعب بن لوی کا جس کو حطیم بھی کہتے ہیں۔

پھر لوگوں کو کعبہ ڈھانے میں ڈر لگا اور اس سے گھبرانے لگے۔ تو ولید بن مغیرہ نے کہا کہ اس کے ڈھانے میں میں تم سے پہل کرتا ہوں۔ پھر اس نے کدال لی اور اس پر جا کھڑا ہوا۔ اور وہ کہہ رہا تھا۔ اللہم لم تُرَع۔[2] ۲۱۲ یا اللہ تو ڈرایا نہ جائے۔ یا تجھے کوئی خوف نہیں بعض کہتے ہیں کہ اس نے لم نزغ کہا ہم نے ٹیڑھی راہ اختیار نہیں کی ہے۔ یا اللہ ہم تو بھلائی ہی کے طالب ہیں کہا پھر اس نے رکن کی جانب سے کچھ حصہ ڈھایا۔ لوگ رات بھر منتظر رہے۔ اور کہا کہ ہم انتظار کریں گے۔ اگر اس پر کوئی آفت آئی تو اس کا کوئی حصہ ہم نہ ڈھائیں گے اور جیسا تھا ویسا ہی چھوڑ دیں گے۔ اور اگر کوئی آفت نہ آئی تو ہم سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کام سے راضی ہوگیا ہے۔ ہم اسے ڈھائیں گے دوسرے روز رات کا کچھ حصہ باقی رہنے ہی کے وقت سے وہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا اور اس نے بھی ڈھایا اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی ڈھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ جب وہ اساس ابراہیم علیہ السلام تک ڈھا چکے تو ایسے پتھروں تک پہنچے جو سبز رنگ اور اونٹ کے کوہان کے سے اور ایک دوسرے کو گرفت کیے ہوئے تھے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بعض حدیث کی روایت کرنے والوں نے

---

[1] ۔ (ب ج د) میں عبد کا لفظ نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

[2] ۔ (الف) میں لم تُرِع ہے اس صورت میں فعل باب افعال سے ہوگا لیکن اس کے کوئی مناسب مقام معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ (احمد محمودی)

کہا کہ قریش کے ایک شخص نے جو اس کو ڈھا رہا تھا اس کے دو پتھروں کے درمیان بل داخل کیا تا کہ ان دونوں پتھروں میں سے ایک کو اکھیڑے تو جیسے ہی اس پتھر نے حرکت کی تمام مکہ میں ایک کڑاکا سنائی دیا اور لوگ ابراہیمی اساس کے ڈھانے سے رک گئے۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قریش کو اس کونے میں ایک تحریر ملی (یا کتبہ) جو سریانی میں لکھی ہوئی تھی لوگوں نے اس کو دیکھا تو کچھ نہ سمجھ سکے۔ یہاں تک کہ ایک یہودی نے اسے انھیں پڑھ کر سنایا۔ اس میں لکھا تھا میں مکہ کا مالک اللہ ہوں میں نے اس کو اس وقت پیدا کیا جب آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور چاند سورج کو صورت بخشی میں نے اس کے اطراف سات موحد فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے وہ اس کی اس وقت تک حفاظت کرتے رہیں گے جبتک کہ اس کے دونوں پہاڑ باقی رہیں وہ اس کے رہنے والوں کے پانی اور دودھ کے لیے مبارک ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ اخشباہا کے معنی اس کے دونوں پہاڑ کے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے المقام (یعنی مقام ابراہیم) میں ایک تحریر پائی (یا کتبہ) جس میں لکھا تھا یہ اللہ کی حرمت والا گھر ہے اس کا رزق اس کے پاس تین راستوں سے آئے گا جس نے اس کو پہلے پہل (اس حرمت کا) سزاوار بنایا وہ اس کو حلال نہیں کرے گا (بے حرمت نہیں کرے گا)۔ ۲۱۳

ابن اسحٰق نے کہا کہ لیث بن ابی سلیم نے اس بات کا دعوی کیا ہے کہ لوگوں نے کعبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چالیس سال پہلے ایک پتھر پایا جس میں۔ اگر ان کا دعوی صحیح ہے۔ لکھا تھا جو شخص کسی نیکی کی کھیتی بوئے گا تو اس کا پھل رشک حاصل کرے گا۔ (یعنی قابل رشک بن جائے گا)

لے۔ (ب ج د) میں بکۃ ہے۔ لے۔ (الف) میں نہیں ہے۔ سے۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

اور جو بدی کی کاشت کرے گا۔ اس کا پھل ندامت حاصل کرے گا۔
(کیا) تم لوگ برائیاں کرو گے اور اس کی جزا اچھی پاؤ گے ہاں ہاں
(ایسا نہیں ہو سکتا) ببول کے پیڑ سے انگور نہیں توڑے جا سکتے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر اس کی تعمیر کے لیے قریش کے قبیلوں
نے پتھر جمع کیے۔ ہر قبیلہ علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کرتا تھا پھر انھوں نے اس کی
تعمیر شروع کی یہاں تک کہ جب تعمیر رکن (یعنی حجر اسود) کے مقام تک
پہنچی تو قبائل میں جھگڑا ہوا ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس کے مقام پر اس کو خود
رکھے نہ کہ دوسرا یہاں تک کہ آپس میں اختلاف ہو گیا اور جتھے جتھے بن گئے اور
معاہدے ہو گئے۔ اور سب کے سب جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ اور بنی عبدالدار
نے خون سے بھرا ہوا ایک پیالہ لا رکھا اور وہ اور بنی عدی بن کعب بن
لوئی نے مرنے تک لڑنے کا عہد کیا اور اپنے ہاتھ اس کٹورے میں ڈالے۔ ان لوگوں
کا نام لعقۃ الدم ''یعنی خون چاٹنے والے رکھا گیا۔ غرض قریش چار پانچ روز تک
اسی حالت میں رہے۔ پھر وہ سب مسجد میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا۔ اور انصاف پر
اتر آئے۔ بعض راویوں کا دعوی ہے کہ ابو امیہ ابن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر
ابن مخزوم نے جو اس سال (یعنی اس وقت) قریش میں سب سے زیادہ سن رسیدہ
تھا کہا کہ اے گروہ قریش اس مسجد کے دروازے سے جو پہلا شخص داخل ہو اس کو ۲۱۲
اپنے آپس کے اختلافی مسئلہ میں فیصلہ کرنیوالا بناؤ۔ انھوں نے رائے مان لی پھر ان
کے پاس پہلا آنے والا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔
جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو کہا یہ تو وہ امین ہے جس کو سب جانتے
ہیں۔ یہ محمد ہے ہم راضی ہیں۔ اور جب آپ ان کے پاس پہنچے
اور انھوں نے آپ کو اس فیصلہ کے قابل جھگڑے کی خبر دی تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک کپڑا لاؤ۔ تو آپ
کے پاس کپڑا لایا گیا۔ آپ نے اس رکن (حجر اسود) کو لیا۔ اور اپنے
ہاتھ سے اس کپڑے میں رکھا۔ اور فرمایا کہ ہر ایک قبیلہ اس کپڑے کا ایک ایک کونا پکڑے اور
سب کے سب مل کر اس کو اٹھاؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کو لے کر اس کے

مقام تک پہنچے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو رکھ دیا اور اس پر تعمیر ہونے لگی۔ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کو امین (کہکے) پکارا کرتے تھے۔ پھر جب وہ تعمیر سے فارغ ہوئے اور جیسا چاہا اسے تعمیر کیا تو زبیر بن عبدالمطلب نے سانپ کے واقعہ کے متعلق جس کے سبب سے قریش تعمیر کعبہ سے ڈرتے تھے یہ اشعار کہے۔

۲۶۵

عَجِبْتُ لِمَا تَصَوَّبَتِ الْعُقَابُ إِلَى الثُّعْبَانِ وَهِيَ لَهَا اضْطِرَابُ

مجھے تعجب ہوا کہ عقاب سانپ کی جانب کیوں اتر آیا
حالانکہ سانپ تو عقاب کو گھبرا دینے والی چیز ہے۔

وَقَدْ كَانَتْ يَكُونُ لَهَا كَشِيشٌ وَأَحْيَانًا يَكُونُ لَهَا وِثَابُ

اور اس کی جلد سے کبھی تو ایک خاص قسم کی آواز
ہوا کرتی تھی اور کبھی وہ حملہ بھی کیا کرتا تھا۔

إِذَا قُمْنَا إِلَى التَّأْسِيسِ شَدَّتْ تُهَيِّبُنَا الْبِنَاءَ وَقَدْ تُهَابُ

جب کعبہ کی از سر نو تعمیر کے لیے ہم اٹھے تو وہ ہمیں
ڈرانے کے لیے اس عمارت پر سے حملہ کرتا اور وہ خود بھی ڈرتا تھا۔

فَلَمَّا أَنْ خَشِينَا الرِّجْزَ جَاءَتْ عُقَابٌ تَتْلَئِبُّ لَهَا انْصِبَابُ

پھر جب ہم اس تکلیف دہی یا نقصان رسانی سے
ڈر گئے تو ایک عقاب آیا جس کا نزول راست اسی کے لیے
ہوا تھا۔

فَضَمَّتْهَا إِلَيْهَا ثُمَّ خَلَّتْ[1] لَنَا الْبُنْيَانَ لَيْسَ لَهُ حِجَابُ

لہ۔ (الف) میں خلت جائے حطی ہے جس کو بتکلف صحیح کہا جا سکتا ہے یعنی بیت اللہ کے ڈھانے کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔ (احمد محمودی)

اس نے اسے اپنی جانب کھینچ لیا اور ہمارے لیے
کعبۃ اللہ کو خالی کر دیا کہ اس (کے پاس جانے) کے لیے کوئی
روک نہ رہے۔

فَقُمْنَا حَاشِدِينَ إِلَى بِنَاءٍ ... لَنَا مِنْهُ الْقَوَاعِدُ وَالتُّرَابُ

پس ہم سب کے سب متفق ہو کر جلد تعمیر کے لیے
اٹھ کھڑے ہوئے اس کی بناء اور مٹی کا کام ہمارے ذمہ تھا۔

غَدَاةَ نُرَفِّعُ التَّأْسِيسَ مِنْهُ ... وَلَيْسَ عَلَى مُسَوِّينَا ثِيَابُ

جس روز ہم اس کی بنیاد کی تعمیر کر رہے تھے ہم میں کے
درست کرنے والے پر کپڑے نہ تھے (یا ہماری شرمگاہوں[1]
پر کپڑے نہ تھے یعنی ہم ننگے ہو کر اس کی تعمیر کر رہے تھے زمانہ جاہلیت
میں ننگے ہو کر کام کرنے کا بڑا ثواب اور مستعدی اور چستی کا
کام سمجھا جاتا تھا۔)

أَعَزَّ بِهِ الْمَلِيكُ بَنِي لُؤَيٍّ ... فَلَيْسَ لِأَصْلِهِ مِنْهُمْ ذَهَابُ

مالک نے اس کام کے ذریعہ بنی لوی کو اعزاز سے
سرفراز فرمایا پس اس عزت کی جڑ ان کے پاس سے جا نہیں سکتی۔

وَقَدْ حَشَدَتْ هُنَاكَ بَنُو عَدِيٍّ ... وَمُرَّةُ قَدْ تَقَدَّمَهَا كِلَابُ

اس مقام پر بنی عدی بھی جمع تھے اور تیزی سے کام
کر رہے تھے اور بنی مرۃ بھی۔ لیکن بنی کلاب تو ان سب سے آگے تھے۔

---

[1] ۔ دوسری روایت مساوینا کے لحاظ سے توسین کے درمیان کا ترجمہ ہے جس کا ذکر ابن ہشام نے آگے کیا ہے۔ (احمد محمودی)

فَبَوَّأَنَا الْمَلِيكُ بِذَاكَ عِزًّا وَعِنْدَ اللهِ يُلْتَمَسُ الثَّوَابُ

اس کام کے سبب سے مالک نے ہمیں عزت کا سزاوار بنا دیا۔ اور جزا اور ثواب کی طلب تو اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ مساوینا ثیاب کی روایت بھی آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کعبۃ اللہ اٹھارہ ہاتھ کا تھا۔ اور اس پر سفید سوتی کپڑا اڑھا یا جاتا تھا۔ پھر دھاری دار لمبی چادریں ڈالی گئیں اور پہلا شخص جس نے اس کو دیبا (ریشمی کپڑا جس کا تانا بانا ریشمی ہو) ڈالا وہ حجاج بن یوسف تھا۔

بیان حمس[1]

ابن اسحٰق نے کہا کہ قریش نے حمس (کا لقب اختیار کرنے) کی ایک رسم ایجاد کی جس کو انھوں نے غور وخوض کے بعد مناسب سمجھا تھا۔ مجھے خبر نہیں کہ یہ ایجاد واقعہ فیل سے پہلے کا تھا یا اس کے بعد کا۔ انھوں نے کہا کہ ہم ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد اور حرم میں رہنے والے اور بیت اللہ کے متولی مکہ کے ساکنین اور متوطنین ہیں سارے عرب میں سے کسی کو نہ ہمارا سا حق ہے نہ ہمارا سا مرتبہ ومنزلت۔ اور خود عرب بھی

[1] حمس کے معنی بہادر خاندانی دلیر۔ اور دینی امور کی سخت پابندی کرنے والے کے ہیں۔ قریش کنانہ اور بنی جدیلہ اور ان کے تابعین نے اپنے لیے یہ لقب اختیار کیا تھا۔ ان کا یہ لقب اختیار کرنا یا تو امور دینداری کی سخت پابندی کی وجہ سے تھا یا اس وجہ سے تھا کہ وہ حمساء یعنی کعبۃ اللہ شریف کی پناہ میں رہنے والے تھے کذا فی منتھی الارب۔ (احمد محمودی)

اپنی ایسی قدر و منزلت نہیں سمجھتے جیسی قدر و منزلت وہ ہماری جانتے ہیں۔ پس اے حرم کے رہنے والو تم حرم کے باہر کی کسی چیز کی ایسی عزت نہ کرو جیسی تم حرم کی عزت کرتے ہو۔ اگر تم نے (خارج حرم کی چیزوں کا بھی) ایسا ہی احترام کیا تو دوسرے عرب تمہارے پاس کی حرمت والی چیزوں کو سبک سمجھنے لگیں گے۔

انھوں نے کہا کہ حرم کے باہر کی چیزوں کی لوگوں نے ایسی عزت کرنی شروع کی ہے جیسے حرم کی چیزوں کی۔ (اس کا نتیجہ یہ ہوا) کہ انھوں نے عرفات کے میدان میں ٹھیرنا اور وہاں سے سب کے ساتھ نکلنا ترک کر دیا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے اور اس امر کا انھیں اقرار بھی تھا کہ وہ مشاعر حج اور دین ابراہیمی میں سے ہے اور اپنے سوا دوسرے عربوں کے وہاں ٹھیرنے اور وہاں سے سب کے ساتھ نکلنے کو لازمی بھی سمجھتے تھے۔ باوجود اس کے وہ کہتے تھے کہ ہم حرم والے ہیں ہمیں یہ مناسب نہیں کہ ہم حرم سے نکلیں اور نہ ہمیں یہ مناسب ہے کہ حرم کے باہر کی چیزوں کی ایسی تعظیم کریں جیسی تعظیم حرم کی ہم کرتے ہیں۔ ہم حُمس یعنی حرم والے ہیں اس کے بعد انھوں نے عرب کے ان تمام قبیلوں کے لیے بھی جو ان کی اولاد میں سے تھے۔ خواہ وہ حرم کے رہنے والے ہوں یا غیر حرم کے ان کی اولاد میں ہونے کے سبب سے سے وہی حقوق قرار دئے جو ان کے تھے۔ اُن کے لیے بھی وہی بات حلال ہوتی جو ان کے لیے حلال ہوتی اور اُن کے لیے بھی وہی چیز حرام ہوتی جو ان کے لیے حرام ہوتی۔ اور بنی کنانہ اور بنی خزاعہ بھی مذکورہ امور کے لحاظ سے انھیں میں داخل ہو گئے تھے۔

۲۱۷ ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے ابو عبیدہ نحوی نے بیان کیا کہ بنی عامر ابن صعصعۃ بن معاویۃ بن بکر بن ہوازن بھی مذکورہ امور میں انھیں کے ساتھ ہو گئے تھے۔ عمرو بن معدی کرب کا یہ شعر بھی مجھے اسی نے سنایا۔

أَعَبَّاسُ لَوْ كَانَتْ شِيَاراً جِيَادُنَا ... بِتَثْلِيثَ مَا نَاصَيْتَ بَعْدِي الْأَحَامِسَا

اے عباس جنگ تثلیث کے روز اگر ہمارے گھوڑے
موٹے تازے اچھے ہوتے تو تو میرے بعد پھر حُمس کا لقب رکھنے والوں
(یعنی بنی عامر) سے جھگڑا نہ کرتا۔

ابن ہشام نے کہا کہ تثلیث ان کے شہروں میں ایک مقام کا نام ہے۔ اور شیار کے معنی السمان الحسان ہیں۔ اور لفظ احامس سے شاعر کی مراد بنی عامر ابن صعصعۃ اور عباس سے مراد عباس بن مرداس السلمی ہے جس نے بنی زبید پر مقام تثلیث میں لوٹ مار کی تھی۔ اور یہ بیت عمرو کے قصیدے کی ہے۔ اور اسی نے لقیط بن زرارۃ الدارمی کا یہ شعر جنگ جبلہ کے متعلق سنایا۔

أَجْذِمْ إِلَيْكَ إِنَّهَا بَنُو عَبْس ... اَلْمَعْشَرُ الْجِلَّةُ[1] فِي الْقَوْمِ الْحُمُس

تو یہ بات اچھی طرح جان لے کہ وہ بنی عبس ہیں حُمس کا
لقب اختیار کرنے والے لوگوں میں بڑے گھرانے والے ہیں۔

شاعر نے یہ شعر اس لیے کہا کہ جنگ جبلہ کے روز بنی عبس بنی عامر بن صعصعۃ میں خلفاء تھے۔ اور جنگ جبلہ وہ جنگ تھی جو بنی حنظلہ بن مالک ابن زید مناۃ بن تمیم اور بنی عامر بن صعصعۃ کے درمیان ہوئی تھی۔ اور اس جنگ میں بنی عامر بن صعصعۃ کو بنی حنظلہ پر فتح ہوئی تھی اس جنگ میں لقیط ابن زرارہ بن عدس قتل ہوا۔ اور حاجب بن زرارہ بن عدس قید ہوا اور عمرو بن عمرو بن عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ شکست کھا کر بھاگا ۲۱۸
اسی جنگ کے متعلق جریر فرزدق سے کہتا ہے۔

كَأَنَّكَ لَمْ تَشْهَدْ لَقِيطاً وَحَاجِباً ... وَعَمْرَو بْنَ عَمْرٍو إِذْ دَعَوَا[2] يَا لَدَارِمِ

گویا تو نے لقیط و حاجب و عمرو بن عمرو کو اس حالت میں

---

[1] ۔ (الف) میں الحلۃ ہے یا حاء حطی ہے جس کے معنی یہ ہوں گے "باوجود ساکن حل یعنی خارج حرم ہونے کے حمس میں داخل ہیں"۔ (احمد محمودی) [2] ۔ (الف) میں دعا بصیغہ واحد اس صورت میں ضمیر صرف عمرو کی جانب پھرے گی یعنی جبکہ وہ پکار رہا تھا۔ (احمد محمودی)

دیکھا ہی نہیں جبکہ وہ پکار رہے تھے کہ اے بنی دارم ہماری امداد کو آؤ۔

یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔ پھر ان کا مقابلہ ذی نجب میں ہوا تو بنی حنظلہ کو بنی عامر پر فتح ہوئی۔ اور اس روز حسان بن معاویہ الکندی جس کی کنیت ابو کبشہ تھی قتل کیا گیا۔ اور یزید بن الصعق الکلابی قید ہوا۔ اور طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب ابو عامر بن الطفیل شکست کھا کر بھاگا۔ اسی کے متعلق فرزدق کہتا ہے۔

وَمِنْهُنَّ إِذْ نَجَّى طُفَيْلُ بْنُ مَالِكٍ عَلَى قُرْزُلٍ رَجْلًا رَكُوضَ الْهَزَائِمِ

جنگوں میں سے وہ بھی ایک جنگ تھی جبکہ طفیل بن مالک اپنے قرزل نامی گھوڑے پر سوار شکست کی ایڑ لگاتا ہوا بھاگا جارہا تھا۔

وَنَحْنُ ضَرَبْنَا هَامَةَ ابْنِ خُوَيْلِدٍ يَزِيدَ عَلَى أُمِّ الْفِرَاخِ الْجَوَاثِمِ

اور ہم نے یزید بن خویلد کی اس کھوپری پر ضرب لگائی جس سے کوئی پرندہ نہیں اڑا (یعنی اس کا انتقام نہیں لیا گیا)[1]۔

۳۱۹ یہ دونوں بیتیں اسی کے قصیدے کی ہیں۔ تو (اس کے جواب میں) جریر نے کہا۔

وَنَحْنُ خَضَبْنَا لِابْنِ كَبْشَةَ تَاجَهُ وَلَاقَى امْرَأً فِي ضَجَّةِ الْخَيْلِ مِصْقَعَا

ہم نے ابن کبشہ کے تاج کو رنگ دیا اس نے گھوڑوں کے غول میں ایک بلند آواز فصیح و بلیغ شخص سے ملاقات کی تھی۔ (یعنی میرے مقابلے میں آیا تھا)۔

---

[1] عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی شخص قتل ہوجائے تو اس کی کھوپری سے ایک پرند نکلکر چلاتا رہتا ہے حتی کہ اس کے قتل کا انتقام لیا جائے۔ (احمد محمودی)

یہ بیت اس کے ایک قصیدے کی ہے۔
جنگ جبلہ اور جنگ ذی نحب کے واقعات میں نے جو کچھ بیان کیے وہ اس سے بہت زیادہ طولانی ہیں ان کے مکمل بیان سے مجھے اسی بات نے روکدیا جس کا ذکر میں نے جنگ فجار کے بیان میں کردیا ہے۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر انھوں نے اس رسم حمس میں ایسی ایسی بہت سی باتیں ایجاد کیں جو ان کے پاس نہ تھیں انھوں نے کہا کہ حمس کو اپنی غذا میں پنیر کا استعمال کرنا اور مسکے کو گرم کر کے گھی بنا کر استعمال کرنا ایسی حالت میں نہ چاہیئے جبکہ وہ احرام باندھے ہوئے ہوں۔ اور نہ انھیں کمبل کے خیموں میں داخل ہونا چاہیے۔ اور جب تک وہ احرام میں ہوں چمڑے کے خیموں کے سوا کسی اور کے سایہ میں نہ داخل ہوں۔ پھر انھوں نے اس معاملے میں اور ترقی کی اور کہا کہ حرم کے باہر والوں کو نہ چاہیے کہ جب وہ حج و عمرہ کے لیے حرم میں آئیں تو اپنے ساتھ لایا ہوا باہر کا کھانا حرم میں کھائیں۔ اور جب وہ آئیں اور بیت اللہ کا پہلا طواف کریں تو حمس کے کپڑوں کے سوا دوسرے کپڑوں میں طواف نہ کریں۔ اگر حمس کے کپڑوں میں انھیں کوئی کپڑا نہ ملے تو ننگے بیت اللہ کا طواف کریں۔ اگر ان میں کے کسی ذی عزت مرد یا عورت کو حمس کا کوئی کپڑا نہ ملے اور وہ اپنی عزت کا خیال کر کے اپنے انھیں کپڑوں میں طواف کرلے جس کو وہ حرم کے باہر سے لایا ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے طواف کے بعد اسے اتار پھینکے اور پھر ان کپڑوں سے کوئی شخص بھی استفادہ نہ کرے اور نہ اسے کبھی کوئی شخص چھوے نہ خود وہ اور نہ اسکے علاوہ اور کوئی شخص۔ عرب ان کپڑوں کو لقی کہتے تھے۔ انھیں احکام پر انھوں نے عربوں کو ابھارا اور انھوں نے ان کی اطاعت کی دوسرے لوگ عرفات پر ٹھہرتے اور وہیں سے طواف کے لیے مکہ آتے اور بیت اللہ کا طواف ننگے کرتے تھے۔ مرد ننگے طواف کرتے۔ لیکن عورتیں چاک والے کرتوں کے سوا سب کپڑے اتار دیتیں اور اسی ایک کرتے میں طواف کرتیں۔ ایک عورت نے اسی حالت میں بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے۔

اَلْیَوْمَ یَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ کُلُّهٗ ۔۔۔ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ

۲۲۰

آج اس چیز کا کچھ حصہ یا پورا حصہ بے پردہ ہو جائے گا۔
لیکن اس کا جو حصہ بھی بے پردہ ہو میں اس کو حلال (یا وقف برائے عام) نہیں کروں گی۔

اور اگر حرم کے باہر کا کوئی شخص اپنے انھیں کپڑوں میں طواف کر لیتا جس کو پہنے ہوئے وہ بیرون حرم سے آیا تھا۔ تو وہ ان کو اتار پھینکتا اور ان سے کوئی شخص استفادہ نہ کرتا۔ نہ وہ اور نہ اس کے سوا کوئی اور۔ عرب کا ایک شخص اپنے ان کپڑوں میں سے ایک کپڑے کا ذکر کرتا ہے جس کو اس نے اتار پھینکا تھا۔ اور وہ اس کے پاس نہ جاتا تھا۔ حالانکہ اسے وہ کپڑا بے انتہا پسند تھا وہ کہتا ہے۔

كَفَىٰ حَزَنًا كَرِّي عَلَيْهَا كَأَنَّهَا لَقًى بَيْنَ أَيْدِي الطَّائِفِينَ حَرِيمُ

میرا اس کے پاس سے بار بار گزرنا غم کھانے کے لیے کافی ہے گویا وہ طواف کے بعد کا پھینکا ہوا کپڑا ہے جو طواف کرنے والوں کے سامنے پڑا ہے لیکن لوگوں کا ہاتھ لگنے سے محروم ہے۔

شاعر نے (حریم کا جو لفظ استعمال کیا ہے اس سے اس) کی مراد یہ ہے کہ وہ چھوا نہیں جاتا۔ عرب کا یہی حال رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور جب اس نے آپ کا دین مستحکم فرمایا اور آپ کے لیے سنن حج مشروع فرمائے تو آپ پر یہ آیت نازل فرمائی۔

(ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ)

پھر وہیں سے تم بھی چلو جہاں سے (تمام) لوگ چلتے ہیں

---

[1] (الف) میں کالہا ہے۔ (احمد محمودی)

اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بے شبہہ اللہ بڑا مغفرت کرنیوالا
اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

یہاں تم سے مراد قریش ہیں۔ اور الناس سے مراد تمام عرب کے لوگ ہیں۔
پس آپ حج کے سال سب کو عرفات لے گئے اور وہیں ٹھیرے رہے اور وہیں سے (طواف کے لیے مکہ) تشریف لائے اور اہل حرم نے لوگوں پر جوان کی غذاؤں اور ان کے لباس کو بیت اللہ کے پاس استعمال کرنا حرام قرار دیا تھا کہ وہ ننگے طواف کرتے تھے اور ان کے حرم کے باہر سے لائے ہوئے کھانے کو حرام کر دیا تھا ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احکام نازل فرمائے۔

(یَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ)

اے آدم کے بچو ہر مسجد (میں آنے) کے وقت اپنی زینت (کی چیز لباس پہن) لو اور (حرم کے باہر سے لائی ہوئی کھانے پینے کی چیزیں) کھاؤ پیو اور (ان چیزوں کو بے کار پھینک کر) اسراف نہ کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ (اے نبی) ان سے کہو کہ اللہ کی زینت جس کو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمایا ہے اور رزق میں کی پاک صاف چیزوں کو حرام کس نے کیا۔ (ان سے) کہو یہ چیزیں اس دنیوی زندگی میں ان لوگوں کے لیے (بھی)

۲۲۱

ہیں جو ایمان لائے ہیں اور قیامت کے روز (تو) خالص (انھیں
کے لیے) ہیں۔ جو لوگ علم رکھتے ہیں ہم ان کو ایسی ہی تفصیل
سے احکام بتاتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مبعوث فرمایا تو اسلام کے ذریعے حمس کی رسم کو اور لوگوں کے ساتھ قریش کے اس برتاؤ کو جس کا انھوں نے ایجاد کیا تھا پست اور ذلیل کر دیا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے اور انھوں نے عثمان بن ابی سلیمان[1] بن جبیر بن مطعم سے انھوں نے اپنے چچا نافع بن جبیر سے انھوں نے اپنے والد جبیر بن مطعم سے روایت کی انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے اس حال میں دیکھا کہ آپ اپنے ایک اونٹ پر عرفات میں تمام لوگوں کے ساتھ اپنی قوم کے درمیان ٹھہرے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ کو جو توفیق عطا، فرمائی تھی اس کے سبب آپ وہاں سے انھیں سب کے ساتھ نکل رہے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تسلیما کثیرا۔

رجم شیاطین کا حادثہ اور کاہنوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے خوف دلانا

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی جب آپ کا زمانہ بعثت قریب ہو گیا تو یہود میں کے احبار (علما) اور نصاریٰ میں کے راہب (پرہیزگار) اور عربوں میں کے کاہن آپ کے متعلقہ حالات کی

[1] ۔ (الف) میں سلمان ہے اور (ب ج د) میں سلیمان۔ (احمد محمودی)

خبریں دیا کرتے تھے۔ یہود کے احبار اور نصاریٰ میں کے راہبوں کے علم کا ذریعہ تو وہ تھا جو انھوں نے اپنی کتابوں میں آپ کی صفت اور آپ کے زمانے کی صفت کے متعلق پایا تھا اور ان کے انبیا نے آپ کے متعلق ان سے جو عہد لیا تھا۔ اور عرب کے کاہنوں کے علم کا ذریعہ جنوں میں کے شیطان تھے جو ان کے پاس خبریں چرا کر لاتے تھے جب کہ ان کی حالت یہ تھی کہ انھیں نجوم سے مار کر ان خبروں سے روکا نہ جاتا تھا۔ کاہن مرد اور کاہنہ عورتوں کی جانب سے ہمیشہ آپ کے متعلق بعض امور کا ذکر ہوتا رہا ہے جس کی عرب کچھ پروانہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اور وہ تمام باتیں جن کا وہ ذکر کیا کرتے تھے واقعہ بن گئیں۔ تب انھوں نے اس کو جانا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قریب ہوگیا اور آپ مبعوث ہوگئے تو شیاطین (اخبار کے) سننے سے روک دئے گیے۔ اور ان کے ان مقامات کے درمیان جہاں وہ بیٹھ کر خبریں سنا کرتے تھے روک پیدا کر دی گئی اور ان پر تارے برسائے گئے۔ تو جنوں نے بھی جان لیا کہ خدائے تعالیٰ کے احکام میں سے کسی خاص حکم کے سبب سے یہ واقعات ہو رہے ہیں جو اس کے بندوں میں جاری ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی محمد[1] صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مبعوث فرمایا اور جب جنوں کو خبروں کے سننے سے روک دیا گیا۔ اور انھوں نے اس عظیم الشان خبر کو جان لیا اور بڑی بڑی علامتیں دیکھ لیں پھر بھی انھوں نے اس میں سے بعض چیزوں کا انکار کر دیا تو ان واقعات کی خبر اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں دیتا ہے۔ ۲۲۲

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا وَأَنَّهُ

[1] ۔ (الف) میں اسم مبارک نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

تَعَالَى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ

سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَنْ تَقُولَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ

كَذِبًا۔

(اے نبی) کہدو میری جانب وحی کی گئی ہے کہ جنوں میں سے ایک گروہ نے (قرآن) کو سنا تو کہا کہ ہم نے ایک عجیب طرح کا قرآن سنا ہے جو سیدھی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور (اب) ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ کریں گے اصل یہ ہے کہ ہمارے پروردگار کی شان بہت برتر ہے اس نے نہ کسی کو شریک زندگی بنالیا ہے نہ کسی کو بیٹا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم میں کا بے وقوف شخص اللہ پر دوراز کار باتیں بنایا کرتا تھا۔ ہمیں تو یہی خیال رہا کہ انس وجن (میں سے کوئی بھی) اللہ پر جھوٹے الزامات ہرگز نہ لگائے گا۔

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ

فَزَادُوهُمْ رَهَقًا الی قولہ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ

فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ

بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا۔

لہ ۔ خط کشیدہ آیات قرآنیہ (الف) میں نہیں ہیں۔ (احمد محمودی)

بات یہ ہے کہ انسانوں میں کے بعض اشخاص جنوں میں کے بعض افراد کی پناہ لیا کرتے تھے تو انھوں نے ان کو جہالت، سرکشی اور افترا پردازی میں بڑھادیا ہے۔
(اللہ تعالیٰ کے اس قول تک)

اور ہم (خبریں) سننے کے لیے اس (آسمان) کے چند مقاموں پر بیٹھا کرتے تھے اور اب جو سننا چاہتا ہے وہ اپنی گھات میں شہاب کو پاتا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ (اس تغیر سے) زمین والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے پروردگار نے ان کی رہنمائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

۲۲۴

پھر جب جنوں نے قرآن سنا تو جان لیا کہ قرآن کے نزول سے پہلے اسی وجہ سے ان کو (اخبار سماوی کے) سننے سے روکا گیا ہے کہ کہیں وحی دوسری سماوی خبروں سے مشتبہ نہ ہو جائے اور جو باتیں اللہ تعالے کی جانب سے وحی میں آئی ہیں وہ زمین والوں کے پاس مشکوک نہ ہو جائیں۔ تاکہ حجت قائم رہے اور شبہوں کا ایسا خاتمہ ہو۔ کہ لوگ ایمان لائیں اور تصدیق کریں۔ اس وحی الٰہی کو سننے کے بعد جن اپنی قوم کو ڈرانے کے لیے لوٹ گیے

قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ الآية

انھوں نے کہا اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتری ہے۔ اور اس سے پہلے نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے حق اور سیدھے راستے کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔ آخر آیت تک۔

جن جو یہ کہا کرتے تھے کہ "انسانوں میں کے بعض اشخاص جنوں میں کے بعض افراد کی پناہ لیا کرتے تھے تو انھوں نے ان کو جہالت، سرکشی اور افترا پردازی میں بڑھا دیا" اس کا واقعہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ قریش اور ان کے علاوہ دوسرے بھی جب سفر کرتے اور رات گزارنے کے لیے کسی وادی میں اترتے تو یہ کہا کرتے تھے کہ میں آج رات اس وادی میں غلبہ رکھنے والے جن کی پناہ لیتا ہوں اس برائی سے جو اس وادی میں ہے۔

ابن ہشام نے کہا کہ رہق کے معنی طغیان وسفہ کے ہیں۔

رؤبۃ بن العجاج نے کہا۔

إِذْ تَسْتَبِي الْهَيَّامَةَ الْمُرَهَّقَا

اس وقت کا خیال کر وجبکہ وہ عورت سرگشتہ اور نادان نوجوانوں کو پھانس لیتی تھی۔

یہ بیت اس کے رجز یہ اشعار میں کی ہے۔ رہق کے معنی کسی چیز کی ایسی تلاش کرنے کے بھی ہیں کہ تم اس سے قریب ہو جاؤ خواہ اسے حاصل کر لو یا نہ حاصل کرو۔ رؤبۃ بن العجاج[1] گورخر کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بَصْبَصْنَ وَاقْشَعْرَرْنَ مِنْ خَوْفِ الرَّهَقْ

شکار کی تلاش کرنے والے کے قریب ہونے کے ڈر سے وہ دم ہلاتے اور کانپنے لگتے ہیں۔

یہ بیت اس کے رجزیہ اشعار میں کی ہے۔

اور رہق مصدر بھی ہے (جس کے معنی تکلیف جھیلنا اور بار اٹھانا ہے) ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے رَهِقْتُ الْإِثْمَ أَوِ الْعُسْرَ الَّذِي

1۔ (الف) میں نہیں ہے۔ (احمد محمودی)

أَرْهَقْتَنِي رَهَقًا شَدِيدًا ۔ میں نے اس گناہ یا اس سختی کو برداشت کرلیا۔ جس کا سخت بار تو نے مجھ پر ڈالا ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۔ ہم نے خوف کیا کہ کہیں وہ ان دونوں (ماں باپ) پر سرکشی اور کفر کا بار نہ ڈالے ۔ اور فرمایا۔

۲۲۴

وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ۔ میرے معاملے میں مجھ پر سخت بار نہ ڈالنا۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ بن الاخنس نے کہا کہ ان سے بیان کیا گیا ہے کہ جب تاروں سے (جنوں کو) مارا گیا تو تو عرب کا پہلا شخص جو تاروں کو ٹوٹتا دیکھکر گھبرایا وہ بنی ثقیف میں کا تھا۔ اور وہ لوگ انھیں میں کے ایک شخص عمرو بن امیہ نامی کے پاس گئے جو بنی علاج میں سے تھا ۔ راوی نے کہا کہ رائے کے لحاظ سے وہ تمام عرب میں سب سے زیادہ ہوشیار اور چالاک تھا۔ انھوں نے اس سے کہا اے عمرو کیا تو نے یہ تارے پھینکے جانے کا آسمان کا نیا واقعہ نہیں دیکھا اس نے کہا کیوں نہیں (دیکھا تو ہے)

لیکن انتظار کرو اور دیکھو کہ اگر یہ تارے وہی ہیں جن سے بر و بحر میں رہنمائی حاصل ہوتی اور جن سے موسم گرما و سرما کی شناخت ہوتی ہے جس سے لوگ اپنی زندگی کے وسیلوں کی درستی کر لیتے ہیں اور یہ وہی تارے ہیں جو پھینکے جا رہے ہیں تو خدا کی قسم بساط دنیا اب لپیٹی جا رہی ہے اور یہ اس مخلوق کی بربادی کا سامان ہے جو اس دنیا میں رہتی ہے ۔ اور اگر یہ تارے ان تاروں کے سوا اور ہیں۔ اور وہ اپنی جگہ پر قائم اور بحال خود ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا خاص ارادہ ہے جو اس

لہ ۔ وقولہ کے بجائے (الف) میں الی قولہ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (احمد محمودی)

۲ہ ۔ (ب ج د) میں احد بنی العلاج ہے اور (الف) میں امیۃ بن العلاج ہے ۔ (احمد محمودی)